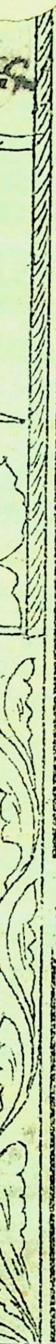
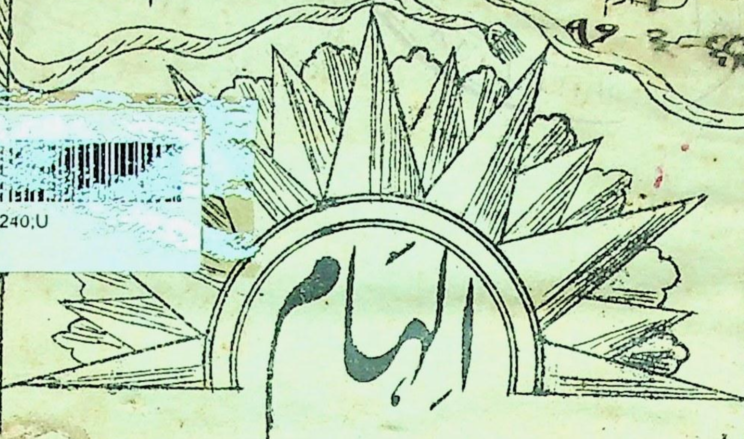

1240;U



الہام

یعنی

اُن مضامین کا مجموعہ جو مختلف مذاہب کے وکلاء
نے لاہور آریہ سماج کی مذہبی کانفرنس منعقدہ
۲ و ۳ و ۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء کے موقعہ پر ذیل کے مضمون پر پڑھے۔

مضمون:- کیا کوئی کتاب الہامی ہوسکتی ہے
اگر ہوسکتی ہے تو کونسی؟

1/67

مرتبہ

سکرٹری آریہ سماج لاہور

سنہ ۱۹۰۸ء

مطبوعہ ہندوستان سٹیم پریس لاہور

التماس

"اے انسانو! اتم سیرے بتائے ہوئے پر انصاف و بے تعصب راستی کی صفت سے موصوف دھرم کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی مخالفت کو چھوڑ کر آپس میں ملکر محبت سے تکرار اور مخالفانہ بحث کو چھوڑ کر باہم محبت کے ساتھ بطریق سوال و جواب گفتگو کرو۔"

یہ ہدایت ہے جو ایشور ہمیں ویدوں میں دیتے ہیں۔ اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے آریہ سماج نے اپنے سالانہ جلسوں پر دھرم چرچا کا سلسلہ جاری کیا۔ گو آج اسکی پیروی میں بعض سوسائیٹیوں نے اپنے پروگرام مذہبی مباحثہ کیلئے وقت رکھنا شروع کر دیا ہے تاہم پیشقدمی کا سہرا آریہ سماج کے سر ہی ہے۔ دھرم چرچا کا سلسلہ کئی سالوں سے جاری ہے اور گو حاضرین بحث مباحثہ سے محظوظ ہوتے رہے ہیں۔ تاہم یہ محسوس کر لیا گیا ہے۔ کہ جس غرض سے یہ سلسلہ قائم کیا گیا تھا وہ غرض پوری نہیں ہوتی۔ یعنی یہ کہ نہ تو لوگ راستی اور ناراستی میں تمیز کرنے کے خیال سے مباحثہ میں شریک ہوتے ہیں اور نہ ہی بحث کرنیوالے اس امر کو مدنظر رکھکر بحث کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے حاضرین کو اپنے خیالات سے مستفیض کرنا ہے۔ اس علمی تفریح کو اس نقص سے پاک کرنے اور اس کے اثر کو پائدار بنانے کے لئے لاہور آریہ سماج نے پچھلے سال فیصلہ کیا۔ کہ بجائے دھرم چرچا کے ایک مذہبی کانفرنس منعقد کی جایا کرے جس میں مختلف مذاہب کے وکلاء مقررہ مضمون پر اپنے اپنے خیالات ظاہر کر سکیں۔ اور چونکہ وہ اپنے خیالات بذریعہ تحریر ظاہر کر سکیں گے۔ اسلئے قدرتی طور پر ان میں وہ تلخی نہ ہوگی۔ جو طرفین کے مناظرین کو حاضرین پر اثر ڈالنے کے لئے اپنے کلام میں لانی پڑتی تھی ۔

مجھے افسوس ہے کہ مرزائی اخباروں میں ڈاکٹر چرنجیو بھاردواج کے مضمون کے خلاف نہایت ہی ناواجب طور پر واویلا مچایا گیا۔ مضمون بلا کم و کاست ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور فیصلہ انہی پر چھوڑا جاتا ہے کہ آیا اس مضمون میں واقعی ایسے فقرات ہیں جن سے آریہ سماج مندر میں خون کی ندیاں بہ جانے کا احتمال تھا۔

مخالفین کے مضامین پر آریہ سماج کی طرف سے کوئی رائے زنی نہیں کی گئی کیونکہ نہ صرف یہ کہ آریہ سماج چاہتا ہے کہ لوگ آزادانہ طور پر خود بخود سوچنے کے عادی ہوں۔ بلکہ وہ جانتا ہے کہ جو شخص نرپکش ہو کر اس کتاب کو پڑھیگا۔ وہ خود بخود ہی آریہ سماج کی طرف جھکیگا۔ میں آشا کرتا ہوں کہ میرے بھائی بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ اس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا اس مذہب سے اپنے سابقہ تعصبات کو چھوڑ کر اس کتاب کا مطالعہ کریں گے۔ تاکہ جس مدعا کے ساتھ یہ کتاب شائع کی گئی ہے۔ وہ پورا ہو سکے ۔

آریہ سماج سنسار کو ویدک دھرم کی دعوت دیتا ہے۔ اگر کوئی ایسا بھائی ہو جس کو یہ کتاب پڑھکر اسلام کی فضیلت کا یقین ہو جائے۔ تو آریہ سماج اس کو بڑی خوشی سے اپنے اندر لینے کو تیار ہوگا ۔ مورخہ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۰۸ع

منتری آریہ سماج بچھووالی لاہور

کیا کوئی پُستک (کتاب) ایشور کت

(الہامی) ہو سکتی ہے؟

اگر ہو سکتی ہے تو کونسی؟

(از باوا متھرا پوری جی۔ سناتن دھرمی۔)

منگل آچرن

१ अखण्ड मण्डलाकारं व्याप्तं येन चराचरम्
तत्पदं दर्शितं येन तस्मै श्री गुरवे नमः॥
२ गुरुर्ब्रह्मा गुरुर्विष्णुः गुरुसाक्षा महेश्वरः
गुरुरेव परं ब्रह्म तस्मै श्री गुरवे ममः॥

(۱) اکھنڈ منڈل آکار مے بیاپک آ دیگاو ایسے گورو کو بندنا جن دیا پد ادر۔
(۲) برہما وشن مہیش گورو گورویوں کے دیو۔ پار برہم گورو پایا کرو گورو کی سیو

جناب پریزیڈنٹ و حاضرین جلسہ! بموجب حکم پریزیڈنٹ صاحب میں اپنی تحریر کو پڑھتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ اس کو پریم پورو ک سُنیں گے اور وچاریں گے۔ کیونکہ جب تک کسی بات کو ہر پہلو سے سوچ وچار کر نہ دیکھا جائے تب تک اس کی بابت رائے لگانا اور صحیح نتیجے پر پہنچنا مشکل ہے۔ مضمون زیر بحث (بموجب اشتہار دھرم چرچا) یہ ہے "کیا کوئی پستک (کتاب) ایشور وکت (الہامی) ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو کونسی"؟ اگرچہ مضمون کی وسعت کے لحاظ سے مجھے اس کی طیاری کے لئے بہت ہی تھوڑا وقت دیا گیا ہے۔ تاہم مختصر صورت میں اپنے خیالات پیش کرتا ہوں:۔

دیباچہ لفظ پستک یا کتاب سے بذریعہ حروف انسانی سیاہی سے لکھا ہوا مجموعہ اوراق مراد

لفظ اُکت کے معنے کہا ہوا یا بولا ہوا بذریعہ آلہ کلام ❊
اس لئے لفظ اُکت کا تعلق پستک یا کتاب سے نہیں ہو سکتا۔ بانی (کلام) سے ہو سکتا ہے
پستک (کتاب) کے لئے لفظ لکھت چاہیئے۔ پس با معنے فقرہ یوں ہوگا۔ کیا کوئی بانی (کلام) ایشور کرت
ہو سکتی ہے؟ یا (اگر پستک ہی استعمال کرنا ہو) کیا کوئی پستک ایشور لکھت ہو سکتی ہے؟ دوسرے
فقرے کے متعلق بحث نہیں ہے۔ پس پستک ایشور دکت ہو سکتی ہے۔ تو درکنار لفظ پستک کے
ساتھ لفظ ایشور وکت کا استعمال ہی بے معنی صورت پیدا کرتا ہے اور نہ ہی کوئی پستک
(کتاب) ایشور وکت یا ایشور لکھت (اگر اسی معنے میں لیا جائے) ہو سکتی ہے۔ پرمان ستیارتھ
پرکاش ۱۸۸۴ء ساتواں سملاس ویدوشہ صفحہ ۲۰۶:۔
(پرشن) کیا یہ پستک بھی نتیہ ہے؟ (اُتر) نہیں کیونکہ پستک تو پتر سے اور سیاہی سے بنا
ہے۔ وہ نتیہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کنتو جو شبد ارتھ اور سمبندھ ہیں وہ نتیہ ہیں" پس لفظی بحث تو یہاں
ہی ختم ہے۔ اب ہم کلام۔۔ کے معنوں میں کتاب کو لیں گے۔ یعنی بموجب اشتہار کہیں کہیں پستک یا
کتاب کا لفظ بمعنی کلام استعمال کیا جانا ناجائز نہ خیال کیا جانا چاہیئے:۔
لفظ اکت کے معنے (جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے) کہا گیا یا بولا گیا ہے۔ یہ لفظ آلہ کلام
(کرم اندری) کے فعل کو ظاہر کرتا ہے۔ کرم اندری کے فعل کا مرتکب وہ وجود ہو سکتا ہے۔ جو وہ
اندر رکھتا ہو۔ ایشور نراکار اکھنڈ ایک رس اندری و من سے رہت کہا جاتا ہے۔ یہ آواز جیو کے
ہیں۔ ایشور کے نہیں اس لئے لفظ اکت کرم اندرے رکھنے والے جیو کے فعل کو ظاہر کرتا ہے
نہ کہ نراکار اندر او من رہت ایشور کے فعل کو۔ اس لئے کوئی کلام بھی ایشور وکت نہیں ہو سکتی البتہ
جیو اُکت ہو سکتی ہے۔ اگر کہا جائے کہ اندری و من میں بیاپک ہونے کی وجہ سے اندری کے
فعل کا مرتکب ایشور ہو سکتا ہے۔ تو یہ ہر جیو کی ہر اندری میں بیاپک اسکو ہر جیو کے ہر فعل کا مرتکب
مانا جانے کے قابل بنا دے گی۔ پس نتیجہ صاف ہے۔ کہ یا تو ایشور عضو انسانی کے فعل کا (جس میں
کلام بھی شامل ہے) مرتکب ہو ہی نہیں سکتا۔ یا وہ ہر جیو کے ہر عضو کے فعل کا مرتکب ہے۔ اور اس
لئے ہر کلام ایشور کرت ہے ❊
اگر کسی کتاب کے مضمون کو ازلی اور ابدی صورت میں جوں کا توں ابتدا میں موجود مانا جائے
تو بھی شدھ چیتن سروپ پرمیشور سے اس کا پہلا سروپ استھول جڑ آلہ کلام میں اپنی اصلی صورت
قائم رکھ سکتا۔ یعنی موجودہ کتابوں کا مضمون جو نتیجہ حرکات عضو انسانی ہے اس کے موکھشم

پرکاش کی استہول نقل ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کو جوں کا توں ظاہر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تاہم ہم خاص کلام کو جو اظہار انکشاف راز نہانی کے طور پر خاص الفاظ (افعال عضو انسانی یعنی آلہ کلام) کی ترتیب میں بلا عمل خود مختاری انانیت انسانی ظہور میں آوے۔ کلام الٰہی یا ایشور وکت بانی کہیں گے۔

(۱) کیا کوئی پستک (کتاب) ایشور وکت (الہامی) ہو سکتی ہے؟

(۲) اگر ہو سکتی ہے۔ تو کونسی؟

(۱) ۱۔ تمہید حصول مدعائے مضمون کی خاطر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس موقعہ پر الفاظ ایشورکت والہامی کے معنوں پر بہ حیثیت زباندانی طویل بحث کو نظر انداز کر کے مختصر طور پر بہ حیثیت مذہبی تعلقات الفاظ مذکورہ بالا کے معقول اور اصطلاحی معنے بیان کر دیئے جائیں:—

۲۔ معنے الفاظ "ایشور وکت (الہامی)"۔ ایشور وکت (الہامی) کلام الٰہی۔ آواز آسمانی وغیرہ الفاظ بہ حیثیت بیانات مذہبی اہل مذاہب کی مختلف زبانوں میں ایک ہی معنوں میں لئے گئے ہیں۔ ان الفاظ سے اظہار علم الٰہی (انکشاف راز نہانی) مراد ہے۔ یہ اظہار علم الٰہی مختلف اجزائے انسانی میں مختلف صورتوں میں ظہور پکڑتا ہے۔ وہ خاص اجزائے انسانی جن کا اظہار علم الٰہی سے تعلق ہے یہ ہیں:— آتما (چیتن ستا) بدھی (قوائے عقلی) من (قوت خیالی) اور بانی (قوت کلام) ہیں۔ یہ اظہار علم الٰہی آتما میں گیان سروپ بدھی میں انوبھو روپ من میں چھایا عکس سمان اور بانی میں بہ صورت ترتیب الفاظ۔ نظم نثر۔ راگ وغیرہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور درجہ بدرجہ کمزور ہوتا جاتا ہے +

۳۔ کلام الٰہی میں کونسی باتیں ہونی چاہئیں۔ حواس ظاہری کا تعلق ظہورات مادی سے ہے من کا تعلق ظہورات مادی و حرکات حواس ظاہری کے عکس سے ہے۔ بدھی کا تعلق ظہورات مادی کے باہمی تعلقات اور حرکات جسمانی و نفسانی کے نتائج کی سمجھ بوجھ سے ہو رہا ہے۔ اور آتما کا تعلق بوجہ گستش پیروی ان تعلقات و حرکات کے علم کے انوبھو سے ہو رہا ہے۔ اس لئے عام انزوں کی مخصوصیت و اغراض جسمانی کی تکمیل کے لئے جس کا تعلق حرکات جسمانی و نفسانی اور تعلقات ظہورات مادی سے ہی نظر آتا ہے۔ مشاہدہ و تجربہ حواس کافی اسناد ہے۔ اور اس قسم کے علم کو حاصل کرنے کے لئے اظہار علم الٰہی کی ضرورت نہیں ہے۔ پس علم الٰہی میں لوک اور پرلوک

دویاؤں (ایشور کی ذات وصفات) عالم محسوسات کے ظہورات سے اس کا تعلق - اس کی بھگتی کی ضرورت - اور نتیجے کا علم - اور قدرت کے اُن قوانین اور شکتیوں کی واقفیت جن کا تعلق حواس ظاہری سے نہیں ہے - آتما کی ذات - عروج وزوال - دائمی راحت وسرور کے لئے ترتیب حرکات حواس - پیدائش عالم کا مدّعا - علت اور طریق کا گیان کا بیان ہونا چاہیئے - کیونکہ ان کو حاصل کرنے کے لئے تجربہ حواس ظاہری کافی نہیں ہے - کیونکہ معمولی درجہ انسانی میں ان باتوں کا اثر ہمارے ذریعہ علم (حواس ظاہری) پر نہیں ہو رہا ہے اور آتما کے من اور حواس کے افعال وتعلقات مادّی کے اثر سے موثر ہونے کی وجہ سے آتما پرماتما کا تعلق بھی مفقود ہے +

۴ - اظہار علم الٰہی کی ضرورت - اس عالم محسوسات میں جہاں تک دیکھا جاتا ہے - ہر ایک متنفس دفع رنج وحصول راحت کے لئے کوشش کر رہا ہے - کیا انسان کیا حیوان - کیا پرندکیا درند - کیا بھنگا - کیا پتنگا - سب ہر وقت اسی مدعا کو حاصل کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں - کہ دکھ کا ناش ہو اور سکھ پراپت ہو اور اپنی اپنی کوشش کے مطابق اس کا تھوڑا بہت نتیجہ بھی حاصل کرتے ہیں - اسی کوشش کے دوران میں اشرف المخلوقات انسان کے سامنے یہ سوال آتے ہیں - کیا میری ہستی عارضی ہے یا دوامی؟ کیا موت کے بعد میری ذات باقی رہیگی - یا نیست ونابود ہو جائیگی - چونکہ عموماً تمام ظہورات عالم کی ترکیب واشکال تبدیل اور چھن بھن ہوتی ہوئی دکھلائی دیتی ہیں - اس لئے نتیجہ یہی نکالنا پڑتا ہے - کہ میری حالت میں بھی تبدیلی اور موجودہ شکل انسانی میں نابودگی امر اہم ہے - تاہم یہ سوال پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کیا میرے وجود کا کوئی جزو مفرد ہمیشہ اپنی ذات کو قائم رکھیگا - یا نہیں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دکھ کا باعث کیا ہے اور اس کے دور کرنے کا طریقہ کیا ہے - سکھ کیوں کر حاصل ہوتا ہے چونکہ حرکات جسمانی ونفسانی کے اثرات ہیئت انسانی وحیوانی پر محسوس ہوتے ہوئے صاف دکھائی دیتے ہیں اور اُن میں سے بعض دیرپا ہوتے ہیں - اور بعض جلدی دور ہو جاتے ہیں - اور بعض حالتوں میں دیگر اعمال وحرکات کے اثر اُن کے دفعیہ کا باعث ہوتے ہیں - اس سے نتیجہ صاف نکالا جا سکتا ہے - کہ دکھ اور سکھ کا باعث حرکات قوائے ظاہری وباطنی (کرم) ہیں - اور جہاں تک محقق کو اپنے قیام کا قیاس ویقین ہوتا جاتا ہے - وہاں تک دُکھ کے دور کرنے اور سکھ کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتا چلا جاتا ہے - اور بعض حالتوں میں اسکی کوشش کا نتیجہ مدعائے

مسلمہ کے مطابق ہونا ہے۔ آخر کار اس کے سامنے یہ سوال آتے ہیں۔ کہ کیا فنائے اشکال موجودہ (موت) کے بعد میری ذات قائم رہے گی یا نہیں۔ اگر رہے گی تو کس حالت میں؟ کیا حرکات حالت موجودہ کا اثر اُس پر موجود رہے گا یا نہیں؟ کیا اس ترکیب و انتظام کی علت فاعلی کوئی علیحدہ ہستی ہے یا عناصر مادی کے باہمی تعلقات ہی اس ترکیب و انتظام کا باعث ہیں؟ اگر کوئی علیحدہ ہستی ہے۔ تو اس کی ذات و صفات کیا ہیں؟ اس ترکیب کا انتظام و عمل کیوں کرتی ہے؟ ہماری موجودہ اور آئندہ (اگر کوئی ہو) حالت موجودگی سے کیا تعلق رکھتی ہے؟ اگر ہماری ذات بعد از مرگ باقی رہے گی اور اس پر دُکھ اور سُکھ کا اثر بھی قائم رہے گا۔ تو کن کن حالتوں میں کیسا؟ کیا کوئی ایسا طریق عمل بھی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ دیر کے لئے دُکھ دور ہو جائے اُس کو سکھ حاصل ہو؟ یعنی اگر ہمارے وجود کی کوئی ذات مفرد دائمی ہے۔ تو کس طریق عمل سے وہ ہمیشہ کے لئے دُکھ رہت اور سکھ سہت قائم رہ سکتی ہے؟ اور کہاں اور کس حالت میں؟ معمولی درجہ کا انسان اس عالم محسوسات میں کتنا ہی تجربہ کار کیوں نہ ہو جائے اپنے بعد از مرگ قیام اور اس قیام کی حالت اور کیفیت اور اظہار عالم کی علت فاعلی کی ذات اور حقیقت اور قدرت کے رازہائے نہانی سے عملی طور پر (اپنی کوشش سے) واقف نہیں ہو سکتا اس لئے ان حالتوں اور کیفیتوں کے ظاہر کرنے والے علم کے اظہار کی ضرورت ہے۔ جو مذکورہ بالا اجزائے انسانی (آتما بدھی۔ من۔ گربائی کے مختلف نقاط پر مختلف صورتوں (گیان۔ انوبھو۔ چھایا۔ اور بانی) میں ظہور دکھا دیئے +

یہ بھی امر واقعہ ہے۔ کہ کوئی علم ظاہری یا باطنی قدرت کی مختلف حالتوں قوتوں۔ اور کیفیتوں کی واقفیت اور جوڑ توڑ سے فائدہ دینے والا یا اُن کے نقصان دہ اثروں سے بچانے والا (جو انسانی کوشش کا مدعا ہے) تجربہ کار سکھانے والے کی مدد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے مذکورہ بالا سوالات کے جوابات جن حالتوں اور کیفیتوں اور حقیقتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اُن سے عملی طور پر واقف اور تجربہ کار استاد کے دئے ہوئے علم کے بغیر اُن سے واقفیت کا حاصل ہونا قطعی ناممکن ہے۔ جبکہ عالم محسوسات اور حواس انسانی کے تعلق مشاہدہ اور تجربہ کی موجودگی کی صورت میں ان کے مختلف درجات۔ تعلقات۔ حالات اور نتائج سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے واقف عامل اور تجربہ کار استاد کے دئے ہوئے علم کی ضرورت ہے۔ تو درجات عروج روحانی آتما اور پرماتما کی ذات و صفات ان کے تعلق قیام اور راحت دائمی

وغیرہ سے عملی اور انوبھوی واقفیت حاصل کرنے کے لئے واقف اور تجربہ کار استاد سے کے دئے ہوئے علم کی کیوں ضرورت نہیں ہے۔ سوائے ذاتِ مطلق ازلی و ابدی مالک و منتظم کائنات کے ایسے علم کا استاد کوئی نہیں ہو سکتا۔ جس کے دئے ہوئے علم کا نام اظہار علم آلٰہی ہے۔ اسی کا نام انکشاف رازِ آلٰہی ہے۔ یہی علم ایشورکت یا الہامی کہلاتا ہے۔ جو معمولی ارشادی ظہورات کی طرف سے بذریعہ حواس قوائے خیالی و عقلی آتما تک پہنچے۔ اُسے علم محسوسات کہنا بجا ہے۔ جو تجربہ حواس ظاہری سے حاصل ہوتا ہے۔ جو انکشاف اندرونی غیر مادی ہستی کیطرف سے بذریعہ آتما بدھی من اور بانی ظہور میں آوے۔ اسے اظہار علم آلٰہی یعنی ایشورکت (الہامی) کلام کہنا ٹھیک ہے جس کی ضرورت کا انانیت زندگی (جیو آتما) کی دیرپا یا دائمی راحت سے نہایت ضروری تعلق ہے +

۵۔ طریقِ اظہار علم آلٰہی۔ ایشورکت ودیا کا پرکاش مختلف درجات میں مختلف طریقوں میں اپنا ظہور دکھاتا ہے۔ ان میں سے تین خاص صورتوں کا ذکر تشریح اظہار علم آلٰہی کے لئے کافی ہوگا +

(الف) کسی خاص وجود انسانی کے اجزائے مذکورہ بالا (آتما بدھی۔ من۔ بانی) میں چمکدار آفتابِ علمِ حقیقی (ایشوری ستا کے پرکاش) سے علم آلٰہی کا خاص طور پر خود بخود جلوہ گر ہو کر عام انسانوں کے ذرائع علم (حواس ظاہری) کی گرفت کے قابل بننا یعنی بصورت ترتیب الفاظ اور نظم نثر راگ وغیرہ ظہور دکھا کر جیوؤں کو حسب ضرورت تعلیم دینا۔ اس کو ایشور کا شدھ اور پوتر انسانوں کے ذریعہ حالت وجد میں اپنا علم ظاہر کرنا کہتے ہیں +

(ب) عالم روحانی کی ذات حقیقی میں سے باخبر صورت انسانی میں نمودار ہو کر گیانی پرشوں کا عملی انکشاف علم آلٰہی عام جیوؤں پر ظاہر کرنا ہے ایشور کا رشی یا پیغمبر کے ذریعہ اپنے علم کا ظاہر کرنا کہتے ہیں +

(ج) آلاتِ انسانی (اجزائے مذکورہ بالا) کو دائرہ علمیت کے نقطہ مرکزی پر قائم کر کے انانیت برہمانڈی کا خود اپنے علم کی باعمل تعلیم کا اظہار دکھانا جو ایشور کا اوتار سروپ میں اپنا علم ظاہر کرنا کہلاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک طریق پر ظاہر شدہ علم ایشورکت بانی یا کلام آلٰہی کہلاتا ہے۔ جس کے اظہار کی اصلی وجہ ایک ہی ہے۔ صرف بلحاظ ضروریات و حالات انسانی درجات میں اختلاف ہے +

۶- ہر سہ طریق پر اظہار علم کی ضرورت - (۱) پیدائش کائنات کے شروع میں جب جیوؤں کی ضروریات کم ہوتی ہیں - اُن کو انتظام و کاروبار دنیاوی سے فرصت ہوتی ہے - سامان زندگی کافی ہوتا ہے - ترقی روحانی کے لئے انکشاف علم الٰہی کی ضرورت ہوتی ہے - یہ علم ایشور کی ذات سے جیوؤں کی حالات پوترتائی - سابق سنسکار اور درجہ روحانی کے مطابق مختصر اور مفصل صورت میں ظاہر ہوتا ہے - اس کا پھیلاؤ رفتہ رفتہ جیوؤں کی حالت کے مطابق اندرونی و بیرونی مدد سے ہوتا چلا جاتا ہے - اس علم کی مدد سے جیو ترقی کرتے رہتے ہیں +

(۲) انقلاب زمانہ سے جب جیوؤں کی حالت کمزور ہو جاتی ہے - عامل پُرش گم ہو جاتے ہیں - لوگوں کی ضروریات بڑھ جاتی ہیں - فراہمئی سامان زندگی سے کم فرصت ملتی ہے - سامانِ ترقئی روحانی کم حاصل ہوتا ہے - مذہبی ہدایات پر کم علمی کی وجہ سے اعتراضات ہونے لگتے ہیں اس صورت میں راز نہانی سے واقفیت رکھنے والے گیانی پرش باخبر بصورت استاد پرگٹ ہو کر علمی اور عملی کارروائیوں سے جیوؤں کو تعلیم دیتے ہیں - اُن کو اپنے پیچھے لگا کر لوک و دیاؤں کی ترقی پھیلاتے ہوئے ان کو سردر دائمی کے حاصل کرنے کے لائق بناتے ہیں - اور مفصل اور مشرح طور پر انوبھوی بانی کے ذریعہ اپنا اپدیش کرتے ہیں - ان کا کلام بھی جو انکشاف علم الٰہی کا نتیجہ ہوتا ہے الہامی کلام کہلاتا ہے +

(۳) پھر کبھی انقلاب زمانہ کی وجہ سے عام طور پر سابق ودیا گم ہو جاتی ہے - گیانی جیو ایک خاص درجہ ترقی پر رُک جاتے ہیں - بعض انسانوں میں ظلم کا درجہ حد سے بڑھ جاتا ہے - پوترآتما بھگتوں کو پاپی اور ظالم لوگوں کی ناجائز سختیوں سے سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے - سابق ظاہر شدہ علم کے ہدایات کے بموجب اعمال کے نتیجہ سے بڑھ کر واقفیت دینا منظور ہوتا ہے - اس وقت انانیت برہمانڈی یعنی ایشور مذکورہ بالا اجزائے انسانی کو نقطہ مرکزی پر قائم کر کے اپنی خاص سنّا سے اپنی طاقت اور علمیت کا اظہار دکھاتا ہے - اور بصورت استاد علمی اور عملی تجربوں کی مثال سے مختلف قسم کے ادھکاری و سنسکاری جیوؤں میں عروج روحانی کا عمل اور اُپدیش ظاہر کرتا ہے - جس کو نہایت اعلیٰ درجہ کا پرم پد کو پہنچانے والا ایشوری اُپدیش (الہام) کہتے ہیں - جس کا اظہار خاص جیوؤں کی اعلےٰ ترقی عام لوگوں میں پرمارتھی اعمال کے تازہ کرنے اور بدکرشٹ جیوؤں پر اعمال ترقی کا بیج ڈالنے کے لئے نہایت ضروری ہے +

چونکہ مختلف انسانوں کے سنسکار عمل طاقتیں حالتیں اور ضروریات زندگی وغیرہ مختلف

درجات اور مختلف طریقوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی کہیں نہایت عمدہ سنسکاری طاقت اور فرصت رکھنے والے ستوگن پر دھان پونر آتما جیوؤں کی کثیر تعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی کہیں پر بالکل وحشیانہ طریق پر چلنے والے تموگن پردھان ظالم اور جاہل لوگ بڑھ جاتے ہیں اس طرح کی ہزارہا حالتیں مختلف زمانوں میں اور ایک ہی زمانہ میں مختلف مقاموں میں دیکھی جاتی ہیں۔ کبھی کہیں پر گرمی سردی اور بارش کی قلت ہوتی ہے۔ کبھی شدت اور مختلف قسموں کی خوراکوں والے درخت بوٹے کبھی کم کبھی زیادہ ہوتے ہیں۔ غرض ہزارہا قسم کی تبدیلیاں اور درجات قدرت میں دیکھے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اسی کے مطابق درجات علوم دید مذہبی مختلف صورتوں اور درجات میں اُن لوگوں پر ظاہر کئے جاویں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انسانی حالتوں اور درجات کے مطابق قدرت کے ہزارہا قسم کے اختلافات کے بموجب مختلف زمانوں اور مقاموں میں ہر سہ طریق سے ایشور کت علم الٰہی کا اظہار قانون قدرت کے عین مطابق اور نہایت ضروری ہے +

۷۔ ہر سہ طریق پر الہام کا امکان ۔ (۱) واقعات میں یہ مثال پائی جاتی ہے۔ کہ مسمریزم کے عمل میں عامل معمولی کی قوت خیالی اور حواس پر اپنی قوت ارادی کا ایسا اثر ڈالتا ہے۔ کہ اپنا ارادہ اُس کے من میں بصورت عکس قوت کلام میں بصورت الفاظ قائم کر کے صاف دکھلا دیتا ہے یہاں تک کہ اُس کے دیگر اعضائے جسمانی سے بھی بصورت حرکات وہ ارادہ ظاہر ہوتا ہوا پایا جاتا ہے۔ جب ایک محدود آتما میں اس قدر طاقت ہے کہ اپنے درجہ عمل کے مطابق دوسرے شخص کے من اور حواس پر اپنی قوت ارادی کا اثر ڈال کر اس کا اظہار دکھا دیوے۔ تو سب پر غالب سب سے بلوان پرمیشور میں کیوں یہ طاقت نہیں ہو سکتی۔ کہ دوسرے شخص کے دل و دماغ اور حواس کے ذریعہ اپنی قوت ارادی کے اثر سے اپنے علم کا اظہار دکھاوے +

۲۔ جس طرح معمول عامل کے خیالات حاصل کر کے اس کے عمل اور قوت ارادی کی مضبوطی کے درجہ کے مطابق اس کے خیالات حاصل کر کے دور دور کے واقعات اور رازہائے نہانی بیان کرتا ہے۔ اور اس حالت میں اور بعد ازاں بھی (اگر عامل چاہے) ان سب حالتوں کو جانتا ہے۔ جس طرح ایک یوگ ابھیاسی عروج روحانی کے خاص درجہ پر قدرت کے پوشیدہ بھید جانتا ہے۔ اور باہوش و حواس حسب ضرورت بیان کر سکتا ہے۔ عین اسی طرح ایشور کے راز سے واقف قوانین قدرت کے بہت سے بھید کو جانتا ہوا گیانی پرش

ایشور کے منشائے رشی یا پیغمبر کی صورت میں بھیجا ہوا ایشور کے متعلق اپنے تزکیش اور انوبھوی گیان کو ایشوری پریرنا سے بیان کرتا ہے۔ اور دوسرے جیووں کو روحانی ترقی میں مدد دیتا ہے۔ ایسے مہاتماؤں کا بیان روحانی کلام کہلاتا ہے۔

۳۔ انانیت برہمانڈی Universal spiritual Essence

Central Focus ایشور دائرہ علمیت کے نقطہ مرکزی (سنٹرل فوکس) پر مقیم آلات انسانی کے ذریعہ اپنی ذات وصفات وغیرہ کا علم نہایت اعلےٰ تر درجہ میں جیوؤں کی ترقی روحانی کے لئے ظاہر کرتا ہے اس قسم کا کلام خاص کلام الٰہی کہلاتا ہے۔

جس طرح کہ عامل اپنی قوت روحانی کے اثر سے معمول کی انانیت (آپے) کو گم کرکے اس کے قوائے خیالی وحواس کو اپنے دائرہ علمیت وارادے کا نقطہ مرکزی بنا کر اس میں سے اظہار خیال کا ظہور دکھاتا ہے۔

اس تشریح کو زیادہ دلائل سے طول دینے کی ضرورت نہیں۔ ایک ہی مثال پر غور کرنے سے ہر درجہ وطریق کے الہام کا امکان سمجھ میں آسکتا ہے۔

۸۔ کلام الٰہی کس زبان میں ہونا چاہیئے۔ جب دنیا میں کوئی زبان مکمل اور اعلےٰ ترین صورت میں موجود نہیں ہوتی۔ تو اظہار علم الٰہی بمعہ علم زبان ظاہر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ قدرت کے بعض دیگر قوانین ورازہائے نہانی کی طرح علم زبان دانی بھی مکمل اور باقاعدہ نظم ونثر وغیرہ کی صورت میں سکھائے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ پس علم زبان کے لئے بھی الہام کی ضرورت ہے۔ اگرچہ انسان قوت ادراک وذریعہ اظہار کلام کی مدد سے کوئی آوازیں بصورت الفاظ وفقرات معمولی ضروریات کی فراہمی کے لئے قائم کر لیتے ہیں۔ تاہم ان سے صرف محدود مادی حرکات وحواس ہی مراد ہوسکتی ہے۔ اسطرح قائم کی ہوئی صورت زبان میں ایشور کی ذات وصفات قوانین قدرت کے عجیب وغریب کرشموں۔ رازہائے نہانی اور دیگر بہت سی قوتوں اور کیفیتوں کے لئے جنکا تعلق ترقی روحانی سے ضروری ہے۔ کوئی ترتیب الفاظ کی بہترین صورت کے قواعد موجود نہ ہوں گے۔ مذکورہ بالا صورتوں اور کیفیتوں کے علم کے ساتھ الہام کے متعلق صورت اظہار کا ہونا نہایت ضروری ہے۔

اور کیفیتوں اور حرکتوں کے ظاہر کرنے کے لئے نظم و نثر وغیرہ کی اعلےٰ سے اعلےٰ صورت میں علم زبان کا اظہار بھی امر ضروری ہے۔ خیال ہے۔ کہ اظہار علم زبان کی اس لئے ضرورت نہیں۔ کہ کسی ملک کی زبان میں کلام الٰہی کے ظاہر کرنے کی صورت میں ایشور پکشپاتی سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ پکشپات کے الزام سے وہ کئی صورتوں سے نہیں بچ سکتا۔ مثلاً خاص شخص یا اشخاص کے آتما میں گیان کا پرکاش کرنا جیووں کو مختلف درجات اور حالتوں میں پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ سب باتیں اس کو پکشپاتی ٹھیرا سکتی ہیں۔ اگر ان صورتوں میں پکشپات سے اس کی بریت کے لئے ان مختلف حالتوں کی وجہ جیووں کے اعمال کہے جاویں۔ تو کسی ملک کی زبان میں نزولِ علم الٰہی کا باعث بھی اُن لوگوں کے کرم (اعمال) قرار دئے جا سکتے ہیں۔ غرض علم الٰہی کے اظہار کے ساتھ علم زبان کا اظہار ایشور کے پکشپات سے تعلق نہیں رکھتا اس کی وجہ صرف مکمل زبان کی عدم موجودگی ہے۔ البتہ جب دنیا میں باقاعدہ مکمل زبان موجود ہوتی ہے۔ تو اس وقت اظہار علم اسی زبان میں کیا جاتا ہے۔ تعلیم دینے کے وقت استاد کی بھی کوشش ہوتی ہے۔ کہ لڑکوں کو علم آجاوے۔ اس لئے تشریح علم کے لئے جہاں تک ممکن ہوتا ہے۔ وہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو لڑکوں کی زبان میں موجود ہوں البتہ جہاں اُن کی زبان کے الفاظ نہیں ملتے وہاں بمعہ ترتیب الفاظ اظہار علم کی تعلیم دینی ضروری ہوتی ہے۔ اسی طرح ایشور بھی جب زبان ٹھیک طریق پر موجود ہوتی ہے۔ تو اسی زبان میں اظہار علم کرتا ہے۔ مگر جب زبان موجود نہ ہو۔ تو بمعہ علم زبان علم ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ وید شاستروں کی صورت میں علم الٰہی کا اظہار بمعہ علم زبان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس وقت کوئی باقاعدہ مکمل زبان اُن کی صورت اظہار کے لئے موجود نہ تھی۔ بھگوت گیتا کا اُپدیش اس وقت کی زبان میں ظاہر کیا گیا۔ جبکہ سنسکرت زبان مکمل طور پر موجود تھی۔ اسی طرح دیگر گرنتھوں کے مضامین بھی جو بعد میں جیووں کی حالتوں کے بموجب ظاہر ہوئے۔ اس وقت کی زبان کے مطابق۔ رشیوں پیغمبروں اور اوتاروں کے ذریعہ ظاہر کئے گئے ٭

یہ صحیح ہے کہ حقائق انکشاف اصولِ حالت یعنی آوازوں (الفاظ) کی صورت میں سوکھشم حالت (آتما میں گیان اور پرکاش) سے بدرجہا کمزور ہوتے ہیں۔ تاہم ذریعہ اظہار انکشاف سوائے خاص ترتیب الفاظ اور کچھ نہیں ٭

۹۔ ایشورکت گیان (کلام الٰہی) کی ضرورت کب و کہاں ہوتی ہے۔ اول۔ ابتدائے

آفرینش عالم میں جہاں آبادی ہوئی ہو۔ کیونکہ پیدائش عالم کے دیر بعد ایشورکت گیان کے پرکاش ہونے کی صورت میں پہلے لوگ دھرم کرم کے اعمال و افعال سے خالی رہ جاینگے۔ ابتدائی آبادی میں ایشورکت گیان کے پرکاش کی اس لئے ضرورت ہے۔ کہ اس سے بہت سے لوگ عالم علم الٰہی ہوکر اس علم کو دور و دور تک جہاں جہاں وہ پھیلے جاویں گے پھیلا دیں گے۔ اس مختصر بیان سے ابتدائے پیدائش کائنات میں آبادی میں علم الٰہی کا ظاہر ہونا سمجھ میں آسکتا ہے +

دوم۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ جب دنیا سے عامل لوگ گم ہو جاویں اور جو کرم دھرم میں ڈھیلے پڑ جاویں۔ علم و عمل کا سامان میسر نہ ہو سکے۔ اس صورت میں پھر اس علم کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے۔ سوئیم۔ خاص درجہ ترقی روحانی پراپت ہونے کی صورت میں پاپ ادھر ادھر بڑھ جانے کی صورت میں کمزوروں اور بھگتوں کو تکلیف ہونے کی صورت میں عملی واقفیت جاتے رہنے کی صورت میں اس علم کے باعمل پرکاش کی خاص طور پر ضرورت ہوتی ہے +

۱۰۔ کلام الٰہی کے ساتھ الفاظ کہاں سے آتے ہیں۔ مرکب آواز انسان جس سے خاص حالت یا حرکت مراد رکھی جاتی ہے۔ لفظ کہلاتی ہے۔ انسان کے جسم میں چھاتی سے لے کر ناک تک اور ان مقاموں کے اوپر نیچے ادھر ادھر مختلف نقطوں پر حرکت اندرونی کے ظاہر ہونے سے مختلف صورتوں میں آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہ آواز عموماً قوت ارادی کے اظہار خیال کا نتیجہ ہے۔ اور مختلف نقاط پر مختلف اونچی نیچی سروں اور ترتیب میں ظاہر ہوتی ہے تموگنی حالت میں دیگرگوں اور ستوگنی حالت میں اور طرح۔ رجوگنی حالت میں اور طرح قوت ارادی و علمی کے گہرے اور ذہین خیال کا اظہار جن الفاظ میں ظہور میں آتا ہے۔ سرسری حرکت سے ان الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ گیان اور انبھو کی صورت میں جس روانگی اور سروپ میں ارادہ انسانی ظاہر ہوتا ہے۔ جہالت اور تموگنی حالت میں اُس سروپ میں ظاہر نہیں ہوتا۔ غرضیکہ مختلف الفاظ کے مختلف صورتوں میں پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ ارادہ ضمیر انسانی مختلف نقاط اندرونی پر مختلف حرکات کی صورت میں آوازوں کی مختلف ترتیب ظاہر کرتا ہے۔ پھر جس طرح ایک ہی قسم کی کلیں اور باجے ذرہ سے بناوٹی فرق کی وجہ سے مختلف آوازیں دیا کرتے ہیں اسی طرح مختلف ملکوں کے باشندوں میں اور بعض صورتوں میں ایک ہی ملک کے باشندوں

میں اختلاف ترکیب و ترتیب اور آب و ہوا کھان پان وغیرہ کی وجہ سے اظہار ارادہ مختلف صورتوں کی آوازوں (الفاظ) میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مختلف ملکوں کے باشندوں کی زبانیں مختلف ہیں۔ اور بعض صورتوں میں ایک ہی ملک کے لوگوں میں اختلاف ترتیب آواز پایا جاتا ہے۔ اسی طرح ایشوری گیان بحر محیط عالم یا آفتاب عالم تاب وانی سے بصورت موج رواں یا اشعاع نورانی حرکت میں آکر بصورت کرشمۂ علمیت آتما و من میں سے ہوتا ہوا۔ سب سے اونچے نقطہ پر آواز کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اسی طرح پیدا شدہ الفاظ اپنی اصلیت کی پوترتائی اور اسکے تر درجہ کی وجہ سے نہایت عمدہ موثر آوازوں کی ترتیب میں نمودار ہوتے ہیں۔

یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیگر اشیاء کی سوکھشم و استھول حالتوں کی طرح آواز کی بھی سوکھشم و استھول درجات میں سوکھشم و استھول حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک ہی آواز کا جو سروپ سوکھشم منڈل مثلاً ہوا میں ہوتا ہے۔ اسی آواز کا استھول منڈل مثلاً زمین میں وہ سروپ نہیں ہوتا۔ ایک باجے کے ۱۲ پردوں میں علیحدہ علیحدہ آوازیں ہیں۔ اسیطرح پرکرتی کے سوکھشم واستھول پردوں میں ایک ہی آواز کی نقلیں درجہ بدرجہ تبدیل ہوتی جاتی ہیں۔ اور ابتدائی نہایت سوکھشم حالت کو آخری نہایت استھول حالت پورے طور پر ظاہر نہیں کر سکتی اسیطرح انکشاف علم روحانی آتما میں اصلی سروپ میں پرگٹ ہوتا ہے۔ اور جیسے جیسے اس کا درجہ نیچا ہوتا جاتا ہے۔ اس کا سروپ بھی استھول ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ کلام کی صورت میں نہایت استھول روپ میں تبدیل ہو کر ظاہر ہوتا ہے +

استھول آواز کا مخرج مایا منڈل میں ہے۔ علم الٰہی کا نکاس ایشور ہے۔ اس لئے وہ گیان اور علمی انکشاف کلام (مجموعہ و ترتیب آواز ہائے انسانی) میں اس کی اصلی صورت ظاہر نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ تشریح کی ضرورت اور علم الٰہی کے اظہار کا یہی طریق ہے کہ آتما میں بیج روپ نمودار ہو کر جو نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ کلام میں درخت روپ ہو کر بھی وہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ اسی لئے گلشن وگلزار کی صورت میں چھپتا جاتا ہے۔ یعنی گیان سروپ میں ظاہر ہو کر الفاظ کی ترتیب نظم و نثر سنگیت کی صورت میں پڑھنا جاتا ہے۔ اور انقلابات زمانہ کے اثر سے بعض بعض انگوں میں مرجھاتا اور تازہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر تاہم عجب آتما کی پریرک شکتی اپنی چیتن ستا سے قوت ارادی کو پیدا کر کے سوکھشم اور استھول (لطیف وکثیف) اجزا میں حرکت مطلوبہ پیدا کر سکتی ہے۔ اور بذریعہ بانی الفاظ مطلوبہ ظاہر کر سکتی ہے نور پرماتما

کی نہایت طاقتور شکتی جو آتما میں بیاپک ہے۔ ان اجزاء میں حرکت مطلوبہ پیدا کرکے آوازوں کی مطلوبہ ترتیب کیوں پیدا نہیں کر سکتی۔ انسانی وجود کے درمیان کسی نقطہ زیریں سے شروع ہو کر چوٹی تک ایک نہایت باریک خلائے مرکزی ہے۔ جس کے مختلف نقاط پر روحانی حرکت کا اظہار علمیت راز الٰہی کو لئے ہوئے اپنا ظہور دکھاتا ہے۔ انانیت انسانی یں من و حواس کے ساتھ لپٹ کر باہر لکھی ہو جانے کی وجہ سے اس اظہار کو انوبھو نہیں کر سکتی۔ جوگی لوگ حالت مراقبہ (سمادھی) میں اس کو انوبھو کرتے ہیں اور کبھی کبھی پورن آتما ئیں۔ اس سے مسرور و مخمور ہو کر اس کا لطف اُٹھاتی ہیں۔ یہی ظہور آواز غیب انہد شبد یا آکاش بانی کہلاتا ہے یہی ظہور ایشور کی موجودگی کو ثابت کرتا ہے۔ جیسے ایک مہاتما فرماتے ہیں ؎

گورو دکھلائی موری۔ جہاں مرگ پڑت ہے چوری + مرند لیئے در دا جے۔ تہاں باجے انہد باجے

کنبد کنول جل بھریا۔ جل میٹیا اوپا کریا۔

کہو کبیر جن جب انیا۔ جن جانیا تن من مانیا۔

(آدگورو گرنتھ صاحب)

جس قدر اس کے ساتھ میلا ہوتا جاتا ہے۔ اسیقدر ایشوری کاریگری اور حکمت عمل کی ذات پر منکشف ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کو کئی قسم کی اُدبھت طاقتیں حاصل ہوتی جاتی ہیں۔ یہ ظہور ہر ایک نقطہ پر یکساں نہیں ہوتا۔ کیونکہ انتظام ترکیب کے مطابق قدرت کی طاقتیں مثلاً روشنی بجلی۔ قوت مقناطیسی وغیرہ ہر جگہ بیاپک ہوتی ہوئی بھی مختلف اشیاء مثلاً پتھر۔ تلوار مٹی لکڑی پانی وغیرہ میں بلحاظ ترکیب اجزا و لطافت و کثافت کمی بیشی سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ اسی طرح ایشوری ذات و صفات کا جلوہ۔ آتما۔ بدھی۔ من۔ حواس میں بلحاظ درجات لطافت و کثافت کمی بیشی سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایشوری ذات کی دائمی صفت وید (علمیت ابدی) آفتاب روحانی میں سے بصورت اشعاع نورانی خاص پرپریا سنے پرکاش کو اختیار کرتی ہوئی انانیت انسانی کو مختلف سوگھشم واستھول نقاط اندرونی پر مختلف درجات میں انوبھو ہوتی ہے یہی پرکاش روپ کرنیں یا دھاریں جو نہایت اونچے نقطہ اندرونی پر مختلف علوم کو لئے ہوئے اپنا جلوہ دکھاتی ہیں۔ منتر۔ رچائیں۔ شرتیاں۔ سوتر۔ آیتیں وغیرہ کہلاتی ہیں۔ یہی علم ابتدائے پیدائش سے لے کر مختلف درجات انسانی کے مطابق مختلف درجات و صورتوں میں کل ضروریات انسانی کو پورا کرنے کے لئے ظاہر ہو کر فنائے اشکال تک دنیا میں قائم رہتا ہے

اور ایشور کی ذات میں ہمیشہ موجود ہے۔ اس کے ایدیش ساد ہارن صورت میں کل جیووں کے لئے اور خاص صورتوں میں خاص درجہ انسانی سے ترقی دینے کے لئے حسب ضرورت جیووں پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اس کا پھیلاؤ جیووں کی ضروریات کے مطابق ہوتا جاتا ہے۔ کبھی کبھی اس کی کمی ہو جانے کی صورت میں پھر اسی طریق سے پھیلاؤ شروع ہوتا ہے۔

۱۱۔ ایشور وکت (الہامی) پستک (کتاب) کونسی ہو سکتی ہے؟

جس کتاب میں لوک اور پرلوک ودیا مثلاً علم مذہب۔ علم جوتش۔ علم سائنس۔ علم تاریخ علم موسیقی۔ علم زبان (جس میں نثر و نظم و دلیل بازی کے قواعد وغیرہ شامل ہیں) علم حکمت وغیرہ جو بہ حیثیت پیارتھ تکمیل ضروریات انسانی کے لئے ضروری ہیں۔ اور جو مذکورہ بالا طریق سے ظاہر ہو کر انسان کو حاصل ہوئے ہوں۔ پائے جاویں وہ کتاب الہامی ہو سکتی ہے۔

ایشور وکت کلام کی صداقت کا اصلی ثبوت اس وقت مل سکتا ہے۔ جب اس کا اظہار ہو۔ یا جب عاملوں کی سنگت سے ان کے بیانات کے مطابق نتیجے حاصل کئے جاویں۔ کیونکہ پورے گیانی و دیا کو پرکاش کرنے والے مہاتما اور عاملان علوم آلہی اپنی طاقت اور پوترتائی سے اپنے سیوکوں اور سنگیوں پر اثر ڈالکر ان کو درجہ تسلیم پر لے آتے ہیں اور پھر ان کی شہادتیں عام جیووں کو کلام آلہی کی صداقت کا یقین دلاتی ہیں۔ یہ یقین بعد ازاں تجربہ کے مطابق بڑھتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آخرکار اُن کو درجہ بدرجہ عین الیقین کے درجہ تک پہنچا تا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں الفاظ کلام آلہی کی آوازوں معنوں اور کرشموں کا عجیب و غریب اثر بھی اُن کو پڑھنے اور سننے والے کے یقین کا باعث ہوتا ہے۔ اور نیز اس کے مضمون کی ضرورت جبکہ حیوان انسانی حالت میں اس کو تیار کرنے کی نافعیت رکھتا ہو۔ اس کے الہامی ہونے کو ثابت کرتی ہے۔

۱۲۔ کون کونسی کتابیں الہامی ہیں؟

(۱) پرانی سے پرانی کتابیں جن میں ہر ایک قسم کا علم اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ تک پایا جاتا ہے ہندوں کے ویدک گرنتھ ہیں۔ ان گرنتھوں میں علمی حقائق انسانی درجہ تحقیقات عقلی سے بہت اعلےٰ تر درجہ تک بیان کی ہوئی ہیں۔ ایک ہی زبان کے الفاظ اس قدر دقیق اور باریک معنے رکھتے ہیں۔ کہ جیسے جیسے انسانی علم و واقفیت کا درجہ بڑھتا جاتا ہے۔ ان کے معنے

زیادہ وسیع اور دقیق معلوم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان گرنتھوں میں وید (منتر سنگتا، برہمن اپنشد) پوران۔ اتہاس۔ شاستر شامل ہیں۔ جن میں منتروں، سمرتیوں، سوتروں اور شرتیوں کی صورت میں اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ تک علمی نقطے اور ہدایات ملتی ہیں۔ ان پستکوں میں بھارن عام درجہ سے علم کشٹر دیکر کے اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ عروج روحانی تک اُپدیش پائے جاتے ہیں۔ کرم اپاسنا۔ گیان۔ تینوں۔ بانیں۔ ایشور کے خاص سروپ کے علم اور اس کی ذات سے ہدایت ہو جانے تک اُپدیش دیتی ہیں۔ یہ گرنتھ ایک ہی طریق سے ظہور میں آئے پیدائش کائنات کے وقت قدرت کی دیگر اشیا و اشخاص کی طرح ان کا ظہور بھی تمام کائنات کے مصالح اور وریاؤں کے بمنظر ار ایشور سے ظاہر ہوا اور انانیت روحانی کی صورت انسانی میں نمودار ہوتے ہی خاص درجہ اور حالت میں کل علم بھی اس کے ساتھ نزول اور ظہور میں آیا۔ بعد ازان حسب ضرورت اس کا پھیلاؤ ہوتا گیا۔ یہ کتابیں سنسکرت میں جو بحیثیت علم زبان کسی ملک اور کسی قوم کی زبان نہیں ہے۔ موجود ہیں۔ ان کے مضامین مع علم زبان ظہور میں آئے وقتاً فوقتاً ان کا پھیلاؤ بھی اسی زبان میں ہوا۔ دیگر موقعوں پر ان کے علوم کی دوبارہ تازگی بھی اسی زبان میں اسی طریق سے ہوئی۔ اور خاص خاص زمانوں اور مقاموں میں حسب ضرورت ان کا اظہار مختلف درجات حالات اور زبانوں میں بھی ہوا اور ہوتا رہتا ہے ؛

(۲) انقلاب زمانہ سے لوگوں کی حالت میں سخت نمو گن اور وحشیانہ درجہ پیدا ہو جانے کی صورت میں خاص خاص ہدایات کا بموجب ضرورت دیگر زبانوں میں بھی جو ان لوگوں کی بولچال میں ہوں۔ بصورت کلام الٰہی ظاہر کیا جانا ممکن ہے ؛

(۳) کسی خاص درجہ انسانی سے اوپر اٹھانے کے لئے خاص طریقے اور قواعد میں کلام الٰہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کلام عارضی طور پر عمل کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے جیسے انسانی درجہ ترقی کرتا جاتا ہے۔ ویسے ویسے یہ قواعد بہت کچھ تبدیل ہوتے جاتے ہیں۔ آخرکار یہ ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کی علمیت کے بہت سے حقائق اور اپدیش ابتدائی علم کے ہدایات سے ملتے ہیں۔ آخرکار ان لوگوں کا درجہ روحانی اس قدر ترقی کر لیتا ہے۔ کہ وہ سندروپ تمام علمی اپدیشوں اور ہدایات کو ذریعہ نجات سمجھ کر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی صداقت کو انوبھو کرتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ اور گزشتہ زمانے میں ایسا بات کی بہت سی مثالیں جن کا آگے ذکر کیا جائے گا ملتی ہیں

توریت - زبور - بائیبل اور قرآن شریف لوگوں کی حالت اور درجہ انسانی کے مطابق خدا کی طرف سے ان لوگوں کو ادنکا تعلیم دینے کی غرض سے نازل کی گئیں۔ واقفات سے پایا جاتا ہے - کہ بموجب ترقی درجہ انسانی ان عارضی قواعد میں تبدیلی ہوتی گئی - اور مختلف پیغمبر صاحبان نمودار ہو کر اُن کو ظاہر کرتے رہے - یہاں تک کہ موجودہ صورت میں اُن کا بہت سا حصہ جو نہایت اعلےٰ سمجھا جاتا ہے - ویدک گرنتھوں کی نہایت ادنےٰ حصے سے مطابقت رکھتا ہے - چنانچہ خدا کا ساتویں آسمان پر ہونا - انسان کو بموجب اعمال بہشت میں حوروں وغیرہ کا ملنا - خدا کا جلوہ نورانی صورت میں موجود ہونا بصورت آواز خدا کے ظہور سے ملاپ ہونا - نیک اعمال کرنا - کسی کو بے فائدہ ضرر نہ پہنچانا - مختلف خوراکوں سے پرہیز کرنا - وغیرہ وغیرہ ان آسمانی کتابوں کے اعلےٰ درجے کے اپدیش ہیں - اور ہندوستان کی کتابوں میں سورگ میں امرت پھل اور اپسراوں کا حصول ایشور کا جلوہ یعنی آتما کا سروپ پرکرتی کے سات کوشوں سے پرے ہونا نہایت نورانی پرکاش اور انہد شبد کا جوگی کے قلب میں پرگٹ ہونا - کرم دھرم کرنا دشمنوں تک کو دکھ نہ دینا - تموگن اہار سے پرہیز ادنےٰ درجہ کے جیووں کے لئے اپدیش ہیں - اعلےٰ ترین درجہ کا اپدیش جو بھگوت گیتا اور اپنشدوں میں پایا جاتا ہے - وہ یہ ہے - کہ سورگ - آدمی کے بھوگوں کو چھوڑ کر وید میں بیان کئے ہوئے کرم پھلوں کی خواہش کو تیاگ کر جوگی لوگ پرماتما کے بیان شدہ چیتن سروپ میں لین ہوتے ہیں - اور برہم روپ ہو کر دائمی سکھ کو حاصل کرتے ہیں - جس کے لئے نہایت عمدہ اور سب پر فائق سادھن جوگ ابھیاس کے ہیں - کہ شغل کے عمل سے روحانی ستا کو مایا (پرکرتی) کے مختلف سوکشم و استھول غلافات سے کھینچ کر برہم کی ذات حقیقی میں جا سمانا - مذکورہ بالا کتابوں پر ایمان رکھنے والے جب عملی تجربوں سے وہ درجات طے کر لیتے ہیں - اور اپنی علمیت سے دیگر مذاہب کی نیکیوں کو جانچتے ہیں - تو ضرور مکمل اور پورے ایشوری گیان کی صداقت کو انبھو کرتے ہیں - اور اس کے اعلےٰ درجہ کو حاصل کرنے کے تجربات کے لئے اُس پر ایمان لاتے ہیں - چنانچہ اہل اسلام کے فقراء مولانا روم حافظ - بوعلی قلندر - خواجہ معین الدین چشتی کے کلام علم معرفت کے عنوان اُن کے خیال ظاہر کرتے ہوئے رشی منیوں کے مسلکوں سے بہت مطابقت رکھتے ہیں - اور ان کے درجہ ان کی شرع کے قواعد سے بالاتر ظاہر کرتے ہیں - موجودہ زمانے کے عالم منشی

عبدالغفور صاحب اسبات کی زندہ مثال ہیں۔ جنہوں نے ویدک سدہانت کو قرآن شریف کے سدہانت پر ترجیح دی۔ اور اس وقت دہرم پال برہمچاری کے نام سے آریہ سماج میں شامل ہیں +

عیسائی مت کی مثالیں۔ کرنل الکاٹ مس اینی بیسنٹ۔ اور ہزارہا دیگر اشخاص جو جرمنی۔ انگلینڈ۔ فرانس۔ اور امریکہ کے مختلف شہروں میں رہتے ہیں۔ عیسائی مت سے ویدک مت کو بہتر سمجھ کر اپنی تقریروں۔ تحریروں اور اعمال میں ہندو دہرم کے اصولوں کے مطابق کارروائی کرتے ہیں +

جہاں پر جیووں میں سخت تموگنی حالت کی وجہ سے ہر ایک قسم کے زندہ یا مردہ گوشت کھا جانے کا رواج ہو۔ جہاں پر ماں۔ بہن۔ بیٹی اور دیگر ہر ایک عورت سے بداعمالی کرنے کا رواج ہو۔ وہاں پر یہہ اپدیش غیر زبان میں کہ استری سنگ اور مانس بھکشن سے پرہیز کرو اور پھر ایسی صورت میں جب اس علم کے عامل وہاں موجود نہ ہوں ہرگز کارگر نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں تین درجات میں اپدیش کیا جاوے گا + (۱) ضرر کسی کو دکھہ مت دو۔ (۲) فلاں فلاں قسم کے گوشت کھانے سے پرہیز کرو فلاں فلاں عورتوں سے سنگ مت کرو اور (۳) فلاں فلاں دن ایسی کارروائی سے بالکل باز رہو۔ ہر ایک ملک کی مذہبی کتابوں میں بموجب درجات انسانی ایسے اختلاف سے اپدیش موجود ہیں۔ جن کے مطابق عمل کرتے ہوئے جیو ایک درجہ سے دوسرے میں اور دوسرے سے تیسرے میں داخل ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہندو مت میں سنیاس آشرم کے دہرموں تک جب کہ سب کچھ تیاگ دینا ہوتا ہے۔ ہدایات ہیں۔ اسی وجہ سے مختلف درجات میں اظہار علم الٰہی کی ضرورت ہے۔ اور اسی کے مطابق دیگر مذاہب کی کتب بھی الہامی ہیں۔ کیونکہ ہر ایک کا مدعا ایک ہی ہے۔ کہ جو کہ پرلوکک ودیائیں خصوصاً اور لوکک ودیائیں عموماً جہاں تک پرمارتھ اور ترقی (روحانی) سے تعلق رکھتی ہیں۔ سکھا کر اس کو دکھہ سے نکال کر دائمی سکھہ کی حالت میں پہنچا دیا جاوے +

(۴) بھگوت گیتا۔ گورو گرنتھ صاحب اور دیگر اوتاروں اور سنت مہاتماؤں کے کلام بھی خاص طور پر الہامی ہیں۔ ان میں نہایت اعلےٰ درجوں کے پرمارتھی پر بھی بھگتوں کو بست رشدا گیان بتایا گیا ہے۔ ان کا اظہار ایسی حالت میں ہوا جبکہ خاص جیو یک

خاص درجہ عروج روحانی پر اٹک گئے۔ اور شنکا اور بھرم میں آئندہ بڑھیا درجہ کی ترقی کے لئے اعلےٰ درجہ کے عملی اُپدیش اور گیان کی ضرورت محسوس کرنے لگے اسی صورت میں بھگوان کرشن چندر سروپ میں جلوہ گر ہو کر اُپدیش کیا کہ وید۔ یگیہ۔ دان وغیرہ میں ہے کیے ہوئے کرم پھل کی اچھیا کو چھوڑ کر میرے اصلی سروپ میں جو نہایت اعلےٰ درجہ پرابناشی روپ میں ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ اور دنیا سے دکھ دور کرنے اور سکھ کے سادھن قائم کرنے اور دھرم کی اور سچا اور موکش کو حاصل کرنے والا گپت گیان ظاہر کرنے کے لئے ظہور پکڑتا ہے یعنی ہو جاتے۔ اوتار سروپ ایشور اپنی با عمل تعلیم سے جیووں کے درجہ روحانی کو بڑھا دیتا ہے۔ سنت مہاتماؤں کے کلام بھی انوبھوی اور ساکشات کار ایشور کی ذات سے ہمذات ہونے کی صورت میں پرگٹ ہوتے ہیں۔ اور نہایت اعلےٰ درجہ کا اُپدیش کرتے ہیں۔ جن سے جیووں کی ترقی روحانی کا درجہ ان کی سنگت سے بڑھ جاتا ہے +

نمونے کے طور پر چند شلوک بھگوت گیتا کے اور ایک دو شبد گورو گرنتھ صاحب کے درج کیے جاتے ہیں۔ جن سے اُن کے اپدیش کا درجہ معلوم ہوتا ہے:۔

ا۔ بھگوت گیتا :۔

१ यामिमां पुष्पितां वाचं प्रवदन्त्य विपश्चितः भ.गी. अ.२
वेद वाद रताः पार्थ नान्य दस्तीति वादिनः। ४२।
२ कामात्मानः स्वर्ग परा जन्म कर्म फल प्रदाम्।
क्रिया विशेष बहुलां भोगैश्वर्य गतिं प्रति॥ ४३।
३ भोगैश्वर्य प्रसक्तानां तयापहृत चेतसां।
व्यवसायात्मका बुद्धिः समाधौन विधीयते॥ ४४।
४ त्रैगुण्य विषया वेदा निस्त्रै गुण्यो भवार्जुनः।
निर्द्वन्द्वो नित्य सत्वस्थो निर्योग क्षेम आत्मवान्॥४५।
५ अहं सर्वस्य प्रभवो मत्तः सर्वं प्रवर्तते।
इति मत्वा भजन्ते मां बुधा भाव समान्विताः॥८। भ.गी. अ.१०
६ मच्चित्ता मद्गत प्राणा बोधयन्तः परस्परम्।

कथयन्तश्च मांनित्यं तुष्यन्तिच रमन्तिच॥९॥

१ परंभूयः प्रवक्ष्यामि ज्ञानानां ज्ञानमुत्तमम्।
यज्ज्ञात्वा मुनयः सर्वे परां सिद्धि मितोगताः॥२०॥
भ० गी० ऽध्या १४ श्लो० १

२ इदं ज्ञानमुपाश्रित्य मम साधर्म्य मागताः।
सर्गेऽपि नोपजायन्ते प्रलये न व्यथन्तिच॥२॥

بھگوان فرماتا ہے۔ ہے ارجن ویدوں میں انیک بھانتی سے دکھائے ہوئے سورگ آدک جو پھل (ہیں) ان میں اچھا کھا کرنے والے اور دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔ ایسا کہنے والے کئی قسم کی خواہشوں میں پھنسے ہوئے سورگ واس کو اعلیٰ درجہ ماننے والے ایسے اگیانی لوگ صرف اقبال مندی کے بھوگ میں ہی منظر رکھ کر کسی قسم کے آڈمبروں میں بڑھی ہوئی جنم کے ذریعہ کرموں کے پھل کو دینے والی کلام کو پھیلا کر کہتے ہیں۔ لیکن بھوگ اور اقبالمندی میں پھنسے ہوئے کرم کانڈ سے کھچی ہوئی برتی والوں کی بدھی سمادھی میں نہیں ٹکتی۔

۴۔ وید ست رج تم تین گنوں کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ ہے ارجن تو نشکام ہو۔ پرسپر ورودھی سکھ دکھ وغیرہ سے علیحدہ ہو۔ دھیرجوان ہو کر چنتا کو چھوڑ اور اپنے سروپ کو جان۔

۵۔ میں سب کو پیدا کرنے والا ہوں۔ اور مجھ سے سب کچھ پیدا ہوتا ہے۔ ایسا مان کر گیانی لوگ پریم سے مجھ کو بھجتے ہیں۔

۶۔ میرے بیچ میں من اور پرانوں کو دے کر آپس میں میرا بچار اور کیرتن کرتے ہوئے مہاتما لوگ سنتوکھ کو پاتے ہیں اور رمن کرتے ہیں۔

۸۔ ۷۔ پھر بھی گیانوں میں سب سے عمدہ گیان تجھ سے کہتا ہوں۔ جس کو جان کر سارے منی جن دیہہ بند کو چھوڑ کر موکش روپ پرم سدھی کو پراپت ہوئے۔ اس گیان سے میرے سروپ کو پہنچ کر سرشٹی کال میں پیدا نہیں ہوتے اور پرلے میں ناش نہیں ہوتے +

३ ममयोनि र्महद्ब्रह्म तस्मिन्गर्भं दधाम्यहम्॥
संभवः सर्वभूतानां ततो भवति भारत ॥ ३॥

१० सर्वयोनिषु कौन्तेय मूर्त्तयः सम्भवन्ति याः।
तासां ब्रह्म महद्योनि रहं बीज प्रदः पिता॥ ४॥
११ वेदेषु यज्ञेषु तपःसुचैव दानेषु यत्पुण्यफलं
प्रदिष्टम्॥ अत्येति तत्सर्वमिदं विदित्वा योगी
परं स्थान मुपैति चाद्यम्॥ भ॰ गी॰ अ॰ ८ श्लो॰ २८
१२ मन्मना भव मद्भक्तो मद्या जी मां नमस्कुरु।
मामे वैष्यति सत्यं ते प्रतिजाने प्रियोऽसि मे॥ ६॥
१२ सर्व धर्मान्परि त्यज्य मामेकं शरणं व्रज।
अहं त्वा सर्वपापेभ्यो मोक्षयिष्यामि माशुचः॥ ७॥
भ॰ गी॰ अ॰ १८ श्लो॰ ६६

۹۔ ہے بھارت یہ مہت برہم میری یونی ہے۔ اس میں میں گربھ رکھتا ہوں۔ اور اس سے سارے بھوتوں کو اتپتی ہوتی ہے۔

۱۰۔ ہے کونتیہ سب یونی میں جو شریر پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب کا اتپتی استھان مہت برہم ہے۔ اور اس میں بیج ڈالنے والا پتا میں ہوں۔

۱۱۔ یوگی پرش جگ تپ اور دان میں جو پن پھل کہا ہوا ہے۔ اس سے زیادہ پن پھل کو پاتا ہے۔ اور سب سے اعلےٰ آخری درجہ کو پہنچتا ہے۔

۱۲۔ مجھ میں چت برتی دے۔ میرا بھگت ہو۔ میری پوجا کر۔ مجھے نمسکار کر۔ میں پرتگیا کرتا ہوں۔ کہ تو مجھ میں پراپت ہوگا۔ اور تو میرا پیارا ہے۔ سارے دھرموں کو چھوڑ کر ایک میری شرن میں آ۔ میں تجھ کو سارے پاپوں سے چھڑا دونگا۔ کسی قسم کا شنکا مت رکھ۔

۲۔ آدگورو گرنتھ صاحب

(۱) گھر میں گھر دکھلاوے سوست گورپرش سجان — پنچ شبد دھنکار دھن تہاں باجے شبد نشان
دیپ لوے پاتال تہاں کھنڈ منڈل حیران — تار گھور باجنتر تہاں ساچ تخت سلطان
سکھمن کے گھر راگ سن سن منڈل لو لائے — اکتھ کتھا بچار رے ستھان ہی سمائے
اولٹ کنول امرت بھریا ایہ من کتھو نہ جائے — اجپا جاپ نہ وسرے آد جگاد سمائے
سب سکھیاں پنچے ملیں گورمکھ نج گھر واس — شبد کھوج ایہ گھر لہے نانک تا کا داس

(۲) اُنہد باجے سہج سہیلا۔ شبد انند کرے سد کیلا۔ سہج لگائیں تاڑی لائی۔ آسن ادہ پنچ سوار یا جیو + پھر گراپنے گرہ ماہیں آیا۔ جو لوڑہیدا سوئی پایا۔ ترپت اگھائے رہاہے سنتول۔ گرران بھبھو پور رکھہ دکھایا جیو + کھوجت کھوجت درسن چاہے۔ بھانت بھانت بن بن اگاہے۔ نرگن سرگن ہر ہر میرا۔ کوئی جیو آن ملاوے جیو + انک برکھ کئے جب تاپا کتوں کیا دھرتی بھرماتا۔ اک کھن ہروے سانت نہ آوے۔ جوگی بھوڑ بھوڑا اٹھہ دہاوے جیو + گر کر پا موہے سادھ ملایا۔ من تن سیتل دسرج پایا۔ پربھو انباسی بیا گھٹ بھیتر ہر منگل نانک گاوے جیو +

(۳) ترے گن بانی برہم کی گیبنی کھو کول بدھہ تیرے رے۔ گھومن گھیر اگاہ گاکھڑ دگورد شبدی پار اترے رے +

ان شبدوں میں خاص درجہ ترقئ روحانی سے آگے بڑھنے اور نہایت اعلےٰ تر درجہ حاصل کرنے کے لئے اپدیش پایا جاتا ہے +

اوتاروں اور سنت مہاتماؤں کے کلام میں عام جیووں کے لئے عموماً اور خاص جیووں کے لئے مخصوصاً نہایت بڑھیا درجے کے اپدیش ہوتے ہیں۔ ان کے سلسلہ وار عمل کا نتیجہ راحت دسرد روائمی ہوتا ہے +

اگر انقلاب زمانہ کی وجہ سے علمی مضامین گم ہو جاویں۔ یا تبدیل ہو جاویں۔ تو اس سے اصلی مضامین جو الفاظ مذکورہ بالا سے جن سے کتب علمی مراد ہیں۔ قابل التزام نہیں ٹھیر سکتے۔ اور مفسروں کی کم فہمی یا غلط بیانی بھی ان کو قابل التزام نہیں بنا سکتی +

۱۲۔ علم الٰہی کے اظہار کے متعلق مفصلہ ذیل امور ضروری ہیں۔

(۱) کلام الٰہی کا اظہار پیدائش کائنات کے وقت اور لبعد ازاں حسب ضرورت مختلف زمانوں اور مقاموں میں بہ علم زبان یا مفروزہ زبان میں (جہاں علم زبان باقاعدہ موجود ہو) ہونا ہے۔ اور قدرت کے دیگر مختلف ظہورات کی طرح اس کا ظہور بھی قدرتی ہے +

(۲) کلام الٰہی میں ظاہر کئے ہوئے علوم و قواعد حسب ضرورت کافی۔ صاف اور مکمل ہونے چاہئیں +

(۳) انسانی درجہ روحانی کی بتدریج ترقی کے مطابق کلام الٰہی کے علوم و ہدایات کے درجہ بدرجہ انکشاف کا اظہار بھی ضروری ہے۔ اور لبعض حالتوں میں تبدیلی (ترمیم و تنسیخ) بھی

ضروری ہے۔ دیگر قدرتی اشیاء کے انقلابات اور عزل و نصب کی طرح اسکے اجزا (رنگوں)
میں انقلابات اور عزل و نصب پوشیدگی اور روئیدگی بھی قدرتی اور لازمی ہے +

(۴) الہامی کلام میں خاص علوم اور اس کے متعلق اصطلاحوں۔ اشیاء۔ اشخاص اور واقعات کا (جن کا تعلق انسانی ترقئے روحانی سے ہے) ذکر ضروری ہے۔ کیونکہ جس طرح قدرت کی بعض ہستیاں اور شکتیاں۔ مثلاً ایشور آتما۔ پرکتی۔ اور گنوں رتنوں۔ اور اشکال مثلاً چاند سورج پرتھوی وغیرہ سیاروں اور ستاروں اور حیوانات و نباتات و جمادات کے مختلف اقسام گردش اجرام فلکیہ۔ جگت کی اُتپتی اور پرلے۔ جیوں کا اونچ نیچ درجہ میں قیام کرموں کا اثر اور اظہار (بعض حالتوں میں پرواہ روپ میں) ازلی اور ابدی ہیں۔ اسیطرح بعض واقعات جو خاص خاص وجودوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جن کا ظہور کرم چکر کے مطابق ضروری ہے۔ ازلی و ابدی ہیں۔ جس طرح مختلف اقسام درختوں کا ظہور ازلی و ابدی ہے۔ اسیطرح مختلف اقسام کے اشخاص کا ظہور بھی ازلی و ابدی ہے۔ رج ست۔ تم۔ ان تینوں گنوں کے درجہ کمی بیشی کے مطابق جیووں کا خاص خاص درجات میں پیدا ہو کر خاص خاص طریق سے اونچی نیچی حالت کو حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسے منوسمرتی کے ادھیا ۱۲ اشلوک ۸۔ ۹۔ ۵۔ ۳۳۔ ۳۵۔ ۳۸۔ اور ادھیا ۱۲۔ شلوک ۴۰۔ ۴۲۔ ۵۰۔ ۵۲۔ کا ترجمہ کرتے ہوئے سوامی جی مہاراج یہی بات ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ جیو ان گنوں کے مطابق اونچا نیچا جنم پاتے ہیں۔ یہاں تک کہ (۱) جو اعلےٰ ستوگن ہو کر اعلےٰ کام کرتے ہیں۔ وہ برہما۔ سب ویدوں کے جاننے والے۔ سب سلسلہ مخلوقات کے علم کو جان کر مختلف قسم کے غبارہ وغیرہ سواری کے سامانوں کو بنانے والے دھارمک سب سے افضل عقل رکھنے والے مادہ پر قبضہ کرنے والے طاقت کو حاصل کرنے والے کا جنم پاتے ہیں

(۲) جو اندریوں کے بس ہیں اکر شہوت پرست ہوتے ہیں۔ دھرم کو چھوڑ کر ادھرم کرتے اور جاہل ہیں۔ وہ آدمیوں میں ادنےٰ یعنے پراز عذاب جنم کو پاتے ہیں +

چونکہ ایشور جیووں کے گنوں اور کرموں کو جانتا ہے۔ اور ہر ایک جیو کے کرم ازلی اور ابدی ہیں۔ اس لیئے کلام الٰہی میں خاص خاص جیووں کے واقعات کا ذکر جو اُن کے درجہ ست رج۔ تم۔ گنوں کا نتیجہ ہیں۔ بطور تمثیل ان کو برہما وغیرہ نام دے کر کیا جانا ضروری ہے۔

نام مختلف اشیاء اشخاص اور واقعات کی تمیز کے لیئے مقرر کیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح کلام الٰہی کے الفاظ بھی مختلف اشیاء حرکات اور اشخاص کی تمیز کے لیے ہوتے ہیں

بعد از ان لوگ ان الفاظ کے معنوں کو دیکھ کر اور سمجھ کر جو خاص خاص ظہورات اور واقعات ان کے سامنے آتے ہیں۔ اُن کے لئے ان کو استعمال کر لیتے ہیں۔ مثلاً مذکورہ بالا تعریف جس شخص کی دیکھیں گے۔ اس کو برہما کے نام سے پکاریں گے۔ عین اسی طرح علم الٰہی میں جو الفاظ رکھے گئے ہیں۔ ان خاص ظہورات و واقعات کے لئے جن پر وہ عائد ہو سکیں۔ اُن کو استعمال کر لینا لوگوں کا اختیار ہے۔ اسی طرح کلام الٰہی کے اتہاسوں کے مطابق جن کا چلن منظر آوے۔ اُن کے اُن اتہاسوں کو منسوب کرنا قرین قیاس اور قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ علم جوتش پیدائش کے وقت سے لے کر موت کے وقت تک کل حال بیان کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دوسرے جنم کا حال بھی کہہ دیتا ہے۔ پس ایشوری گیان میں اتہاس اس کے علم کی خوبی صداقت اور بڑائی کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور نہایت ضروری ہیں۔ پس جیو کے گن ازلی و ابدی ہیں۔ ان کے انوسار ان کے کرم ازلی و ابدی ہیں۔ جنم اور کرم کے انوسار واقعات ازلی و ابدی ہیں۔ غرض کہ پرواہ روپ میں سرشٹی ازلی و ابدی ہے۔ ایشوری گیان بھی ازلی و ابدی ہے۔ اس لئے مختلف ہستیوں۔ ظہورات اشخاص اور واقعات میں خاص خاص کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا جانا اور علم الٰہی کے اظہار کے ساتھ ہی بیان کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ دھرم شاستر اور جوتش شاستر کے آگے بلحاظ گنوں کرموں کے سنسکاروں اور خاص خاص مہورتوں کے مطابق جو ازلی اور ابدی ہیں۔ جیووں کے حالات اور اذکار بصورت اتہاس بیان کرنا ایک معمولی بات ہے۔ جن کی صداقت ان کے ظہور کے وقت معلوم ہو جاتی ہے۔

۵۔ یہ ضروری ہے۔ کہ کلام الٰہی کے علمی حقائق میں اختلاف نہ ہو۔ مگر طرز بیان اور بیان صورتوں کا خیال رکھ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر کسی جغرافیہ کی کتاب میں یا کسی کتاب کے جغرافیہ کے متعلق بیان میں یہ لکھا ہو کہ امرتسر لاہور سے ۲۵ میل مشرق کو ہے۔ اور دوسرے جاگریفیکل مضمون میں اُن کا فاصلہ چار سو میل شمال جنوب کو اسی تاریخ کو ہونا بیان کیا ہو۔ تو بیشک اختلاف ہے مگر اگر ایک حساب کی کتاب میں یا کسی کتاب کے حساب کے متعلق مضمون میں یہ لکھا ہو۔ کہ امرتسر لاہور کے چار سو میل شمال کو ہے۔ تو دو ریل گاڑیاں ۲۰۔ و ۳۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل کر ایک دوسری کو کب اور کہاں ملیں گی۔ تو اس صورت میں خواہ ہر دو تحریریں ایک شخص کی ایک ہی دن کی ہوں تو بھی علمی حقائق میں اختلاف نہیں سمجھا جاوے گا۔ جغرافئے کی

دو تحریریں مختلف زمانوں کی بابت ہوں گی۔ تو بھی اس بیان میں باہم اختلاف نہیں خیال کیا جاویگا اسی طرح کلام آلٰہی کے مضامین اور موقعوں کو سمجھ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔

غرض کلام آلٰہی کے بیانات میں مضامین و حالات کے لحاظ سے اختلاف بھی پایا جاتا ہے مگر علمی حقائق میں اختلاف نہیں ہونا چاہیئے +

۶۔ کلام آلٰہی میں قانون قدرت کے خلاف بیان نہیں ہونا چاہیئے۔

بیشک قانون قدرت کے خلاف بیان نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر انسانی محدود دائرہ تحقیقات قانون قدرت سے کہیں بڑھ کر بیان کا ہونا ضروری ہے۔ مقابلہ کرتے وقت قانون قدرت کی حد Standard قائم کرنی چاہیئے۔ جب تک فونو گرافی اور گراموفون اور ایکس ریز وغیرہ عجیب وغریب کرشمائے قانون قدرت دکھانے والے آلات نہیں بنائے گئے تھے۔ بے زبان کا زبان والے سے جلدی راگ سیکھ جانا اور گا کر سنا دینا۔ بے آنکھ کا آنکھوں والے کو بند صندوق یا کمرے کے اندر کی چیزیں دکھا دینا (اور وہ بے زبان اور بے آنکھ بھی کون؟ لکڑی اور لوہا یا پتھر وغیرہ جڑ چیزیں) قانون قدرت کے خلاف نظر آتا تھا غرض کلام آلٰہی میں قانون قدرت کے خلاف بیان نہیں ہوگا۔ مگر بعض صورتوں میں معلومہ درجہ قانون قدرت کے خلاف ضرور ہوگا +

(۷) یہ ضروری ہے۔ کہ مکمل زبان کی عدم موجودگی کی صورت میں الہام بمعہ علم زبان دیا جاوے۔ کیونکہ اس وقت علوم رازہائے نہانی کے متعلق مروجہ زبان میں الفاظ کی اعلےٰ ترین صورت اور ترتیب موجود نہیں ہوتی۔ لیکن باقاعدہ اور مکمل زبان کی موجودگی کی صورت میں الہام اسی زبان کے عالمانہ الفاظ میں ظاہر ہوتا ہے۔ یا ایسی حالت میں جبکہ لوگوں کی رغبت مشکل نامعلوم زبان میں ظاہر کئے ہوئے علم سیکھنے کی طرف قطعی رجوع نہ ہو۔ اس وقت بھی انہیں کی مروجہ زبان میں علم آلٰہی کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے +

۱۳۔ ان وجوہات پر جن سے کوئی اشخاص خاص خاص کتابوں کو کلام آلٰہی کہتے ہیں اور دوسری کتابوں کو ناقابل تسلیم قرار دیتے ہیں۔ سرسری نظر۔

کسی کتاب کو الہامی کہنے کے لئے Standard ہونا چاہیئے۔ جس سے مختلف کتابوں کا مقابلہ کیا جائے۔ جب تک کوئی Standard قائم نہ کر لیا جاوے۔ مقابلہ لاحاصل ہے۔ اور Standard ایسا ہونا چاہیئے۔ جس کو تمام قائلان الہام تسلیم کریں +

اہل اسلام صرف قرآن شریف کو قابل تسلیم کلام آلہی مانتے ہیں۔ اور دوسری کتابوں کو قابل تسلیم نہیں خیال کرتے۔ عیسائی لوگ صرف انجیل کو ہی قابل تسلیم خیال کرتے ہیں۔ بعض سکھ گورو گرنتھ صاحب کو ہی قابل عمل مانتے ہیں۔ آریہ سماجی صرف منتر سنگھتاؤں کو ہی کلام آلہی سمجھتے ہیں اور باقی تمام کتابوں کو رشیوں کی بنائی ہوئی یا معمولی انسانوں کی بنائی ہوئی قرار دیتے ہیں۔

اس موقعہ پر یہ امتحان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو وجوہات وہ اپنے دعوے کی بیان کرتے ہیں۔ ان کی کیا حیثیت ہے۔ (۱) جن وجوہات سے کوئی خاص کتاب یا کتابیں الہامی مانی جاتی ہیں۔ اس قسم کی وجوہات اگر دوسری کتابوں پر بھی عاید ہو سکیں۔ تو ان کو بھی الہامی تسلیم کرنے سے کیوں انکار ہونا چاہیئے۔ (۲) جن اعتراضات کو پیش کرکے بعض کتابوں کو الہامی تسلیم کرنے سے انکار کیا جاتا ہے۔ اسی قسم کے اعتراضات اگر اپنی الہامی تسلیم کردہ کتابوں پر عائد ہو سکیں تو اُن سے بھی کیوں انکار نہ ہونا چاہیئے۔ (۳) جو لوگ صرف انجیل کو اور جو لوگ صرف قرآن شریف کو ہی الہامی مانتے ہیں۔ اُن کو انکار نہ ہوگا۔ اگر اُنکی تسلیم کی وجہ دوسری کتابوں میں پائی جائے۔ اپنی تسلیم کی اول وجہ وہ یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ موجودہ زمانے کے لئے پرانا قانون عمل میں نہیں لایا جا سکتا۔ اُن کے لئے یہ جواب ہے۔ کہ اگر نئے قانون کی قواعد اور مسائل اور علمی نقطے پرانی کتابوں کے قواعد وغیرہ سے مطابقت رکھتے ہوئے پائے جاویں۔ تو ہر دو قسم کی چیزیں قابل تسلیم یا قابل انکار ہیں اگر اہل اسلام کے نئے قانون میں یہ باتیں پائی جائیں۔ کہ سچ بولو کسی کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ نیک اعمالی کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بہشت میں آب حیات اور حوریں ملیں گی۔ کلام آلہی پر ایمان نہ لانیوالے دوزخ میں ڈالے جاویں گے اور عیسائیوں کے قانون میں یہ باتیں پائی جاویں کہ جب کچھ نہیں تھا کلام تھا۔ کلام ہی خدا تھا۔ کلام سے ہی پیدائش کا ظہور ہوا ہے۔ خدا ساتویں آسمان پر رہتا ہے۔ اوروں سے ایسا سلوک کرو جو تم اپنے پر پسند کرتے ہو۔ خدا کا جلوہ اس کے بندوں کو بصورت نور نظر آتا ہے وغیرہ وغیرہ اور ہندوستان کی پرانی کتابوں میں یہ باتیں پائی جائیں۔ کہ ست دہار کرو۔ ہنسا مت کرو۔ اچھے کرم کرنیوالوں کو سورگ میں امرت پان اور اپسرین سیوا کے لئے حاصل ہونگی۔ جو لوگ وید شاستر پر عمل نہ کرینگے۔ وہ نرک کے اندھکار میں ڈالے جاویں گے۔ آدمیں ان من روپ برہم شبد سروپ میں پرکاشمان ہوا اسی شبد سے گن (ست۔ رج۔ اور تم) اور تت (آکاش۔ وایو۔ اگنی۔ جل اور پرتھوی) درجہ بدرجہ ظاہر کئے جا کر سوکشم اور استھول رچنا رچی گئی۔ آتما سروپ پانچ کوشوں (انّ مے کوش۔ پران مے کوش۔ منومے کوش۔ وگیان مے کوش۔ اور آنند مے کوش) میں

اوستھاؤں (جاگرت سوپن سکھوپتی) تین شریروں (استھول سوکھشم کارن) کے بعد تریا اوستھا میں اپنے سروپ کو سمجھ کر چھ چکروں کے بعد ایشور کا جلوہ انوبھو کرتا ہے۔ دشمن تک کو بھی تکلیف نہ دو۔ ایشور مہاپرکاشمان سروپ ہیں۔ پریمی بھگتوں کو درشن دیتا ہے۔ تو نئی کتابوں کو کم از کم اتنے حصوں میں جتنے حصہ میں وہ پرانی کتابوں سے مطابقت رکھتی ہیں مستند قابل تسلیم ماننے سے انکار کرنا چاہیئے۔ یا اُن کتابوں کو جن میں یہ باتیں ادنےٰ درجہ پر تسلیم کی گئی ہیں۔ اور اس درجہ سے بڑھ کر علوم راز ہائے نہانی قواعد و قوانین قدرت مفصل اور مشرح صورت میں بیان کئے گئے ہیں۔ اپنے درجے میں ذریعہ نجات بنا کر اُن پر ایمان لانا چاہیئے۔ یا کم از کم ان کو ماننے کی اور ان کے مطابق عمل کرنے کی قابلیت اور حیثیت حاصل کرنیکے لئے کوشش کرنا چاہیئے اپنی مسلمہ کتابوں کے مسائل کو ان کے مطابق خیال کر کے اُن کے قواعد پر پورا پورا عمل کرنا چاہیئے دوم اگر یہ دلیل دی جاوے کہ وہ کتابیں مشکل زبان میں ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں ہو سکتیں تو آپ کی کتابیں بھی دنیا کے خاص حصہ کی زبان میں ہونے کی وجہ سے تمام لوگوں کے لئے قابل عمل نہیں ہو سکتیں۔ سوم اگر کہا جاوے کہ وہ کتابیں پیغمبروں پر ظاہر ہوئیں۔ تو دوسری طرف بھی یہی کہینگے کہ یہ پستکیں ان ریدیوں اور رشیوں دوارا پرگٹ ہوئیں ؂

(ب) جو لوگ صرف منتر سنگھتاؤں کو ہی مکمل مانتے ہیں۔ ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا منتر سنگھتائیں دنیا بھر کے مختلف درجات و حالات والے آدمیوں کے لئے کل مذہبی کارروائی مفصل طور پر بیان کرتی ہیں۔ مثلاً سنسکار سندھیا یگیہ وغیرہ مختلف مذہبی کارروائیاں جو آپ ضروری خیال کرتے ہیں۔ صرف منتر سنگھتاؤں میں مفصل طور پر نہیں پائی جاتیں۔ سندھیا کے منتر سولہ سنسکار ترتیب وار معہ بیان طریق منتر سنگھتاؤں میں نہیں ملتے۔ علم حقائق کے مختلف درجات منتر سنگھتاؤں میں نہیں پائے جاتے مثلاً منتر سنگھتاؤں میں نہیں پایا جاتا کہ کن کن ستاروں اور سیاروں کی کس کس ترتیب کا اثر ہمارے کرہ زمین اور دیگر ستاروں اور سیاروں کے مختلف اجزا پر کن کن حالتوں میں کیا کیا ہوتے ہیں۔ اگر کسی بات کی بابت کوئی اشارہ ہو بھی تو وہ ایسی مختصر صورت میں ہوگا۔ کہ اس سے غلطی کھا جانیکا اندیشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود علم زبان کی مہارت کے ان منتروں کی بابت عالموں کی تشریحوں میں فرق ہے اور بعض حالتوں میں بیان آسمان کا سا فرق ہے۔ صرف منتر سنگھتاؤں کے ایشور کرت ہونے میں مفصلہ ذیل دلائل پیش کی جاتی ہیں (ا) وہ سرشٹی کے آدمیں ظہور میں آئیں۔ (ب) وہ ایشور کرت ہیں (ج) ان میں پرمیشور ودد

(اختلاف ایکدوسرے سے) نہیں ہے۔ (د) ان میں خاص اشیاء اور اشخاص کے نام اور کسی
کی اتہاس (تواریخ) نہیں ہیں (ر) اُن میں واہیات فضول اور قانون قدرت کے خلاف
باتیں نہیں ہیں صاف علمی نقطے اور مذہبی ہدایات ہیں (۳) ان میں ایشور پراپتی اور ترقئ روحانی
اور فرائض انسان کا اپدیش ہے۔ دیگر کتابوں میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتیں ان میں اس کے
برعکس صورت ہے۔ اس لئے وہ الہامی تسلیم کیے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ وہ منتر سنہتاؤں
سے لی گئی ہیں۔ کیونکہ اُن میں منتر سنہتاؤں کے الفاظ اور مضامین پائے جاتے ہیں۔ کل علم آلہی
جس کا انسان کی اعلےٰ ترین ترقئ روحانی سے تعلق ہے۔ اظہار عالم کے ساتھ ہی رچنا میں آتا
اور بعد ازاں حسب ضرورت اس کا پھیلاؤ ہوتا ہے۔ جس کا مختلف زمانوں اور مقاموں میں درجات
انسانی کے مطابق بلند وپست درجات روحانی سے نزول اور اظہار نہایت ضروری ہے۔ منتر
سنہتائیں جن کو ابتدائی اظہار علم کہا جاتا ہے اسباب کی شہادت دیتی ہیں آگے پرمان دئے جاوینگے
(ب) کل آرش گرنتھوں اور دیگر خاص کتابوں کے مضامین ایشور وکت ہیں۔ کیونکہ ان کا اظہار
ایک ہی طریق سے ہوا یعنی ایشور کی ذات سے مہاتماؤں کے آتما میں اور کلام میں موجود ہوکر ظاہر
ہوئے۔ جیسے کہ آگے چلکر پرمان دئے جاوینگے چونکہ کل ویدک گرنتھوں کا ظہور ایک ہی
طریق پر ہوا ہے اس لئے سب کو ایشور کرت یا سب کو منش کرت ماننا چاہئے۔ (ج) مستند کتابوں
کے علمی حقائق اور قواعد عمل میں اختلاف نہیں ہیں مختلف مقاموں۔ زمانوں۔ حالتوں طرز بیان
اور تفصیلات کے لحاظ سے بیانات ہیں۔ جو اختلاف نظر آتے ہیں۔ اور اس طرح کے اختلافات
منتر بھاگ میں بھی ہیں۔ جیسا کہ آگے ظاہر کیا جاویگا (د) کلام آلہی میں بلحاظ گنوں اور کرموں
کے جیو کے ساتھ موجود ہونے اور اُن کے مطابق واقعات ظہور میں آنے کی وجہ سے خاص خاص
اشیاء اشخاص اور واقعات کے اذکار کا موجود ہونا اس کی علمی فضیلت اور قانون قدرت کی
مطابقت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور منتر بھاگ میں یہ باتیں ہیں جیسے کہ پرمانوں سے ظاہر کیا جاویگا
(ھ) کسی مستند کتاب میں واہیات اور فضول قانون قدرت کے خلاف باتیں نہیں ہیں۔ البتہ
علمی تفصلات اور مذہبی ہدایات جیووں کی ستوگنی۔ رجوگنی۔ تموگنی حالتوں کے مطابق مختلف
صورتوں کے بیانوں میں ظاہر کی ہوئی ہیں۔ اور منتر بھاگ میں بھی اس قسم کی باتیں ہیں۔ جیسے کہ
پرمانوں سے ظاہر کیا جاویگا۔ (و) ہرایک مستند گرنتھ میں ترقئ روحانی کے متعلق علمی
حقائق اور مذہبی ہدایات مختلف درجات اور صورتوں میں بیان کی ہوئی ہیں۔ جن کا مدعا ایشور پراپتی

اور راحت دوامی کے حصول کے سوا اور کچھ نہیں +

اگر ایک کتاب کے الفاظ اور مضامین دوسری کتاب میں پایا جانے کی صورت میں دوسری کتاب پہلی سے لی ہوئی کہلایا جانے کا حق رکھتی ہے۔ تو منتر بھاگ بھی یہی سلوک کیا جانے کے قابل ہوگا۔ اس میں بھی ایک حصے کے الفاظ اور مضامین دوسرے حصے میں پائے جاتے ہیں مثلاً رگوید کے منتروں کے الفاظ اور مضامین دوسرے مثلاً سام وید کے منتروں میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک ہی وید کے منتروں میں بعض کے الفاظ اور مضامین اوسی وید کے دوسرے منتروں میں پائے جاتے ہیں اسیطرح دیگر لینکوں میں بھی اگر الفاظ اور مضامین ایک دوسرے سے یا وید کے منتر بھاگ سے مطابقت رکھتے ہوں تو کوئی ہرج نہیں +

واضح ہو کہ کلام کی خوبی یہی ہے کہ مختصر الفاظ کی بہت سی ترتیبوں میں اظہار علم کیا جاوے اور ہر ایک مضمون کو مختلف مختصر و مفصل صورتوں میں اشاروں ہدایتوں فلسفانہ قاعدوں۔ تمثیلات انکاروں اور کتھاؤں میں پھیلا کر بیان کیا جائے۔ علوم کے اسی طرح ظاہر کرنے سے ان کی خوبی اور فضیلت کے ساتھ ساتھ زبان کی خوبی اور فضیلت بھی ظاہر ہوتی جاتی ہے یہ سب کچھ ملکر مکمل کلام کہلاتی ہے۔ دنیا بھر کی زبانوں میں علمی مسئلے اور ہدایات انہی صورتوں میں پھیلا کر بیان کئے ہوئے پائے جاتے ہیں مگر سب کے سب صحیح نتیجے پر نہ پہنچانے کی وجہ سے الہامی نہیں کہلاتے۔ اہل ہنود کی کتابوں میں بیان کئے ہوئے اُپدیش اور علمی مسئلے صحیح اور آخری درجہ ترقی روحانی تک کم از کم سب سے اونچے درجے تک پہنچاتے ہیں۔ اس لئے ازلی اور ابدی جس طرح بیج (جس میں پھول پتے۔ پھل۔ تنا وغیرہ سب کچھ موجود ہے) درخت کی مختصر صورت ہے۔ قدرت میں موجود ہو کر اس کا ہر ایک جزا اپنے مطابق مصالح کھینچ کر بڑھ جاتا ہے اور پھیل جاتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک علم (بمعہ علم زبان) ہر ایک رنگ میں ظہور عالم کے ساتھ ہی پھیلتا اور بڑھتا ہے۔ یعنی آوازوں کی صورت میں اور پھر حرف والی کتابوں کی صورت میں آتی سوکھشم سے سوکھشم اور سوکھشم سے استھول حالت کو اختیار کرتا ہے۔ جس طرح بیج اور درخت قدرتی ہیں۔ اور قدرتی مصالح کے پھیلاؤ کے مطابق سوکھشم اور استھول روپ اختیار کرتے ہیں۔ (کیونکہ قدرت کا ایک جز اور رنگت ہیں اور پر اپکار کے لئے موجود ہیں) اسیطرح کل علوم سوکھشم و استھول حالت میں قدرتی اور قدرت کا ایک جز ہیں اور پراپکار کے لئے بصورت حالت دوامی موجود ہیں۔

چنانچہ کہا ہے۔ تر در سر درسنت جن جو سیتھے برسے مینہ۔ پرارتھ کے کارنے چاروں دھاریں دہ

جس طرح درخت کو کاٹ کر جو شکلیں انسان اپنی غرض کے لئے بناتا ہے۔ وہ مصنوعی کہلاتی ہیں۔
اسی طرح علوم کو بدلکر اور چھانٹ چھونٹ کر جو کتابیں انسان اپنی مطلب براری کے لئے بناتا ہے
وہ انسان کی بنائی ہوئی کہلاتی ہیں۔ اس سے مستند کتابیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ ایشورکت یا الہامی
ہیں اور دیگر کتابیں منش کرت ہیں۔ اہل ہنود کی مستند کتابیں جن کا ذکر اوپر ہوا ایشور کا مکمل گیان
ہیں اور الہامی ہیں۔ دیگر مذاہب کی کل کتابیں الہامی نہیں کہلاتیں جو الہامی کہلاتی ہیں۔ وہ ان
کے حالات کے لئے ممکن ہے الہامی ہوں۔ مگر کل ضروریات کو پورا نہیں کرتیں۔ اور اہل ہنود کے
لئے نامکمل ہیں ✣

۱۴۔ مستند گرنتھوں کے ایشورکت ہونے میں پرمان۔ अथर्व वेद ११-७-२४

१ ऋच: सामानि छन्दांसि पुराणं यजुषा सह
उच्छिष्टाज्जज्ञिरे सर्वे दिविदेवा: दिविश्रित: ॥

رگوید۔ سام وید۔ اتھروید اور پوران معہ یجروید اور دیولوک کے دیوتا پرمیشور سے
پرگٹ ہوئے۔

२ स उत्तमां दिशमनु व्यचलत् तम ऋचश्च
सामानि च यजूंषि च ब्रह्म चानु व्यचलन्। ऋचां च साम्नां च
यजुषां च ब्रह्मणश्च प्रियं धाम भवति य एवं वेद।
स बृहतीं दिशमनु व्यचलत्। तमितिहासश्च पुराणं च
गाथाश्च नाराशंसीश्चानु व्यचलन् ॥ इतिहासस्य च
वै पुराणस्य च गाथानां च नाराशंसीनां च प्रियं धाम
भवति य एवं वेद। मन्त्र ७-१२-अथर्ववेद ॥

وید۔ پوران۔ اتہاس۔ گاتھا۔ نارا شنشی یہ سب پرمیشور کی ذات میں سے نکل کر انسان
کے ادہار کا باعث ہوئے ہیں ✣

१ स यथार्द्रैधाग्नेरभ्याहितस्य पृथग्धूमा विनिश्चरन्त्येवं
अरेऽस्य महतो भूतस्य नि:श्वसितमेतद्यदृग्वेदो
यजुर्वेद: सामवेदोऽथर्वाङ्गिरस इतिहास: पुराणं विद्या
उपनिषद: श्लोका: सूत्राण्यनुव्याख्यानानि व्याख्यानान्य
स्यैवैतानि सर्वाणि नि:श्वसितानि ॥

शथपथ ब्राह्मण काण्ड १४ अध्याय ५-४-१०

جسطرح دھکتی ہوئی گیلی لکڑی میں دھواں نکل کر چاروں طرف پھیلتا ہے۔ اسی طرح

رگوید۔ یجروید۔ سام وید۔ اتھروید۔ اتہاس پوران۔ شاستر۔ اپنشد۔ شلوک۔ سوتر اور ویاکھیان یہ سب اسی پرمیشور کے سواس ہیں +

४ वाग् अक्षरं प्रथमजा ऋतस्य वेदानां माता अमृतस्य
नाभिः। तैत्तिरीय ब्राह्मण २-८-८५

کلام ابدی پہلا ظہور ویدوں کی ماتا (پیدا کرنے والی) اور ہستی غیر فانی کا نقطہ مرکزی ہے

५ वेदानां मातरं पश्य मत्स्थां देवीं सरस्वतीम्।
महाभारत शान्ति पर्व १२-४५-३०

سرسوتی دیوی ویدوں کو پیدا کرنے والی مجھ میں ٹھیر کر موجود رہتی ہے اس کو دیکھو

६ सऋङ्मयः साममयः सर्वात्मा स यजुर्मयः।
ऋग्यजुः साम सारात्मा सारात्मा स यज्ञात्मा शरीरि
सात्मकः विष्णु पुराण ३-३-१९

ویدوں کو ظاہر کرنے والا جگت کا آتما وہی ہے یعنی مختلف علوم اور ظہورات کی قوت قیام وہی پرمیشور ہے۔ مختلف زمانوں اور مقاموں میں قواعد مذہبی کے گم شدہ حصے ایشور اوتار سروپ میں ظاہر ہو کر تازہ کرتا رہتا ہے +

भगवद्गीता अ०४

७ यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम्॥ ७॥
८ परित्राणाय साधूनां विनाशाय च दुष्कृताम्।
धर्मसंस्थापनार्थाय संभवामि युगे युगे॥ ८॥

شری کرشن جی فرماتے ہیں کہ جب جب دھرم کی کمی اور ادھرم کی زیادتی ہوتی ہے۔ تب تب میں پرگٹ ہوتا ہوں سپے پرشوں کی رکھشا کے لئے اور ادھرمیوں کے ناش کے لئے اور دھرم کو تازہ اور قائم کرنے کے لئے میں جگ جگ میں خود ظاہر ہوتا ہوں

گورو گرنتھ صاحب (۱) وید کتب کہت جھوٹی جھوٹا جو نہ بچارے (۲) شری بانی برہم کی کہنی (۳) بانی گورو گورو ہے بانی وچہ بانی امرت سارے۔ یہاں بانی کو گورو کہا گیا ہے اور (گورو سے کیا مراد ہے) گورو مکھ گورو ناد گورو وید گورو رہیا سمائی۔ گورو کی مہما اگم ہے کیا کہنے کتھن ہار +

بائبل ابتدا میں کلام تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام ہی خدا تھا۔

مذکورہ بالا پرمانوں سے کلام الٰہی کی صداقت فضیلت اور ثبوت ملتا ہے اور مختلف نزول

اور علوم وید میں اس کا وجود ازلی اور ابدی ثابت ہوتا ہے۔ قدرت میں برہمانڈی اور انسانی

Mirerocosm اور Macrocosm ہر دو ہستیوں میں علم الٰہی

کا نزول درجہ بدرجہ ہوتا ہے۔ جیسے انسانی وجود میں آتما سے بدھی اور من میں سے ہوتا ہوا کلام

میں آتا ہے اسی طرح برہمانڈی براٹ سروپ پُرش میں قدرت (کلی برہم) یونیورسل

سپرٹ سے برہما یونیورسل مائنڈ اور پھر

قدرتی ظہورات کی بجو سے شکتیوں (دیوتاؤں) اگنی وایو سورج (پرکاش) میں آتا ہے جن کی

نہایت سوکشم خاص حرکات سے قدرت کے مختلف منڈلوں کا ظہور ہوتا ہے۔ کیونکہ درجات بالائی

میں سوکشم حالتوں والی روحیں اسکو حاصل کر کے طبقات قدرت کو استھول صورت میں قائم کرتے

ہیں۔ پھر رچنا ہو جانے کی صورت میں استھول حالت والی روحیں طبقات بالائی والے دیوتاؤں

اور بعض صورت میں خاص ذات ایشور سے حسب ضرورت اس گیان کو حاصل کر کے ترقی کرتے ہیں

علم الٰہی کے بتدریج نزول کے لئے پرمان:-

छान्दोग्योपनिषद्

प्रजापतिर् लोकान् अभ्यतपत्। तेषां तप्यमानानाम्
रसान् प्राबृहद् अग्निम् पृथिव्या वायुम् अन्तरिक्षाद्
आदित्यं दिवः स एता तिस्रो देवताः अभ्यतपत् तासां
तप्यमानानां रसान् प्राबृहद् अग्नेर् ऋचो वायोर्
यजूंषि साम आदित्यात्। स एतां त्रयीं विद्यां अभ्यतपत्
तस्यास तप्यमानायाः रसान् प्राबृहद् भूर् इति ऋग्भ्यो
भुवर् इति यजुर्भ्यः स्वर् इति

اور شت پتھ برہمن میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

پرجاپتی نے طبقات قدرت پرکرتی میں تپ پیدا کیا ان تپوان (طبقوں) میں شکتیاں

(دیوتا) نکلے پرتھوی سے اگنی۔ ہوا سے وایو۔ آکاش سے سورج۔ پھر اس نے ان تین

دیوتاؤں میں تپ پیدا کیا اور ان میں سے سار (کرشمہ ہائے علوم) نکالے۔ اگنی سے رگوید

وایو سے یجروید سورج سے سام وید پھر اس نے تین علوم میں تپ پیدا کیا اور ان سے بھو

نکاسے ۔ رگوید سے بھو ۔ یجروید سے بھو ۔ اور شام وید سے سوہ ۔

اس پرمان سے اوپر کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے ۔ جسطرح اکاش سے وایو ۔ وایو سے اگنی ۔ اگنی سے پانی اور پانی سے پرتھوی یعنی پرکرتی کے سوکشم مصالح کا درجہ بدرجہ کثیف ہونا قدرتی عمل ہے اسیطرح علم آلہی کا نزول بھی درجہ بدرجہ نہایت سوکشم حالت سے استھول حالت میں ظاہر ہونا قدرتی عمل ہے ۔

(۱) چونکہ مذکورہ بالا سرشٹی کے آد میں ظہور میں آئے ہوئے اتھروید منتر سنتھا میں دیگر حصص علوم کے نام پائے جاتے ہیں ۔ اس لئے وہ بھی سرشٹی کے آد میں ظہور میں آئے تسلیم کیا جانے کا منتر سنتھاؤں کے برابر حق رکھتے ہیں اس کے متعلق دلیل بازی کی جا چکی ہے ۔ کہ ان علوم کے بعض انگوں بعض صورتوں میں اظہار عالم کے بعد بھی ظہور میں آنا ٹھیک ہے ۔ جن پستکوں کے اظہار کا درجہ اور وجہ ایک ہی ہوں ۔ انکا یکسان درجہ کا تسلیم کیا جانا بھی ضروری ہے ۔ (ب) کل مستند گرنتھوں کے علوم کا انکشاف ایک ہی طریق پر ہوا اور کل میں مختلف درجات میں ایک ہی مضامین ہیں ۔ اس لئے سب ایشور کرت یا منش کرت ہیں اس کے آگے اور پرمان بھی دئے جاویں گے ۔ (ج) مستند گرنتھوں میں پرسپر ورودھ کہیں بھی نہیں پایا جاتا ۔ صرف طرز بیان میں بلحاظ درجات مقام و زمانہ فرق ہیں ۔ اور اس طرح کا پرسپر ورودھ منتر بھاگ میں بھی پایا جاتا ہے دیکھو (۱) اتھروید ۱۲ ۔ ۴ ۔ ۳۸

स वै ऋग्भ्यो अजायत तस्माद् ऋचो अजायन्त ॥

وہ (اندر) رگوید سے پیدا ہوا اور رگوید اس سے پیدا ہوا ۔ اگر اس کا مطلب ایک ہی درجہ میں لیا جاوے تو پرسپر ورودھ ہے ۔

(۲) یجروید پورش سوکت

चन्द्रमा मनसो जातः चक्षो सूर्यो ऽजायत

چندرماں اسکے من سے اور سورج آنکھ سے پیدا ہوا ۔ یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۱۲

وہ نس ناڑی سے رہت ہے ۔ **स पर्यगाच्छुक्रमकाय** یجروید ادھیائے ۴۰ منتر ۲ کا ترجمہ کرتے ہوئے سوامی جی لکھتے ہیں "ہے منش دھرم یکت وید وکت نشکام کرم کرتا ہوا سو برس جینے کی اچھیا کر ...... نشکام اور اچھیا پرسپر ورودھ ہے یہ سب پرسپر ورودھ کی مثالیں ہیں ۔ اس سے منتر بھاگ بھی نقص والا ٹھیرتا ہے ۔ اس کے متعلق بھی بیان کیا جا چکا ہے (د) اتہاس کلام آلہی میں ہونے ضروری ہیں ۔ اس کے متعلق بحث کیجا چکی ہے ۔ جیو کے گن اور کرم جیو کے ساتھ رہتے ہیں اور انہی کے مطابق ان کا جنم اور ترقی اور خاص خاص حالتوں میں سے گذر ہوتا ہے

اسلیئے خاص خاص سمجات میں گرتوں اور کرونگے نتیجہ شانوں اور اتہاسوں کیصورت میں ظاہر کردیئے جاویں تو کچھ ہرج نہیں بلکہ انکا بیان ضرورت کے دیگر خاص خواہشات کے بیان کیطرح ضروری ہے۔ دیکھو منتر بھاگ کہتا ہے کہ سورج اور چاند اور پرتھوی اور آکاش جیسے الگلے سمے سے پہلے رچا۔

सूर्यः चन्द्रमसौ धाता यथा पूर्व मकल्पयत्......

اور پھر اگنی وایو۔ آدیتہ انگرا رشیوں کے خاص نام سوامی جی سے لکھے ہیں۔ اور پھر یجر وید ادھیائے ۱۳ منتر ۱۵ و ۱۶ کے ترجمے میں سوامی جی مہاراج منتر بھاگ میں موسم برسات اور سرد رت ساون بھادوں اور کوار مہینوں کو خاص ناموں میں ظاہر کرتے ہیں۔ پھر ادھیائے ۱۲ منتر ۴ کے ترجمے میں वामदेव کی تشریح میں لکھتے ہیں "وام دیو رشی سے جانے اور پڑھائے" اس سے رشیوں کی موجودگی منتر بھاگ کے اظہار کے وقت اور وام دیو خاص رشی کا نام ثابت ہوتا ہے۔ پھر ادھیائے ۱۹ منتر ۲۰ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں "انگرا و دوان سے کیا ہوا دوان" اس سے بھی منتر بھاگ میں خاص نام اور اظہار منتر کے وقت دونوں کی موجودگی پائی جاتی ہے۔ غرض کلام الٰہی میں خاص نام اور اتہاس کا ذکر ضروری تسلیم کرنا پڑے گا۔ ورنہ منتر بھاگ بھی کلام الٰہی نہیں ٹھیریگا۔ اور دیکھو منتر بھاگ میں اتہاس (تاریخ)

१ निरुक्त दैवत काण्ड अध्याय २ पाद २ खं० १०
तत्रेतिहासमाचक्षते देवापिश्चार्ष्टिषेणः शन्तनुश्च कौरव्यौ
भ्रातरौ बभूवतुः। स शन्तनुः कनीयानभिषेचयांचक्रे
देवापिस्तपः प्रतिपेदे ततः शन्तनो राज्ये द्वादश वर्षाणि
देवो न ववर्ष तमूचुर्ब्राह्मणा अधर्मस्त्वया चरितो
ज्येष्ठं भ्रातरमन्तरित्याभिषेचितं तस्मात्ते देवो न वर्षतीति
स शन्तनुर्देवापिं शिशिक्ष राज्येन तमुवाच देवापिः पुरोहित
स्तेऽसानि याजयानि च त्वेति तस्यै तद् वर्षकामसूक्तं तस्यैषा भवति
२ आर्ष्टिषेणो होत्रमृषिर्निषीदन् देवापिर्देवसुमतिं चिकित्वान्।
स उत्तरस्मादधरं समुद्रमपो दिव्या असृजद्वर्ष्या अभि॥
३ यद्देवापिः शन्तनवे पुरोहितो होत्राय वृतः कृपयन्नदीधेत्
देवश्रुतं वृष्टिवनिं रराणो बृहस्पतिर्वाचमस्मा
अयच्छत्॥ ऋग्वेद अष्टक ८ अ० ५

یہاں ایک کہانی کہتے ہیں۔ دواپی اور شنتنو دو بھائی کوروؤں کے خاندان میں ہوئے وہاں شنتنو چھوٹا بھائی راج کرنے لگا اور دیواپی تپ کرنیلگا۔ اسلئے شنتنو کے راج میں بارہ برس تک مینہ نہ برسا۔ اس سے برہمنوں نے کہا کہ تو نے بڑا پاپ کیا ہے۔ کہ بڑے بھائی کی حکم عدولی کرکے راج گدی پر بیٹھا اسلئے یہاں مینہ نہیں برستا شنتنو نے دیواپی کو راج لینے کے لئے کہا۔ دیواپی نے کہا میں تیرا پروہت ہونگا اور یگ کراؤنگا۔ اس دیواپی کو یہ برکھا کام سوکت ظاہر ہوا۔ (۱) رشٹی شین کا پتر ارشٹی شین دیواپی شنتنو کے واسطے مینہ برسانیکے ہوم کرنے بیٹھا اور دیوتاؤنکی سمتی کو مینہ برسانے کیواسطے استتی کرنیلگا۔ دیوتاؤں کے خوش ہونے پر وہ دیواپی آکاش سمندر سے سب دیوتوں کے اوپر بارش کی صورت میں اُتم جلوں کو نیچے سمندر میں کھینچتا ہوا۔ (۲) دیواپی شنتو راجا کے لئے پروہت ہوا اور بارش کیلئے پرارتھنا کی۔ دیوتاؤں میں بارش مانگنے والے دیواپی کو برہسپتی نے وہاں برہما کر (۲) بارش کو سدھ کرنے والی بانی دی ⁜

(१) नि: पूर्व षट्क अ० २ पा० ७ ख०
तत्रेतिहासमाचक्षते विश्वामित्र ऋषिः सुदासः
पैजवनस्य पुरोहितो बभूव ....
स वित्तं गृहीत्वा विपाट्छुतुद्र्योः सम्भेदमाययावनु
ययुरितरे स विश्वामित्रो नदीस्तुष्टाव गाधा भवत.....
रमध्वं मे वचसे सोम्याय ऋतावरीरुप मुहूर्तमेवैः।
प्र सिन्धुमच्छा बृहती मनीषा वस्युरह्वे कुशिकस्य
सूनुः॥ ऋ० अष्टक ३ अ० २ वर्ग १२

یہاں ایک کتھا کہتے ہیں کہ وشوامتر رشی پیجون راجہ کا پروہت دھن لیکر وپاٹ اور شتدر یعنی جہان اور سندھ وغیرہ دریاؤں کا اتصال ہے وہاں گئے اور وہاں چور بھی آ گئے۔ وہاں تیرنے کے لئے وشوامتر نے ندیاؤں کی استتی کی کہ اے ندیو تم تھوڑے جل والی ہو جاؤ۔ میں تو میں کشک راجرشی کا بیٹا اپنی رکھشا کے لئے دریائے سندھ کو بلاتا ہوں ⁜

ان پرمانوں سے خاص منتر بھاگ میں اتہاس مشترت تاریخی مضامین پائے جاتے ہیں۔ اسلئے کلام الٰہی میں اتہاس مشترت مضامین کی موجودگی لازمی ماننی پڑیگی ورنہ منتر سنتھائیں بھی منش کرت ٹھیرائی جانی پڑیں گی اور دیکھو

इन्द्रो दधीचो अस्थभिर्वृत्राण्यप्रतिष्कुतः
जघान नवतीर्नव ॥ ऋग्वेद-अष्टक १ अ० २ व० २० मं०

اندر نے ددھیچ کی ہڈیوں سے ۸۱۰ اسروں کی مایا کو کاٹا +

اسیطرح رگوید اشٹک ادھیائے ٥ ورگ ۲۰ سوکت ۱۰۲ میں مگدل رشی اور سوبھر نام راجا کا اتہاس ہے۔ رگوید اشٹک ادھیائے ۹ پاد ۳ کھنڈ ۲ میں اسکی ویاکھیا ہے۔ اسی طرح ترت کی کتھا ہے کہ کنوے میں گرا ہوا ترت رشی کہتا ہے کہ اٹیں مجھ کو دکھ دیتی ہیں اے دیوتا میری فریاد سُن کر مجھے تکلیف سے رہائی دے۔ رگوید اشٹک ۱۔ ادھیائے ۷ سوکت ۱۰۵ منتر ۸۔

संमा तपन्त्यभितः सपत्नीरिव पर्शवः मूषो न शिश्ना व्यदन्ति माध्यः स्तोतारं ते शतक्रतो वित्तं मे अस्य रोदसी॥ नि त्रितं कूपेऽवहित मेतत्सूक्तं प्रतिबभौ तत्र ब्रह्मेतिहास मिश्रं गाथा मिश्रं भवति .... منتروں کا رشیوں کے ذریعے اظہار

۱ १........ कण्वासो वाम् ब्रह्म कृण्वन्त्यध्वरे तेषां सुशृणुतं हवम्॥ऋ०१-४७-२ ۱۔ کنو اس آپکے لئے استتی بناتے ہیں سُنئے۔

۲ एवा ते हरियो जना सुवृक्ति इन्द्र ब्रह्माणि गोतमासः अक्रन् १-६४-६१ ۲۔ اے گھوڑوں کے جوڑنیوالے اندر آپ کو گوتموں نے استتی بنانیکی سامرتھ دیجئے۔

۳ एतानि वाम् अश्विना वर्धनानि ब्रह्म स्तोमं गृत्समदासः अक्रन्।२-३९-८ ۳۔ ای دیوتو یہ استتی منتر گرتسمداسوں نے آپکے لئے بنایا ہے۔

۴ सनायते गोतमः इन्द्र नव्यम् अतक्षद् ब्रह्म हरियोजनाय इत्यादि॥ १-६२-१३ ۴۔ اے اندر یہ منتر گوتموں نے آپکے لئے بنایا ہے

۵ एतन्ते स्तोमं तुविजात विप्रो रथं न धीरः स्वपा अतक्षम्। ۵۔ اے بلوان بیٹے جو (ایک رشی ہوں) یہ منتر استتی آپکے لئے بنائی ہے جسطرح ایک کاریگر بڑھئی گاڑی کو بناتا ہے (جسطرح ایک کاریگر قدرتی اشیاء (لکڑی لوہا وغیرہ) جوڑ توڑ کر ایک گاڑی تیار کرتا ہے اسیطرح میں نے قدرتی آوازوں کو جوڑ توڑ کر اور ترتیب دیکر یہ منتر تیار کیا ہے)

ان منتروں سے یہ پایا جاتا ہے کہ رشیوں نے بنائے۔ اس سے یا تو منتر بھاگ کو رشی کرت ماننا ہوگا ورنہ دیگر مستند گرنتھوں کو بھی ایشور کرت ماننا پڑیگا۔ پھر ہر ایک منتر کیساتھ اسکا دیوتا رشی اور چھند دیا ہے اس سے بھی منتر رشیوں کے بنائے پائے جاتے ہیں۔ پھر آپ کی ایشور وکت مسلمہ چاروں شاخائیں، شاکلیہ، مادھندن، کنٹھ، شونک رشیوں کے نام سے نامزد ہیں۔ ان سے منتر بھاگ رشیوں کا بنایا کہا جا سکتا ہے۔ آپ بھی وید منتروں کو اگنی، آدیتہ وایو، انگرا چار رشیوں کے ذریعہ ظاہر ہوئے مانتے

تینا پھر بعض شلوکوں کی بابت اس زمانہ کے ویدبھاشیہ کرنے والے سوامی دیانند سرسوتی جی بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ ایشور سے رشیوں کے آتما میں ڈالے اور انہوں نے کتابوں کی صورت میں لکھے وید کہتے ہیں کہ منتر سنگھتاؤں کی کتابیں بھی بعد میں منشوں نے کاغذ اور سیاہی سے تیار کیں دیکھو ستیارتھ پرکاش ساتواں سملاس ویدو سنہ ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۰۲۔

سوال "وید سنسکرت بھاشا میں پرکاشت ہوئے اور وے اگنی آدی رشی لوگ اس سنسکرت بھاشا کو نہیں جانتے ہیں اور پھر ویدوں کا ارتھ انہوں نے کیسے جانا؟ جواب پرمیشور نے جنایا اور دہرماتما یوگی مہارشی لوگ جب جب جس جس کے ارتھ کو جاننے کی اچھا کر کے دھیان اوستھت ہو کر پرمیشور کے سروپ میں سمادھی استھت ہوئے تب تب پرماتما نے ابھیشٹ منتروں کے ارتھ جنائے جب بہتوں کے آتماؤں میں وید ارتھ پرکاش ہوا تب رشی منیوں نے وہ ارتھ اور رشی منیوں کے اتہاس پوروک گرنتھ بنائے اُن کا نام براہمن" .... "سوا"

اس پرمان سے کل مستند گرنتھوں کا ایشور کرت ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ صفحہ ۲۰۶ پر سوال ہے کیا نرکت بھی نتیہ ہیں؟ "جواب نہیں کیونکہ لیکھ تو کاغذ اور سیاہی کا ہے وہ نتیہ کیسے ہو سکتا ہے۔ لفظ جو شبد ارتھ اور سمبندھ ہیں وے نتیہ ہیں" اس سے کتاب منتر بھاگ کی بھی انتیہ اور منش کرت ہے پس مذکورہ بالا پرمانوں سے کل مستند کتب کا طریق اظہار ایک ہی پایا جاتا ہے یعنی ایشور سے رشیوں کے آتماؤں میں پرگٹ کیا جا کر انسان کے ہاتھ سے کاغذ اور سیاہی کے استعمال سے لکھی گئی۔ کیا منتر بھاگ اور اور کیا دیگر حصص اس لئے ذرہ بھر کی یعنی یا تو سب پستکت الہامی مانا جانے چاہئے یا سب کی سب منش کرت تسلیم کی جانی چاہئے۔

(ص) کسی مستند کلام میں فضول اور واہیات قانون قدرت کے خلاف بیان نہیں ہے سب میں ایشور بھگتی اور ایشور گیان کے اپدیش ہیں۔ اگر ہم سچے گرنتھوں کے وچار کی کمی کی وجہ سے اردو یا بھاشا ترجمے دیکھ کر اس قانون قدرت کے مخالف گمان کریں اگر کسی گرنتھ کی بابت ایسا خیال پیدا ہو جائے تو منتر بھاگ بھی اس الزام سے نہیں بچ سکتا چنانچہ نمونے کے طور پر ہم چند منتروں کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو آجکل کے مشہور ریفارمر جناب سوامی دیانند سرسوتی جی نے کیا ہے اور امتحان کرتے ہیں کہ اس کو پڑھ کر اس وید کی بابت جس کو مخزن علوم اور پوتر اپدیش کہا جاتا ہے کیا رائے پیدا ہوتی ہے

موجودہ زمانے کے وید بھاشیہ کرنے والے سوامی دیانند سرسوتی جی کی تحریریں آریہ سماج میں وید اکمل اور قانون قدرت کے مطابق مانی جاتی ہیں اور انہی کا ترجمہ بہتر سمجھا جاتا ہے چنانچہ ان کے

وید منتروں کے ترجمہ کے متعلق تحریر دنکے مفصلہ ذیل نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔
ا۔ قانون قدرت کے خلاف نمونے (۱) سرشٹی کے آدمیں جوان جوان آدمی پیدا ہوئے (یہ بات
قانون قدرت کے خلاف ہے) ستیارتھ پرکاش ۲۔ یجروید ادھیائے ۳۹ جو کہ شریر چھوڑنے کے
بعد پہلے دن سورج دوسرے دن اگنی تیسرے دن وایو چوتھے دن مینہ۔ پانچویں دن چندرما۔
چھٹے دن رتو ساتویں دن مرت اور پھر سوتر آتما پراَن۔ ادان۔ بجلی۔ اچھے گن پراپت ہوتے
ہیں ارتھات سورج پرکاش آدی پدارتھوں کو پراپت ہوکر کچھ کال بھرمن کر کرم انوسار گربھ آشے کو
پراپت ہوتے ہیں" (قانون قدرت میں اس گنتی کے دنوں کا کوئی ثبوت نہیں) ۔ (۳) جیو مہاکلپ
تک مکتی میں رہتا ہے" (قانون قدرت میں اسکا کوئی ثبوت نہیں) ستیارتھ پرکاش سملاس ۹ بند
دمکش ۔ (۴) وید منتروں کے پاٹھ کیا تھ ہون کنڈ میں ہوتیاں ڈالنے کی ضرورت قانون قدرت
سے ثابت نہیں ہوتی ۔ (۵) روحانی انانیت ترکیب اجزائے مادہ کا نتیجہ ہے یا باعث اس کے
وید وکت جواب کے لئے قانون قدرت میں کوئی ثبوت نہیں غرض ایسی بہت سی باتیں وید وکت
مانی جاتی ہیں اور مستر سنتھاؤر کی ہدایات کے مطابق قابل تسلیم کہی جاتی ہیں مگر سلسلہ قانون قدرت کے
خاص درجہ تک انکی مطابقت ثابت نہیں ہوتی ۔ نوٹ یہاں پر قانون قدرت سے مراد فطرت کی
سلسلہ کا خاص درجہ ہے جہاں تک کسی کا علم پہنچتا ہے ۔ غرض تاوقتیکہ قانون قدرت کا کل سلسلہ معلوم
نہ ہو جائے کسی بیان کی اس سے مطابقت یا مخالفت کا فتوے کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔
۲۔ منتر بھاگ کی نسبت فضول اور واہیات قیاس پیدا کرنیوالے نمونے ۔ یجروید ۲۴ ۔ ۲۲ ہے
منتو جیسے پکشیوں کے گن کا وشیش گیان رکھنے والا پرش چندر یا سوم اونٹنیوں کے لئے ہنسوں پون
کے لئے بگلیوں اندر اور اگنی کیلئے سارسوں ۔ متر کے لئے جل کے کووں وشترمرغوں اور ورن
کے لئے چکوی چکووں کو جیسے یہ کار پراپت ہوتے ہیں ویسے تم بھی پراپت ہو +
۲۴ ۔ ۲۳ ہے منشو! جیسے پکشیوں کا گن جاننیوالا جن اگنی کیلئے مرغوں ہنستی ارتھات نباتات پھیل دینے
والے برکشوں کے لئے الو پکشیوں اگنی اور سوم کیلئے سنیل کنٹھ پکشیوں سورج چندرما کیلئے میوروں
متر اور ورن کے لئے کبوتروں کو اچھے پرکار پراپت ہوتا ہے ویسے تم بھی انکو پراپت ہو +
۲۴ ۔ ۲۴ ہے منشو جیسے پکشیوں کا کام جاننیوالا جن انیشور کے لئے بٹیروں پرکاش کے کو ئیک
نام کے پکشیوں وودوانوں کی استری کیلئے سے جو گوڈنگو مارتی ہیں ۔ ان پکھیرؤں ددوانوں کی بہنوں
کیلئے کو ئیک نامک پکھیروں اور جو اگنی کے سمان ورتمان گرہ پالن کرنیوالا اس کے لئے پارشن

پکشیوں کو پراپت ہوتا ہے ویسے تم بھی پراپت ہوؤ ۞ ۲۴-۲۶- ہے منشیو! جیسے بھومی کے جنتوؤں
کا گن جاننیوالا پرش بھومی کیلئے مُوشوں انترکش کے نیکتی روپ کے چلنیوالے وشیش پکشیوں پرکاش
کیلئے مکش نام کے پکشیوں پوروآدی دشاؤں سے نیولوں اور اوانتر اربھات کرن دشاؤں کے
لئے بھورے بھورے وشیش نیولونکو اچھے پرکار پراپت ہوتا ہے ویسے تم بھی پراپت ہوؤ ۞
۲۴-۲۷- ہے منشیو! جیسے پشوؤنکے گنوں کو جاننیوالا جن اگنی آدی وسوؤں کے رکھشا کے ہرنوں۔
پران آدی رُدروں کے لئے روچہ نامی جنتوؤں بارہ مہینوں کیلئے رنہکو نامک پشوؤں سمست وریہ
پداربھوں ودوانوں کے لئے پرشت جانی کے مرگ وشیشوں اور سدھ کرنیکے جو ہوگئے ہیں ان کے
لئے کلنک نام کے پشو وشیشوں کو اچھے پرکار پراپت ہوتا ہے ویسے انکو تم بھی پراپت ہوؤ ۞
۲۴-۲۸- ہے راجا جو منش سمرتھ جن کے لئے آپ اور پرسوت نامی مرگ وشیشوں کو منش کیلئے گورسے
مرگونکو اتی سرشٹ کیلئے بہنیوں کو پرسپتی اربھات مہاتماؤں کے کرنک کیلئے نیل گاہونکو اور پدارتھ
جنیا سے پدارتھونکو سوکھشم کرنوانے کیلئے اونٹوں کو اچھے پرکار پراپت ہوتا ہے وہ دھن دھانیہ یکت ہوتا ہے
۲۴-۳۰- ہے منشیو! تمکو پرجا پالنیوالے اور اسکے سمبندیوں نتھا وایو اور وایو کے سمبندی پدارتھوں
کیلئے جو پرتھوں کو شدھ کرتا وہ اتی اتم کیلئے بن کا میڈھا۔ نیائے آدھیش کے لئے کالا ہرن منشیونکے
راجا کیلئے بانر بڑے سنگھ اربھات کیسری کیلئے لال مرگ سرشٹ سبھ پرش کے لئے نیل گاہمنی شگھر
چلنے ہارے باج پکھیرو کے سمان جو ورتمان اُسکے لئے بطخ جو بیل کو پراپت ہونا اس چھوٹے کبڑے
ہینو جھوٹا کیڑا سمندر کے لئے بالکونکو مارنیوالا نشوار اور جس کے انگوں بھم کھنڈ وو مان ہیں اُس
پراپت کیلئے ہاتھی اچھے پرکار یکت کرنا چاہیئے ۞
۱-۲۴-۳۴ ہے دینے ہارے جیسے لینیوالا پڑھانے اور اپدیش کرنیوالوں کو سنگت کرے اور وے
آج بجرآدی پشوؤں کے بیچ سے پینے یوگیہ پدارتھ کا چکنا بھاگ اربھات گھی دودھ آدی اُدھار کیا ہوا
لیویں۔ جیسے دشٹوں نے پرتھم گرہن کرنے یوگیہ پرشوں کے سموہ میں اتم استریکے پیانے نشچے کرکے
کھا دیں جو جنکا پہلا انّ جو کھانے میں آگے پہنچنے یوگیہ جنکے اتم اتم آنندوں کا کھیتا آلمن دشٹوں کو
ملانے ہارے سینکڑوں اُور جنکے دینا وا جنکے موٹے موٹے گھر ونکے اور ہے بھرتے وا جنہوں
نے بھلی بھانت اگنی ددیا کا گرہن کیا ہو ان سب پرانیوں کے پار شو بھاگ کی پر دلیش نکش جس میں
کیا ان اس پردلیش اہار تے ہوئے انگ اور پرتیک انگ سے یو ہاروا سکے ہوئے اتم انگوں سے
دوبارا اچھے زیدکریں۔ اور انت پدارتھوں سے کھانے یوگیہ پدارتھ کا سیون کریں۔ ویسے سب

پدارتھوں ودہاروں کی سنگت کیا کرے"

۲۸-۲-۳۳- ہے منشو! جیسے بیل گایوں کو گابھن کر کے پشوؤں کو بڑھاتا ہے ویسے گرہست لوگ استریوں کو گربھ دتی کر کے پرجا کو بڑھاویں *

۲۰-۲۰-۲۱- منتروں میں ناچوں اور نٹوں کے پیدا ہونے کے لیے پرارتھنا *

۱۹-۸۸- میں لکھا ہے "مکھ آنکھ کیسا تھا آنکھ اور سر کیسا تھا لنگ" سنتری پرش کو گربھ آدھان کرنیکا اپدیش کیا ہے یہ منترو ک شاستر کا کام دیتا معلوم ہوتا ہے اگر کہا جاوے کہ ہر ایک قسم کا علم ایشور انسان کو بصورت الہام دیتا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ حیوانات کو بچے پیدا کرنا کون سکھاتا ہے کیا وہ نہایت عمدہ بچے پیدا نہیں کرتے جب حیوانات اپنی حیثیت کے بموجب اپنے حواس کے متعلق ضروریات گرہست بہم پہنچانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو کیا اشرف المخلوقات اپنی حیثیت کے مطابق ان ضروریات کو پورا کرنے میں کامیاب نہ ہوگا۔ رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۴۰ منتر ۲- اس منتر میں دو بھلے مانس استری پرشوں کو اُنکے تو اس ستھان اور پدارتھ اتپتی کا طریقہ پوچھا گیا ہے کہ اسے بھلے مانسو جسطرح عورت خاوند یا دیور گھر جائی سنتان اتپتی کا کام کرتے ہیں (ایک بستر پر بسرام کرتے ہیں) اسطرح تم کہاں رہتے ہو اور کہاں سے تمہیں کس طرح ہو (ستیارتھ پرکاش- چوتھا سملاس صفحہ ۱۱۴ ایڈیشن ۱۸۸۶ء) *

رگوید ۱۰-۱۸-۸ میں استری کا پتی مر گیا ہے اسکو کہا جاتا ہے کہ تو اسکو چھوڑ اور موجودہ اشخاص میں سے کسی سے نیوگ کرنیکو تیار ہو اور شرط بھی قائم کر دی ہے کہ اگر تو نے نیوکت پتی کے سمبندھ کے لیے نیوگ کریگی تو جو بچہ پیدا ہوگا وہ اسی کا ہوگا اور اگر اپنے لیے نیوگ کریگی تو تیرا ہوگا (کہاں پتی کو جلانا یا دفنانا کہاں نیوگ کے لیے تیار ہونا) صفحہ ۱۱۵ *

۲۱-۶۰- ہے منشو! جیسے آج بھلی بھانت سمیپ استھر ہونیوالے اور دیہ گن والا پرش بٹ برکش آدی کے سمان جس جس پران اور اپان کیلیے دکھ ونا‌ش کرنیوالی پھیری دلشو سے بانی کیلیے پینڈ ھا سے پرم ایشور یہ کیلیے بیل سے بھوگ کریں (اپیوگ لیں) سندر چکنے پشوؤں کے پرت پچانے یوگیہ وستوؤں کا گرہن کریں یہ تم انم سفکاد کیے ہوئے وشیش انوں سے بڑھی کو پراپت ہوں یہاں اپان پر شنسٹ بانی بھلی بھانت رکشا کرنے ہارا پرم ایشوریہ وان راجا جو عرق کھینچنے سے اتپن ہوں ان اشدھی رسوں کو پیویں ویسے آپ ہوں"۔ ۳۰-۱۴- اس منتر میں زرسل بھومی کے لیے مچھیوں سے جیونے والے کو ....اتپن کرو لکھا ہے *

۲۴-۲۹- ہے منشو! تم کو جو چتر وچتر رنگ والا ایشور وشیش وسمے کے اوپدوں کے ارتھ جو

اونٹ بھیجوی وشیش لیتا اور کھیتر میں سب جسکے تن ایسا ٹیڑھا لکیرا ہے وہ سب بدی کے لئے جو بیل گائے وہ
بن کے لئے جو مرگ وشیش ہیں وہ رودر دیوتا والا جو کوئی نام کا پکشی مرغا اور گوا وے گھوڑوں کے
ارتھ اور جو کوکلا ہے وہ کام کے لئے اچھے پرکار جاننے چاہیئے +

مذکورہ بالا مثالوں سے ایشوری گیان کو پرکاش کرنے والا وید فضول کہا جا سکتا ہے اسکی وجہ خواہ
غلط بیانی ہو خواہ غلط فہمی خواہ کچھ اور مگر اسکو قابل الزام بنانے سے نہیں رکتی جس قسم کی فضولیات اور
واہیات بیانات کا الزام دیگر پستکوں پر لگا کر انکے مضامین کو نشٹ کرت کہا جاتا ہے اسی قسم کی فضولیات اور
واہیات بیانات کا شبہ منتر بھاگ پر مذکورہ بالا مثالوں سے پیدا ہو سکتا ہے اگر ان بیانات کی کوئی
تشریح ان کو الزام سے بری کر سکتی ہے۔ تو اسی قسم کی تشریحات ان پستکوں کے لئے بھی پیش
کیجا سکتی ہیں۔ اس سے راقم کی مراد یہ ہے کہ مختلف علوم کی مستند پستکیں سب الہامی ہیں اور یکساں
قابل تسلیم ہیں۔ گو انسان کی مختلف حالتوں اور درجوں کے مطابق علیحدہ علیحدہ حصول یا شاخاؤں میں
ہیں قابل عمل ہو سکیں اور کم سمجھی کیوجہ سے قابل الزام نہیں ہیں ترقئے درجات روحانی کے مطابق ان کی
صداقت اور ضرورت اور خوبی معلوم ہوتی جاتی ہے +

کلام الٰہی کے ظہور کی بڑی بھاری وجہ یہی ہے کہ انسانکو اسکی ضرورت ہو پس بڑی سے بڑی دلیل جو
کسی کتاب کے الہامی ہونیکی تائید میں دیجا سکتی ہے وہ یہی ہے کہ جو ہدایات اور تعلیم اس کتاب میں پائی جاتی
ہیں انکی انسانکو ضرورت ہی ہی ضرورت دوسری کتاب کے الہامی تسلیم کیا جانیکی وجہ بھی قرار دیجا سکتی ہے
پھر جب اسکی ضرورت ثابت ہو جائے تو ایک کتاب کے الہام کا امکان دوسری کتاب کے الہام کے امکان
کو بھی ثابت کر دیگا +

نتیجہ

(۱) کوئی کتاب اصلی معنوں میں ایشورکت (الہامی) نہیں ہو سکتی۔ (۲) اوتاروں رشیوں پیغمبروں اور
سنت مہاتماؤں کے خاص کلام جو اظہار راز نہانی کی صورت میں ظہور میں آئیں ایشورکت (الہامی)
تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔ (۳) اہل ہنود کی کل مستند کتابوں (وید پوران۔ اتہاس۔ شاستر وغیرہ مختلف
علوم کے مظہر) کے مضامین ایشورکت (الہامی) تسلیم کئے جا سکتے ہیں اور مکمل ہیں (۴) اوتاروں اور
سنت مہاتماؤں کے کلام بھی مثلاً بھگوت گیتا گرنتھ صاحب وغیرہ ایشورکت ماننے جانیکے قابل ہیں +
(۵) دیگر مذاہب مثلاً اہل اسلام و دین عیسائی کے پیغمبروں کے کلاموں کے الہامی ہونیکا امکان بھی جبھی
جب ایشورکت (الہامی) کلام کی پہچان کے لئے کوئی ایسا معیار مقرر کیا جاویگا جو تمام مذاہب
کے ماننے والوں کو جو مسئلہ الہام کے قائل ہیں پسند ہو تو اس کے مطابق کسی کتاب کے مضمون

کیا کوئی کتاب الہامی ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو کونسی؟

(از ریورینڈ پادری علی بخش صاحب)

میں خدا کا نہائت شکر گذار ہوں۔ کہ اس قسم کے مذہبی جلسوں کا چرچا ہمارے ملک میں شروع ہو گیا ہے۔ نہ صرف بحث مباحثے یا چھیڑ چھاڑ کی غرض سے بلکہ تحقیقات اور تلاش حق اور فائدہ عام اور خدا کے جلال کی غرض سے۔ میرے خیال میں بانیان جلسے کی یہی غرض ہے کہ دوستانہ طور سے ہم اپنے اپنے مذہب کی دلائل پیش کریں۔ تاکہ ہر حق شناس اور طالب حق کو ہر طرح کی دلایل سننے اور موازنہ کرنے کا موقعہ ملے۔

گذشتہ جلسہ میں جو بمقام گوجرانوالہ ہوا۔ میر مجلس صاحب نے اپنی آخری تقریر میں یہہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ ہم کسی مذہب کو حقیر جانکر رد نہ کریں بلکہ ایک دوسرے کی برداشت کریں۔ ایک دوسرے کی دلائل غور سے کان لگا کر سنیں۔ کیونکہ کوئی مذہب ایسا نہیں جس میں کچھ نہ کچھ سچائی نہ ہو۔ اور جو کچھ نہ کچھ اپنے دعوے کی دلیل پیش نہ کر سکے۔ مجھے انکا یہ ریمارک بہت پسند آیا۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ حاضرین جلسہ میں سے اکثر اسی نظر سے ایک دوسرے مذہب پر نظر ڈالیں گے۔ اور ان کی دلائل کو بلا تعصب سنیں گے۔

الہام کی ضرورت جس مضمون پر ہمیں اسوقت غور کرنا ہے۔ اسکے دو حصے ہیں۔ اول کیا کوئی کتاب الہامی ہو سکتی ہے؟ دوم۔ اگر ہو سکتی ہے تو کونسی؟

اوّل۔ اس حصہ کو طول دینے کی چنداں ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ اکثر بڑے بڑے مذہب الہام کی ضرورت کو مانتے ہیں۔ اور کسی نہ کسی الہامی کتاب کے مدعی ہیں۔ البتہ بعض فرقے ایسے ہیں جو الہام یا کسی الہامی کتاب کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ صرف نور فطرت یا نور قلب کو ہدائت انسانی کے لئے کافی وافی جانتے ہیں۔ اس لئے ان کی خاطر اس کا

کچھ ذکر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

امکان۔ الہام کے امکان کو تو کوئی معقول شخص اعتراض نہیں کرتا۔ خواہ کوئی الہامی کتابوں کو مانے یا نہ مانے۔ اتنا تو عموماً سب جانتے ہیں۔ کہ جس خدا نے انسان کو بنایا وہ اپنی مرضی بھی ان پر ظاہر کرنے کے قابل ہے۔ جب تک کوئی اس کے خلاف ثابت نہ کرے۔ ہم اس کو امر مسلمہ گردانینگے۔

ضرورت الہام۔ البتہ الہام کے امکان کو مانکر یہ تو کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کی کیا ضرورت ہے کہ خدا کیوں "تکلیف گوارا کرے۔ کہ کوئی مکاشفہ انسان کو دیا جائے۔ جبکہ فطرت کے کاموں میں۔ خلقت کے کارخانے میں جس قدر ہدائیت درکار ہے وہ سب مل سکتی ہے۔ ہاں ایک حد تک یہ درست ہے۔ چنانچہ انجیل میں اس کا ذکر ہے۔ کہ اس کی ان دیکھی صفتیں یعنی ازلی قدرت اور الوہیت دنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہو کر صاف نظر آتی ہیں۔ یہانتک کہ انکو کچھ عذر باقی نہیں (رومیوں۔ ۱: ۲۰)

(۱) جب خدا نے یہ مہربانی کی۔ کہ اپنی صفتوں میں اپنی صفات کا کچھ پرتو ہم کو دکھا دیا تو کیا اس سے اس امر کی توقع نہ کیجائے۔ کہ وہ اس سے بڑھکر کچھ اور بھی عطا کریگا۔ اس سے تو انکا ظن زیادہ ہو گیا۔

(۲) علاوہ ازیں جنہوں نے انسانی اخلاقی فطرت کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ انسان لاانتہا درجہ تک اخلاقی ترقی کے قابل ہے۔ اور چونکہ نور فطرت اسکی کمال ترقی کے درجہ تک پورا رہبر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ یہ گمان گذر سکتا ہے۔ کہ جس نے ہماری ذات کو اس قابل بنایا ہے۔ وہ اعلےٰ مکاشفہ اور ترقی کے اعلےٰ وسایل سے ہمیں محروم رکھیگا۔ اور ترقی کے یہ اعلےٰ وسائل خدا اور اس کی مرضی کے کامل علم کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں۔

(۳) ہم سب اس سے واقف ہیں۔ کہ گو انسانی روح کا تقاضا ہے کہ خلقت اور اسکے خالق کا زیادہ علم حاصل کرے تو بھی نوع انسان کا ایک بڑا حصہ باوجود نور فطرت کے تاریکی میں پڑا ہوا تھا اور ہے۔ افریقہ وغیرہ کو نظر مار کے دیکھ لو۔ کیا یہ ساری باتیں ایک اعلےٰ اور اکمل الہام و مکاشفہ کی ضرورت کو پکار پکار کے نہیں جتا رہے

(۴) اگر ہم اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھیں تو ہم معلوم کرینگے۔ کہ ہم ایک حکومت عادلہ یا اخلاقی حکومت کے تابع ہیں۔ اور اپنے اعمال کے مطابق جزا سزا پا رہے ہیں اور پائیں گے۔ ایسی آئندہ حالت کا مکاشفہ اور خلقت اور قوانین قدرت اور نور فطرت سے بہت کم ملتا ہے۔ اور بھی آرزو دامنگیر ہوتی ہے۔ کہ خدا بابا کچھ اور بھی ظاہر کرے۔ اور خدا ظاہر کرتا ہے۔

(۵) خاصکر جبکہ ہم روح کی بقا اور اس کے غیر فانی ہونے کے قائل ہیں تو خدا کی مرضی اور انسان کی عاقبت کے بارہ میں زیادہ روشنی اور الہام و مکاشفہ کے محتاج ہیں۔

(۶) علاوہ ازیں گناہ کی پہچان جو عالمگیر ہے جس کا اظہار ہر زمانہ و ہر قوم میں ہوا ہے۔ اور ہمیشہ انسان کو پریشانی اور حیرانی کے بھنور میں پھنساتا رہا ہے۔ یہہ کہاں سے آیا۔ اس کا کیا انجام ہوگا؟ کیا اس کی معافی بھی مل سکیگی تو کن شرائط پر۔ اور اگر آدمی گناہ سے توبہ نہ کرے۔ اور ان سے اس کو معافی نہ ملے تو کیا نتیجہ ہوگا؟ نور فطرت ان سوالوں کے جواب دینے میں ہمیشہ قاصر رہا ہے نوع انسان کی تشفی اس سے نہیں ہوسکتی۔ اس سے بڑھکر علم اور روشنی کی ضرورت ہے۔ اور اس ضرورت کو خدا نے الہام و مکاشفہ کے ذریعہ سے پورا کر دیا ہے جس کے لئے ہم اسکی تعریف اور شکرگذاری کرتے ہیں۔

نوٹ

میں نے اس امر کو چھیڑا تھا۔ کہ الہام ترقی کرنے والا ہے۔ وہ ایک ہی زمانہ یا کتاب سے محدود نہیں بلکہ حسب حالت انسانی اس کے سفر کی مختلف منازل اور مدارج کے مطابق ہونا چاہئے۔ پس کیا مسیحی لوگ یہ مانتے ہیں۔ کہ جو الہام ہونا تھا وہ بائبل میں کل کا کل منضبط ہوگیا۔ اب اور الہام کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ بائبل کا دعوے نہیں۔ بلکہ وہ ہمیں یہ امید دلاتی ہے۔ کہ ایک اور بڑا مکاشفہ ملنے والا ہے۔ جسکی روشنی میں پہلے مکاشفے ایسے ہی ہونگے جیسے آفتاب کے سامنے چھوٹے تارے چنانچہ مقدس پطرس مسیحیوں کو یہ ہدایت کرتا ہے۔ کہ "ہمارے پاس نبیوں کا وہ کلام ہے جو زیادہ معتبر ٹھیرا۔ اور تم اچھا کرتے ہو۔ جو یہ سمجھکر اس پر غور کرتے ہو۔ کہ وہ ایک

چراغ ہے جو اندھیری جگہ میں روشنی بخشتا ہے۔ جب تک لو نہ پھٹے۔ اور صبح کا ستارہ تمہارے دلوں میں نہ چمکے" (۲ پطرس ۱-۱۹)

اور پولوس رسول یہ کہتا ہے"۔ اب ہم کو آئینے میں دُھندلا سا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس وقت روبرو ہو کر دیکھیں گے" (آخر متی ۱۳-۱۲)

اس لئے اے صاحبو ہماری نظر آگے کی طرف ہے کہ آگے قدم ماریں۔ اور پیچھے کی طرف قدم نہ ہٹائیں ورنہ ترقی معکوس کریں گے۔ ہم یوحنا رسول کی اس نصیحت کو مدنظر رکھتے ہیں جس نے فرمایا" اے عزیزو۔ ہم اسوقت خدا کے فرزند ہیں۔ اور ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہوا۔ کہ ہم کیا کچھ ہونگے۔ البتہ یہ جانتے ہیں۔ کہ جب وہ ظاہر ہوگا۔ تو ہم بھی اس کی مانند ہونگے۔ کیونکہ اس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وہ ہے۔ اور جو کوئی اس سے یہ امید رکھتا ہے اپنے آپ کو ویسا ہی پاک کرتا ہے جیسا وہ پاک ہے (یوحنا ۳-۲-)

دوسرا حصہ

زیادہ بحث طلب مضمون یہ ہے۔ کہ کونسی کتاب الہامی ہو سکتی ہے؟ جبکہ مختلف مذاہب کے لوگ اپنی اپنی کتاب کے منجانب اللہ یا الہامی ہونے کے مدعی ہیں۔ ان میں سے دو فریق کے لوگ تو یہ کہتے ہیں۔ کہ ہماری کتاب ازل سے نقطہ بہ نقطہ خدا کی طرف سے ہے۔ اور ازل سے موجود تھی۔ اور ایک زمانہ میں یکلخت یا پارہ پارہ کر کے بعض شخصوں پر نازل ہوئی (یاد رہے کہ یہاں کتاب سے اوراق یا ٹھوس جلد مراد نہیں)، اور پھر انکے ذریعہ دوسرے لوگوں میں اس کی اشاعت ہوئی اہل اسلام اور اہل آریہ سماج کا خیال اس قسم کا معلوم ہوتا ہے۔ اہل اسلام کی بارہ میں مرحوم سر سید احمد خاں بہادر نے جو نکتہ چینی عام مسلمانوں کی اس قسم کے رائے پر کی وہ نہائت وزندار اور قابل غور ہے۔ چنانچہ وہ تفسیر القران جلد اول صفحہ ۲۰ پر یوں لکھتے ہیں :-

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ہیں کہ آسمان پر جبرئیل

خدا کا کلام سُنکر آنحضرت پر اترتے تھے۔ اور وہ پیغام کہدیتے تھے۔ پھر اس اقرار پر ان کو یہ مشکل پیش آئی۔ کہ خدا کے کلام میں نو حروف اور آواز نہیں ہے۔ پھر جبرائیل نے وہ کیونکر سنا ہوگا۔ پھر اس کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ ممکن ہے کہ خدا تعالےٰ نے جبرائیل میں ایسی سماعت پیدا کر دی ہو جو خدا کا کلام سن لیا ہو۔ پھر اس میں یہ قدرت رکھی ہو۔ کہ وہ عبارت میں اس کی تعبیر کر سکے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ خدا نے لوح محفوظ میں اسی ترتیب سے قران پیدا کر دیا ہو۔ اور جبرئیل نے اس کو پڑھکر یاد کر لیا ہو۔ یا یہ ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کسی چیز جسم دار میں سے خاص طرح کی آوازیں ٹھہر ٹھہر کر نکالی ہوں۔ اور جبرئیل نے بھی اسی کے ساتھ آواز ملالی ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے جبرئیل کو بتا دیا ہو۔ کہ یہی وہ عبارت ہے۔ جو ہمارے کلام قدیم کو پورا ادا کر دیتی ہے۔

یہ تقریریں ہمارے علما قدیم کی اس قسم کی تقریریں ہیں۔ جن پر آج لوگ ہنستے ہیں۔ اور قران مجید اور مذہب اسلام کو مثل اس تقریر کے لغو سمجھتے ہیں"۔

ممبران آریہ سماج کی بھی وید کے بارہ میں کچھ اسی قسم کی رائے ہو کہ وہ ازلی ہیں۔ اور چند رشیوں پر منکشف ہوئے۔ جیسے رگوید آدی بھاشیہ بھومکا کے صفحہ ۹ سے ۱۰ تک پایا جاتا ہے۔ اور سوامی جی کے سامنے بھی وہی اعتراض پیش آیا۔ جو امام فخر الدین رازی صاحب کو پیش آیا تھا۔ چنانچہ وہ سوال وجواب یوں ہے:-

سوال۔ ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا نہ رکھنے والے پرمیشر سے وید بصورت آواز یا لفظ کس طرح پیدا ہوئے؟

جواب۔ قادر مطلق پرمیشور کی نسبت یہ شک پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ منہ یا سانس وغیرہ سامان کے بغیر بھی اس میں کام کرنے کی طاقت ہمیشہ موجود رہتی ہے علاوہ ازیں جسطرح سوچنے کے وقت دل ہی دل میں سوال وجواب کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اسیطرح ایشر کی نسبت بھی سمجھنا چاہئے۔ پرمیشر جو قادر مطلق ہے کام کرنے میں کسی کی مدد نہیں لیتا (صفحہ ۴)

اس مضمون پر وہی امام فخر الدین رازی کا اعتراض عائد ہوتا ہے۔ کہ خدا کا کلام تو حرف اور آواز سے مبرا ہے۔ کس طرح سے رشیوں نے اسکا مضمون سمجھا ہوگا؟ چنانچہ

اسی کتاب کے دیباچہ کے ۵ و ۶ صفحہ پر یہ لکھا ہے۔ کہ الہام اس علم کو کہتے ہیں۔ جو ایشر کیطرف سے دل میں پیدا ہوا ہو۔ پس جو علم ابتدائے آفرینش میں ایشر کی طرف سے رشیوں کی آتما میں ہوا اسی کو وید کہتے ہیں" ۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ زبان انسان کی ایجاد کردہ ہے۔ اور سیکھنے سے آتی ہے۔ چنانچہ اکبر کے زمانہ کا وہ قصّہ گنگ محل کے بارہ میں یاد ہوگا۔ کہ اس نے بچوں کو ایک محل میں جمع کر دیا۔ اور دائیہ وغیرہ سب گونگے انکی خدمت کیلئے ملازم رکھے اور چند سالوں کے بعد جب ملاحظہ کیا تو وہ بچے حیوانوں کی طرح غائیں بائیں کرتے اور آوازیں نکالتے تھے۔ اس مسئلہ کو سوامی جی نے بھی رگوید آدی بھاشیہ بھومکا کے صفحہ ۸ پر مان لیا ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑیگا۔ کہ ایشر کی زبان سنسکرت تھی۔ اس نے پہلے ان رشیوں کو سنسکرت کا بولنا سکھایا ان پر وید منکشف کئے۔ اس قسم کا تکلّم ایشر سے منسوب کرنا ؛ در حروف و آواز سے اسے مفید الوہیت کے درجہ سے گرا کر ان رشیوں کے درجہ پر لے آنا ہے۔ اور اگر خدا کی زبان سنسکرت ہے۔ اور وہ بھی ویدوں کی سنسکرت جو قدیم لاطینی اور یونانی زبانوں کیطرح مردہ زبان ہوگئی ہے۔ تو خدا کی زبان پر بہت دھبہ آتا ہے۔ کیونکہ خدا کی زبان یکساں اور ہمیشہ موثر رہنی چاہئے۔ اگر خدا نے رشیوں کی زبان میں اپنے کلام کو ظاہر کیا تو زبان وید تو الہامی نہیں ہوسکتی۔ انکا ماحصل اور خیالات ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس امر کے ماننے میں بھی انکو دقت پڑے گی۔ کیونکہ اس سے تو یہ لازم آئیگا۔ کہ خدا اپنا کلام ظاہر کرنے کیلئے زبان غیر کا محتاج ہے۔ اور اس الہام کا ایک جزو یعنی زبان غیر الہامی اور مخلوق ٹھہرے گا۔

ہم یہ تو نہیں کہتے۔ کہ سوامی جی نے اس دقّت کو محسوس نہیں کیا۔ وہ بڑے دانا اور چار سو نظر رکھنے والے تھے۔ انہوں نے ستیارتھ پرکاش میں سوال و جواب کے طور پر اس کا یوں ذکر کیا ہے۔ :

سوال۔ کسی ملک کی زبان میں وید نازل کیوں نہیں ہوئے۔ سنسکرت میں کیوں ہوئے ؟

جواب۔ اگر کسی خاص ملک کی زبان میں نازل ہوتے۔ تو ایشور طرفدار ٹھہرتا کیونکہ جس ملک کی زبان میں نازل کرتا اس ملک کے باشندوں کو ویدوں کو پڑھنے پڑھانے

میں آسانی اور دوسرے ممالک والوں کو مشکل ہوتی۔ اس لئے وید سنسکرت ہی میں نازل کئے۔ جو کسی ملک کی زبان نہیں۔ اور وید کی زبان سب زبانوں کی ماں ہے۔ اسی میں وید نازل کئے۔ جسطرح زمین وغیرہ ایشر کی بنائی ہوئی چیزیں سب ممالک اور سب اقوام کے لئے یکساں ہیں۔ اور ہر قسم کی صنعت اور حرفت کا باعث ہیں ویسے علم الٰہی کو ظاہر کرنے والی زبان بھی ایک ہی ہونی چاہیئے۔ تاکہ ہر ملک کے باشندوں کو اس کے پڑھنے پڑھانے میں یکساں محنت درکار ہو۔ پس ایشر طرفدار نہیں ٹھہرتا۔

اس سے ظاہر ہے کہ جس زبان میں وید نازل ہوئے وہ ان رشیوں ملک کی زبان نہ تھی۔ یا تو وہ خدا کی زبان تھی یا خدا نے اس کو اسی مقصد کیلئے ایجاد کر لیا تھا۔ خواہ کچھ ہی ہو ہمارا اعتراض اس سے رفع نہیں ہوتا۔ کہ خدا تکلم میں ایسا مفید ہو جیسا انسان ہے۔ اور جب وہ ان رشیوں کی زبان نہ تھی۔ تو انہوں نے کیسے مطلب سمجھا؟

سوامی جی نے اس کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ " مہا رشی لوگ جب کبھی جس جس منتر کے معنے جاننے کی خواہش کر کے دھیان میں قائم ہو پرمیشر کے سروپ میں سمادھی لگا کر ٹھہرے تب ہی پرماتما نے ان منتروں کے معنے ظاہر کئے۔ جب آتماؤں میں وید کے معنے ظاہر ہوئے تب رشی منیوں نے وہ معنے اور رشی منیوں کے زندگی کے حالات والی کتب تیار کیں ان کا نام برہمن رکھا۔

یہ بیان بھی اعتراض سے خالی نہیں۔ اس کو پڑھنے اور سننے وقت فوراً یہ خیال آتا ہے۔ کہ کیوں دو دفعہ رشیوں کو تکلیف دی گئی۔ پہلے وہ غیر زبان میں سکھائے گئے جس کو وہ مطلق نہ سمجھتے تھے۔ پھر جب سمادھی میں بیٹھے تب انکے معنے بتائے گئے۔ کیوں پہلے ہی یہ معنے انکی زبان میں ظاہر نہ کر دیئے گئے۔ کیونکہ بلا مطلب سمجھے وہ غیر زبان کی عبارت یعنی وید کی سنسکرت بے فائدہ تھی۔ اور نوع انسان نے جب کبھی ان سے فائدہ اٹھانا ہے تو اپنی ہی زبان میں اٹھایا ہے۔ اور ان رشیوں نے وہ معنے ضرور اپنی زبان میں بیان کئے۔ اور لوگوں نے اپنی زبان میں سمجھے ہونگے پھر ویدوں کی سنسکرت کی کیا ضرورت پڑی۔

دوسرا شک یہ اٹھتا ہے کہ یہ معنے خدا نے کس طرح رشیوں کو بتائے۔

ان کی زبان بول کر یا کوئی اور طریقہ تھا۔ کیا چیز انکے دل میں ڈالی اور کسطرح سے ڈالی؟
سوم۔ چونکہ الفاظ سے معنے اعلےٰ درجہ رکھتے ہیں۔ جیسے بدن سے روح۔ اس طرح جن میں وہ معنے بیان ہوئے۔ اور وہ بھی خداداد معنے تو انکا درجہ وید کی زبان سے اعلےٰ ٹھہرا۔ کیونکہ وہ معنے ویدوں کا مغز اور روح ہیں۔ اور ویدوں کی زبان چونکہ کسی ملک کی زبان نہ تھی۔ اور نہ ہو (بقول سوامی) اور نہ کوئی سمجھیگا۔ کیونکہ رشیوں نے جو معنے دریافت کئے اور بتائے اس سے متفرق اور کوئی معنے انکے نہیں ہیں۔ اس لئے وہ معنے وہ برہمن ہی قابل ہدایت اور تحصیل ہیں وید نہیں۔

چہارم۔ اگر الہامی ہوسکتے ہیں تو یہ برہمن ہوسکتے ہیں نہ کہ منتر۔ کیونکہ یہ معنے دل میں ڈالے گئے۔ اور الہام کی یہی تعریف بیان ہوئی۔ اور دل میں لفظ نہیں آیا کرتے بلکہ خیال اور وہ خیال الفاظ میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ الفاظ خیال کا اظہار اور انکا گویا اوتار ہیں۔ اس لئے وید کے محض الفاظ بلا معنے رشیوں کی آتما پر منکشف ہونا ناممکن ہے۔ ان کی زبان پر آسکتے ہیں۔ اور طوطے کی طرح وہ یاد کرسکتے ہیں لیکن آتما کو ان سے کچھ تعلق نہیں۔ جب تک انکے ساتھ معنے منکشف نہ ہوں۔

الہام کے معنے

ہم اس سے تو متفق ہیں کہ الہام وہ ہے جو خدا کی طرف سے انسان کے دل میں ڈالا جائے۔ اور یہ الٰہی تحریک ہے جس کے ذریعہ انسان کسی کام کے کرنے اور کہنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ اور پھر اپنے تجربہ۔ لیاقت اور قابلیت کے مطابق اس کو کرتا ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ قانون قدرت کے مطابق ہے۔ انسان بشرطیکہ مخبوط الحواس نہو اپنے دل کی تحریکوں کے مطابق سارے کاروبار کرتا ہے۔ اور مادی اشیاء سے مادی تحریکیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور روحانی اشیاء سے روحانی تحریکیں۔ خدا چونکہ روح یا آتما بلکہ پرماتما ہے۔ اس کی تحریک آتما میں ہوتی ہے۔ اور آتما جب اس تحریک کے مطابق کام کرتی ہے۔ تو بدن اور اس کے قویٰ اور جذبات اور تجربات سب سے کام لیتی ہے۔ یوں وہ کام اور کلام گو انسانی طور پر اور انسانی محاورات میں ہو چونکہ الٰہی تحریک کے مطابق ہے وہ الہامی ہے۔ کیونکہ الہام کے معنے یہی ہیں "در دل انداختن"

الہام کی شناخت

چونکہ الہام کے لئے مختلف گروہ اور مذاہب ہیں۔ اور ہر زمانہ اور ہر قوم میں بعضوں نے الہام کا دعوے کیا ہے۔ اس لئے انکو پرکھنا لازم ہے۔ تاکہ سچ اور جھوٹ کھرے اور کھوٹے میں امتیاز ہو جائے۔ ایسا کرنا نہائت مشکل ہے۔ لیکن بہت ضروری ہے۔ کیونکہ نجات ابدی خدا کی مرضی معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔ اور بلا کسوٹی کس طرح دریافت کریں کہ خدا کی منکشف مرضی یہ ہے اور یہ نہیں۔

گویدآدی بھاشیہ بھومکا کے مترجم نے اپنے دیباچہ کے صفحہ ۹ پر الہام کا معیار یا اس کی شرائط کا ذکر کیا ہے۔ اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ وہ شرائط صرف وید ہی سے پوری ہو سکتی ہیں۔ اس لئے پہلے انہی کو نقل کر کے ان پر بحث کرونگا۔

شرط اول (۱) الہام کا ابتدائے عالم میں ہونا لازم ہے۔

(۲) الہام وہ علم ہے جو ایشر کیطرف سے کسی انسان کے دل میں آئے۔ اور جس علم کو اس نے کسی دوسرے انسان سے نہ پایا ہو۔ اور نہ کسی کتاب وغیرہ کے مطالعہ وغیرہ سے حاصل کیا ہو۔

(۳) ایشور کا اصلی یا سچا الہام وہی ہو سکتا ہے جس میں کوئی بات ایشر کے قائم کئے ہوئے قوانینِ قدرت کے خلاف نہ ہو۔ اور اس میں ان طبعی اور روحانی علوم کا بیان ہو جو انسان اپنی محدود قوت ذہنی یا عقلی سے تعلیم پانے کے بغیر از خود حاصل نہیں کر سکتا۔

(۴) الہامی کتاب میں کسی خاص انسان چیز یا جگہ کا بیان یعنی کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہونی چاہیئے۔

(۵) الہام میں وہ ہدائتیں ہونی چاہیئں جن سے سب کی اعلےٰ بہبودی مقصود ہو۔ اور جو انسان کے لئے نہائت ضروری ہوں وہ کسی خاص گروہ یا متنفس کی طرفداری اور رعائت یا حمائیت سے پاک اور سب کے لئے یکساں اور پُر انصاف ہونا چاہیئے۔

(۶) اس کی سب باتیں دوامی یعنی سب زمانوں میں یکساں اثر رکھنے والی اور

اور کبھی منسوخ رد یا بے اثر نہ ہونے والی ہونی چاہئیں۔

(۷) اس کی صنعت اور الفاظ و معنے کی بندش ایسی ہونی چاہئے جو شان ایزدی کے شایاں ہو۔ اور انسان کی تصنیف سے تمیز ہو سکے۔

(۸) وہ بنفسہٖ مکمل ہو۔ اور تکمیل کے لئے محتاج یا بغیر نہ ہو بلکہ اور سب اپنی صداقت اور تکمیل کے لئے اس کے محتاج ہوں۔

پیشتر اس سے کہ ہم مسیحی الہام کے بارہ میں کچھ کہیں ان شرائط کو آزمائیں کہ کہانتک مضبوط اور قابل تسلیم ہیں۔

شرط اول کے بارہ میں یہانتک تو ہم متفق ہیں۔ کہ الہام ابتدائے عالم میں ہونا ضروری ہے یعنی جب سے انسان بنا ہے تب ہی سے وہ اس کا محتاج ہے کہ خدا کی مرضی کو معلوم کرے۔ اور جب تک خدا اپنی مرضی بذریعہ الہام منکشف نہ کرے وہ تاریکی میں رہتا ہے۔ اس لئے یہودی محمدی اور مسیحی بھی یہ مانتے ہیں کہ آدم اول کو الہام ہوا تھا۔ اور بذریعہ مکاشفہ خدا کی مرضی اس پر منکشف ہوئی۔ لیکن ہم اس پر اتفاق نہیں کرتے۔ کہ وہ آدم ہی پر محدود رہا۔ بلکہ ہر زمانہ میں خدا نے اپنے بندوں کو بذریعہ الہام ہدائت بخشی اور دوسروں کی ہدائت کے لئے تیار کیا۔ چونکہ انسان ترقی کرنے والا ہے۔ اور یہ قانون فطرت ہے۔ کہ بیج سے پودا بتدریج نکلکر رفتہ رفتہ نشو و نما پاکر کمال کے درجہ تک پہنچتا ہے۔ اسیطرح انسان نہ صرف فرداً فرداً ایک قطرہ خون سے پیدا ہو کر بتدریج ایک وجیہ شکیل صاحب عقل و خرد جوان بنجاتا ہے۔ بلکہ نوع انسان کا بھی بحیثیت مجموعی یہی حال ہے۔ کہ وہ اپنی بچپن یعنی وحشی حالت سے بتدریج نکلکر ایک شائستہ مہذب قوم کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ہر علم کا یہی حال ہے۔ ہر فن اور ہر ہنر کے لئے یہی قانون ہے۔ کوئی علم فن وغیرہ کیوں نہ ہو وہ بتدریج درجہ کمال تک پہنچتا ہے۔ گھڑا گھڑایا سالم صورت سے آسمان سے نہیں اترتا۔ یہی حال الہام کا ہے۔ چونکہ الہام کا تعلق اس ترقی کرنے والے انسان سے ہے۔ اس لئے الہام بھی ترقی کرنے والا چاہئے تاکہ انسان کی ہر حالت اور درجہ و نشو و نما میں وہ ہادی ہو سکے۔ اگرچہ خدا کا علم مکمل ہے اور اس میں ترقی و تنزل کو دخل نہیں لیکن انسان کامل نہیں ہے۔ اور نہ کامل علم الٰہی کو یکلخت حاصل

کر سکتا ہے۔ اس لئے جیسے انسان ترقی کرتا جائے چاہیئے کہ ویساہی الہام زیادہ زیادہ اس پر منکشف ہوتا جائے۔

البتہ یہ الہام جو مابعد منکشف ہوا قدیم الہام کے خلاف نقیض نہ ہوگا بلکہ اسی کی ترقی و کمال کا ایک اعلےٰ درجہ ہوگا۔ پہلے الہام کو اگر الف ب سے موسوم کریں تو مابعد الہام کامل علم ادب سے نامزد کر سکتے ہیں جو نہ الف ب کے خلاف ہے بلکہ سب کچھ اسی میں سے نکلا ہے۔ پس وید کو الہام کے scale یا میزان میں اگر الف ب ت سے نامزد کریں اور اس معنے میں اس کو باقی سب علوم کا ماخذ اور مخزن سمجھیں تو شائد قابل اعتراض نہ ہو۔ کیونکہ وید بہت پرانی کتاب ہے اور جس زمانہ میں وہ تیار ہوئی وہ نوع انسان کی طفولیت کا زمانہ تھا۔ اور جب حالت بچوں کو تعلیم کیلئے شروع میں حروف ہجی ہی سکھاتے ہیں۔ اس لئے انسان کی اسی طفولیت کی حالت میں الہام اور مکاشفہ ملا ہو جیسا کہ خدا نے دیگر قوموں کو الہام اور مکاشفے بخشے تو ہم کو ہرگز اعتراض نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا طرفدار نہیں۔ کہ ایک ہی قوم کو الہام و مکاشفہ بخشے۔ اور دیگر قوموں کو محروم رکھے۔ محض وید کو الہامی ماننا جو قوم آریہ کی کتاب ہے خدا کو طرفدار ٹھہرانا ہے۔ کیونکہ قوم آریہ نوع انسان کی تین بڑی قوموں میں سے ایک ہے۔ نہ قوم آریہ ساری قومونکی ماں نہیں اور نہ ہی وید سارے الہاموں کا چشمہ ہو سکتا ہے ؎

علاوہ ازیں عقل حیوانی بھی خدا کیطرف سے ایک مکاشفہ ہے جس کے ذریعہ بیا اپنا گھونسلہ ایک خاص طرز کا بناتا ہے۔ اور شہد کی مکھی اپنے چھتے کو تیار کرتی ہے وغیرہ۔ اور جب قدیم سے ان کو مکاشفہ ملا اسی پر وہ ابتک عمل کرتے چلے آئے ہیں (چنانچہ اہل اسلام نے بھی اس کو مانا ہے کہ شہد کی مکھی کو بھی الہام ہوتا ہے)، اسمیں سر مو فرق نہیں آیا۔ نہ اس میں ترقی اور نہ تنزل کو دخل ہے اگر وید کا الہام اسی پایہ اور درجہ کا ہے۔ تو وہ نوع انسان کی ترقی کا مانع ہوگا اور شائد اسی رائے کو رکھنے کی وجہ سے اہل ہند صدیوں سے کولہو کے بیل طرح ایک ہی چکر میں گھومتے رہے۔ جبکہ دوسری قوموں نے جو الہام کو progressive یعنی ترقی کرنیوالا مانتے ہیں۔ بہت ترقی حاصل کی ہے۔ اس لئے میری التماس ہے،

کہ اس رائے پر اہل ہند زیادہ غور کریں تا کہ وہ آگے کو ترقی کر سکیں۔

(۲) الہام کی دوسری شرط یہ تھی۔ کہ وہ ایسا علم ہے جو ایشور کی طرف سے کسی انسان کے دل میں آوے اور جس علم کو اس نے کسی دوسرے انسان سے نہ پایا ہو اور نہ کسی کتاب وغیرہ کے مطالعہ سے حاصل کیا ہو۔

یہ شرط بڑی وسیع ہے۔ اور اس میں بہت سچائی بھی ہے کیونکہ علم و حکمت کا چشمہ خدا ہی ہے۔ اور جو علم کسی نے نکالے ہیں وہ سب الٰہی ہدایت و روشنی کی مدد سے نکالے ہیں۔ مسیحیوں میں سے شائد کوئی اسکا انکار نہ کریگا۔ کیونکہ حرفت اور کاریگری کو بائبل میں خدا کے الہام سے منسوب کیا ہے بطلی ایل وغیرہ کو خدا کی روح نے انکا پیشہ اور علم سکھایا۔ اور ریل و تار برقی و فوٹوگرافی وغیرہ کے موجد بھی اسی روشنی اور نور کی مدد و ہدایت سے یہ ایجاد کر گئے اور کرتے جاتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا الہام تھا جس نے انکے دل میں نہ کسی انسان نے یہ علوم و فنون کے اصول ڈالے ہیں۔ الغرض یہ شرط چنداں قابل اعتراض نہیں ہے البتہ یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا علوم و فنون کے موجد وید سے بالکل ناواقف اور ناآشنا تھے۔ اگر وید ہی سارے علوم و فنون کا چشمہ ہوتا تو یہ لوگ بالکل ان سے محروم رہتے چونکہ وہ محروم نہیں رہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ وہ ان کا کم سے کم، اکیلا چشمہ نہ تھے۔ اور جب ہم کو یہ معلوم ہے کہ جو لوگ ہزارہا سالوں سے ویدوں کے پڑھنے اور پڑھانے والے رہے ہیں ان میں سے کوئی ایسا موجد نہیں نکلا۔ کسی کی ریل بنائی ہوئی یا تار ایجاد کی ہوئی یا فوٹوگرافی کا علم ہم کو نظر نہیں آتا بلکہ اہل وید ان مغربی علوم کو خود بڑی محنت و مشقت سے مغربی لوگوں سے سیکھ رہے ہیں۔ نہ کہ ویدوں سے۔ پس یہ شرط اچھی تو ہے۔ کیونکہ نہ تو یہ الہام کے سلسلہ کو بند اور منقطع کرتی ہے۔ اور نہ وید سے محدود ہے۔ البتہ وید پر یہ صادق نہیں آتی اور نہ اسے الہامی ٹھہرانے میں مدد دیتی ہے۔

(۳) تیسری شرط بھی عمدہ ہے۔ کہ ایشر کا اصلی یا سچا الہام وہی ہو سکتا ہے جس میں کوئی بات ایشر کے قایم کئے ہوئے قوانین قدرت کے خلاف نہ ہو۔ اور اس میں ان طبعی اور روحانی علوم کا بیان ہو جو انسان اپنی محدود قوت ذہنی یا عقل سے تعلیم

پانے کے بغیر از خود حاصل نہیں کر سکتا۔

چونکہ فطرت کے قوانین الٰہی ہیں اور ان کا سارا کاروبار الٰہی ہے۔ اس لئے خدا کا کلام یا الہام اس کے کاموں کے خلاف نہ ہونا چاہئے۔ لیکن کونسا محدود العقل انسان یہ دعوےٰ کر سکتا ہے کہ میں سارے قوانین فطرت کا عالم ہوں اور فطرت کے سارے عالم گیر کاروبار سے آگاہ ہوں۔ کرہ زمین خلقت خدا میں ایک ذرہ کے برابر ہے۔ کیونکہ اس سے ہزاروں لاکھوں گنا بڑے سیارے ہزارہا موجود ہیں جن کی تاثیر وقتاً فوقتاً اس زمین کے کاروبار پر ہوتی رہتی ہے جیسے چاند کی تاثیر سے جوار بھاٹا وغیرہ کا آنا۔ سورج کے ذریعہ گرمی سردی برسات وغیرہ کا ہونا۔ سورج میں جو دھبے نظر آتے ہیں انکا اثر قبیح پڑنا۔ دیگر سیاروں کا اثر۔ اسیطرح سے جب وہ شاید سینکڑوں ہزاروں لاکھوں برس کے بعد گردش کرتے ہوئے زمین کے نزدیک آتے ہیں تو انکی عجیب تاثیر ہوتی ہے۔ دمدار ستارے کے ظاہر ہونے سے ہمارے ملک کے جوتشی بھی گھبراتے ہیں۔ اور جب فطرت کا نظام ایسا بیرون از قیاس ہے تو کون سمجھدار کہہ سکیگا۔ کہ میں قانون فطرت سے کلیہ طور پر واقف ہوں۔ اور جب سینکڑوں ہزاروں یا لاکھوں برس کے بعد کسی سیارہ کی تاثیر سے کچھ عجب واقعہ ظہور پائے تو سب چلا اٹھیں کہ یہ تو قانون قدرت کے خلاف ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ الٰہی کارخانہ میں کچھ خلاف قانون قدرت نہیں ہوتا۔ لیکن بہت باتیں ایسی تو ہوتی ہیں۔ جو ہمارے محدود مشاہدہ اور علم کے خلاف ہوں اور اگر کوئی ایسے واقعات کو خلاف قانون قدرت کہے تو وہ اپنی کم فہمی کا اظہار کرتا ہے۔ آپ کو شاید وہ قصہ یاد ہے جہاں صلاحدین اور رچرڈ شیر انگلستان کے درمیان اتفاقیہ بھیس بدلے ہوئے گفتگو ہوئی۔ جب شاہ رچرڈ نے کہا کہ ہمارے ملک میں پانی ایسا جم جاتا ہے۔ کہ ہم اس پر بھاگتے پھرتے اور گاڑیاں چلاتے ہیں تو صلاحدین نے جو گرم ممالک سے ہی صرف واقف تھا فوراً کہا کہ یہ تو محض جھوٹ ہے۔ کیونکہ یہہ اس کے محدود تجربہ کے خلاف تھا۔ اور اس کے زعم میں قانون قدرت کے خلاف تھا۔ ایسا ہی حال اکثرونکا ہے۔ کہ جو چیز انکے مشاہدہ کے خلاف ہو اسکو وہ قانون قدرت کے خلاف کہدیتے ہیں۔ مثلاً انجیل میں ایک جگہ ذکر ہے کہ پانی کی مٹی

ذراسی دیر میں بن گئی ۔ یہ ایک طرح سے انسان کے عام مشاہدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ پانی اتنی جلدی مٹی نہیں بنتا۔ مٹی بننے میں اسکو کتنی برس لگتے ہیں جب تک کہ وہ ایک خاص کل یا machine میں سے نہ گزرے۔ اور یہ مشین machine انگور کی بیل ہے۔ مٹی تو پانی ہی سے بنتی ہے لیکن ایک خاص طریقے سے اور ایک خاص زمانہ کے بعد ان کا یک لخت ایک دوسرے طریقہ یا بلا طریقہ کے بننا مشاہدہ کے خلاف ہے لیکن قانون قدرت کے خلاف نہیں۔ جیسے ہماری چھکڑے گاڑیاں دن بھر میں پندرہ بیس میل بمشکل چلتی ہیں۔ انکے سامنے (جب ہماری ملک میں ریل جاری نہ ہوئی تھی) یہ ذکر کرنا کہ ایک گاڑی دن بھر میں ساڑھے آٹھ سو میل چلتی ہے۔ تو وہ فوراً ہم کو بیوقوف ٹھہراتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یہ تو خلاف عقل ہے۔ وہ خلاف مشاہدہ کو خلاف عقل اور خلاف قانون قدرت سمجھتے تھے:۔

تھوڑا عرصہ ہوا۔ کہ میں نے اپنے چند دیہاتی دوستوں کے سامنے اپنے انگلستان جانے کا ذکر کیا: اور جب میں نے Tube Railway یعنی جو ریل زمین کے نیچے سرنگ جیسی میں چلتی ہے بیان کیا۔ تو انھوں نے فوراً میرے منہ پر کہا کہ یہ گپ ہے۔ یہ تو غلط ہے۔ الغرض بعض عجیب کام خدا اپنے انتظام کے مطابق خاص تاثیریں پیدا کرنے کے لئے اور خاص قسم کے لوگوں کو قایل کرنے کے لئے اگر وقوع میں آئیں تو وہ گو خلاف مشاہدہ ہوں انکو خلاف قانون قدرت کہہ نہیں سکتے جب تک کہ کل نظام خلقت ہمارے ورد زبان نہ ہو۔ الغرض یہ شرط درست ہے۔ بشرطیکہ قانون قدرت کو وسیع معنے میں لیں نہ کہ محدود اور ناقص معنوں میں۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے۔ کہ الہامی کتاب میں کسی خاص انسانی چیز یا جگہ کا بیان یا کوئی قصہ یا کہانی نہ ہونی چاہئے۔

ہم اس شرط کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے۔ اور نہ شاید اس شرط کے ٹھہرانے والے اس کے ساتھ بہت ہمدرد ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے دیباچہ کے صفحہ ۱۴ پر یوں رقمطراز ہیں:۔

"واضح رہے کہ ویدوں میں اکثر نہایت باریک علمی اصول کو ایسی قدرتی واقعوں

کی تمثیل سے جو روزمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے واقع ہوتے رہتے ہیں بیان کر دیا ہے جو علم کا درجہ کمال ہے۔ کیونکہ جب انسان کسی علمی اصول کی تہ تک پہنچ جاتا ہے تب اس کو یہ ملکہ حاصل ہوتا ہے کہ اس کو تمثیلوں اور استعاروں میں بیان کر سکے۔ تمثیل یا تلازمہ کا یہ فائدہ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ معمولی عقل کا انسان بھی باریک سے باریک علمی بات کو بآسانی سمجھ لیتا ہے۔

پس جبکہ تمثیل اس کمال کا نشان ہے۔ اور مطلب سمجھانے کے لئے ایسا مفید ہے تو اسکا الہام میں ہونا ضرور ہوا۔ چنانچہ خداوند مسیح نے اسی غرض سے اکثر اپنی تعلیم تمثیلوں میں دی جس سے اس کی تعلیم کا کمال نظر آتا ہے۔ کسی قصہ اور کہانی کو تمثیل کے طور پر استعمال کرنا الہام کو بگاڑتا نہیں بلکہ اس کے معنے کو زیادہ روشن کر دیتا ہے۔ پس یہ شرط نادرست ہے نہ ویدوں پر صادق آسکتی ہے نہ کسی دوسری الہامی کتاب پر۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے۔ کہ الہام میں ایسی ہدائتیں ہونی چاہئیں جن سے سب کی اعلےٰ بہبودی مقصود ہو۔ اور جو انسان کیلئے نہائت ضروری ہوں وہ کسی خاص گروہ یا متنفس کی طرفداری رو رعائت سے پاک اور سب کیلئے یکساں اور پُرانصاف ہونا چاہئے۔

انجیل میں اس پر بہت زور ہے چنانچہ خداوند یسوع مسیح نے فرمایا ہے میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ اور اپنے ستانے والوں کیلئے دعا مانگو تاکہ تم اپنے آسمانی باپ کے بیٹے ٹھہرو۔ کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے۔ اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔ کیونکہ اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھو تو تمہارے لئے کیا اجر ہے۔ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی کو سلام کرو تو کیا زیادہ کرتے ہو۔ کیا غیر قوموں کے لوگ بھی ایسا ہی نہیں کرتے۔ پس تم کامل بنو جیسا تمہارا آسمانی باپ کامل ہے یہ شرط اونچ نیچ کے خیال کو دور کر دیتی ہے۔ ذات پات کے بندھن کو جس نے ہندوستان کو اپنے زنجیر سے جکڑ رکھا ہے۔ اور آگے بڑھنے نہیں

دینا بالکل خلاف ہے اور مجھے امید ہے کہ جیسا اس شرط میں درج ہے ایسے اونچ نیچ اور ذات پات کے بندھن کی تعلیم جو اہل ہنود میں ایسی جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ امید ہے کہ ویدوں میں یہ نہ ہوگی۔ اور اہل ہند کوشش کر کے اس قید و غلامی سے جلد اپنے تئیں آزاد کرینگے۔

(۶) ہمیں چھٹی شرط پر بھی چنداں اعتراض نہیں بشرطیکہ ہم اس انعام کو مثل بیج یا اصول کے سمجھیں جس میں سے ایک بڑا درخت رفتہ رفتہ پیدا ہو جاتا ہے جو درخت نیا ہے وہ بیج سے اگرچہ شکل و شباہت اور پھل پھول پتی وغیرہ میں بہت متفرق ہے۔ لیکن وہ بیج کے خلاف نہیں۔ اور جیسا ہم نے پیشتر ذکر کیا ہے مابعد مکاشفہ مثل درخت اور علم ادب کے ہے۔ اور ابتدائی مکاشفہ مثل بیج اور حروف تہجی کے ہے۔ بیج اور حروف تہجی یکساں اثر رکھنے والے ہیں۔ وہ نہ کبھی منسوخ ہوتے نہ بے اثر۔ بشرطیکہ موافق زمین اور دیگر لوازمات پیدا ہونے اور نشو و نماد کے لئے حاصل کریں۔

(۷) ساتویں شرط پر ہم بہت زور نہیں دیتے۔ کسی کتاب کی لاثانی فصاحت اور بلاغت نہ اسے الہامی ٹھہراتی ہے۔ اور نہ اُسے الہام سے خارج کرتی ہے۔ کیونکہ ہر ملک و زبان میں ایسی لاثانی کتابیں موجود ہیں جن کو ہم محض اسی بنا پر کہ وہ ایسی بے نظیر ہیں الہامی نہیں ٹھہرا سکتے۔ اور نہ ہمارے آریہ بھائی ایسا کرینگے۔

(۸) آٹھویں شرط ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ اس سے کیا مراد ہے۔ یعنی یہ کہ وہ بنفسہ مکمل ہو۔ اور تکمیل کے لئے محتاج یا بغیر نہ ہو۔ بلکہ اور سب اپنی صداقت و تکمیل کے لئے اس کے محتاج ہوں۔

اس شرط سے کیا مراد ہوگی۔ ویدوں نے اپنا مطلب آپ کبھی نہیں سمجھایا۔ وہ ہمیشہ اس امر کے لئے محتاج یا بغیر رہے۔ جن قدیم رشیوں پر وہ نازل ہوئے ان پر انکے معنے خود بخود ظاہر نہ ہوئے۔ جب تک کہ وہ سمادھی وغیرہ میں نہ بیٹھے یعنی وہ اپنا مطلب سمجھانے کے لئے سمادھی وغیرہ کے محتاج ہوئے۔ اور اب بھی بلا سنسکرت جاننے اور دیاکرن وغیرہ کی واقفیت اور سالوں کی محنت کے بغیر وہ اپنا مطلب کسی کو سمجھا نہیں سکتے۔ وہ محتاج یا بغیر ہیں۔ اور نیز وید کے

ترجمہ کرنے میں جو دقت عالموں کو ہوتی ہے۔ خواہ یورپین عالم ہوں یا ہندی عالم ہوں۔ جو اختلافات ترجموں کے اس وقت پائے جاتے ہیں۔ وید نے ان کے سدھارنے اور صحیح کرنے میں کچھ بھی مدد اور ہدایت نہیں کی۔ الفاظ مکمل ہوں تو ہوں لیکن معنے تو مکمل نہیں۔ کوئی کچھ معنے کرتا ہے اور کوئی کچھ کرتا ہے۔ اگر مکمل معنے ہوتے تو یہ اختلاف کیوں ہوتا۔ بلکہ اس اختلاف کو تو ایک طرح کی صفت سمجھا ہے۔ کہ وید کے الفاظ کثیر المعانی ہیں۔ اور جب ایک ہی مقام پر ایک لفظ کے مختلف معنے ہو سکتے ہیں۔ تو اس سے اختلاف پیدا نہ ہو تو کیا ہو۔ کاش کہ معنوں کا یہ اختلاف جاتا رہتا۔ تاکہ ہم میں سے یہ اختلافات جو ہم کو پست اور ذلیل کر رہے ہیں کافور ہو جاتے۔

اور اگر وید بنفسہ مکمل ہیں اور تکمیل کیلئے محتاج یا بغیر نہیں تو ان شرائط کے بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ شرائط بھی خود وید میں ہونی چاہئے تھیں لیکن جہانتک مجھے علم ہے شرائط مترجم صاحب کی خود ٹھہرائی ہوئی ہیں جن سے ظاہر ہے۔ کہ وید الہامی ثابت ہونے کے لئے ایسی ایجاد کردہ شرائط کا محتاج ہے۔

الہام کے بارہ میں اہل ہنود کا اختلاف

اور شائد ان شرائط کے قائم کرنے کا یہ فائدہ ہے۔ کہ الہام کے بارہ میں جو اختلاف الرائے اہل ہنود میں موجود ہے۔ اس سے لوگوں کی نظر کو ذرا ہٹا دے کیونکہ ان کی کتابوں میں الہام کے بارہ میں مفصلہ ذیل رائے بیان ہوئی ہیں:۔

(۱) چھندوگیہ اپنشد۔ شست پتھ برہمن میں ذکر ہے۔ کہ پرجاپتی نے اگ ہوا۔ اور سورج سے تین وید یعنی رگ۔ یجر۔ سام وید نکالے۔ منو کے شاستر میں بھی یہی خیال ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ وہاں لکھا ہے۔ کہ برہم نے قربانی چڑھانے کے لئے ناطر آگ ہوا۔ اور سورج کو بلوکر تین ازلی وید نکالے یعنی رگ یجر اور سام۔

(۲) وشنو اور بھاگوت پران میں ذکر ہے۔ کہ برہما کے چار مونہوں سے چار وید نکلے۔

(۳) مہابھارت میں حکمت کی دیوی سرستی ویدوں کی ماں کہلاتی ہے۔

(۴) ایک دوسرے اپنشد میں وہ برہم کا سانس کہلاتے ہیں۔

(۵) اور بری ومس کا بیان ہے۔ کہ وہ گائتری سے نکلے۔

(۶) رگ وید کے پرش سکت کی نویں آئت سے پتہ لگتا ہے کہ وہ قربان شدہ پرش سے نکلے۔ کہ اس عالم گیر قربانی سے یہ منتر پیدا ہوئے یعنی رگ۔ سام اور یجر۔

(۷) اور اتھرون وید میں لکھا ہے۔ کہ رگ اور یجش کال سے پیدا ہوئے۔

چنانچہ مترجم رگ وید بھاشیہ بھومکا نے بھی اپنے دیباچہ کے صفحہ پران مختلف رائوں کا ذکر کر کے ان کو ملانے کی کوشش کی ہے اور بتایا ہے کہ ان سب کا ایک ہی منشا ہے۔ اور یہ کوشش اچھی ہے اور اگر دیگر مذاہب والوں کی کوششوں کو بھی اسی نظر سے دیکھیں جو انہوں نے اپنے ظاہری اختلافوں کے ملانے میں کی ہے۔ تو ہم میں بہت کچھ یگانگت اور اتحاد پیدا ہو جائے گی۔

ماحصل یہ ہے۔ کہ الہام انسان کی ہدائت کیلئے ضرور ہے۔ اور بیشک جب سے انسان بنا اس کو الہام دیا گیا۔ لیکن وہ موقوف نہیں ہوگیا۔ اور نہ کسی خاص قوم اور ملک اور مذہب اور زمانہ پر محدود رہا۔ چنانچہ بائبل میں ایسے شخصوں کا ذکر ہے۔ جو بنی اسرائیل یا قوم یہود سے نہ تھے۔ لیکن جنکو خدا کیطرف سے الہام ملا۔ مثلاً ملک صدق جس نے ابراہیم کو جس سے بنی اسرائیل کی قوم نکلی برکت دی۔

ایوب جس کے نام کی ایک کتاب بائبل میں ہے وہ عربی تھا۔ الیہو خدا کا مکاشفہ اس کو ملا۔ خورس مادی یا فارسی بادشاہ پر خدا ظاہر ہوا۔ بلعام بڑا نبی گذرا ہے۔ گو اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔ یہ بھی قوم اسرائیل میں سے نہ تھا۔ اس لئے ہم مسیحی تعصب نہیں رکھتے۔ کہ الہام صرف مسیحیوں یا یہودیوں کے ہی دائرہ میں رہا۔ اور ماسوا اس

دایرہ کے کسی کو الہام نہیں ملا۔ اس رائے کے مطابق اگر قدیم آریاؤں کو الہام ملا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں بلکہ اس کا ظن غالب ہے کہ اس قوم کی ہدایت کیلئے اس قوم کے چند قدیم بزرگوں کو یہ مکاشفہ ملا جسکا کچھ پر تو آجتک ویدوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اور ونکو بھی قدیم زمانہ میں ملا۔ مثلاً آدم۔ نوح۔ ابراہیم اور مابعد دیگر بزرگوں کو جنکا ذکر بائبل اور انجیل میں مندرج ہے۔ ایسا ہی غالباً یونانی فیلسوفوں سقراط وغیرہ کو یا مصری کاہنوں کو ملا ہو۔ ہم تعصب چھوڑ کر ان دوسری قوموں کو دایرہ الہام سے خارج نہ کریں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے۔ کہ وہ الہام کہانتک کسی قوم میں خالص چلا آیا ہے۔ یا مابعد زمانہ میں اس میں کچھ ملاوٹ وغیرہ کو دخل ہوا یا نہیں۔

انجیل کے الہام کا ذکر

انجیل کا الہام قدیم الہام کے سلسلہ کی تکمیل ہے وہ ایک پھلدار درخت وہ ایک علم ادب کی مانند ہے۔ جو ایک چھوٹے سے بیج یا حروف تہجی سے نکلا ہے۔ اس کا ذکر خداوند مسیح نے خود کیا ہے۔ "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ تم سے میں سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت سے ہرگز نہ مٹیگا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔

اس میں اوّل تو قدیم الہام کو مانا ہے۔ جیسا توریت میں قلمبند ہے۔ اور نیز اس کی ترقی کو جو نبیوں کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ اور پھر اس کے کمال کو جو یسوع مسیح کے وقت میں ہوا۔

دوم الہام کی اس شرط کی تصدیق کی ہے۔ کہ خدا کا کلام منسوخ یا رد نہیں ہو جاتا۔ اور سوم گو ظاہرا اختلاف نظر آتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ مثلاً "تم سن چکے ہو۔ کہ اگلوں سے کہا گیا تھا۔ کہ زنا نہ کرنا۔ لیکن

میں تم سے یہ کہتا ہوں۔ کہ جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت کیطرف نگاہ کی۔ وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا"۔

انجیل کے الہام کا ثبوت

اب رہا یہ ثابت کرنا کہ انجیل الہامی ہے۔ اس کی چند دلیلیں پیش کرونگا کہ کسطرح سے یہ انجیل یا جسے نیا عہد نامہ کہتے ہیں الہامی ہے۔

مسیح نے اپنے رسولوں سے ایسے الہام کے انعام کا وعدہ کیا تھا چنانچہ اس نے فرمایا "جب وہ تمہیں حوالے کرے تو فکر نہ کرنا۔ کہ ہم کسطرح اور کیا کہیں کیونکہ جو کچھ کہنا ہوگا۔ اسی گھڑی تمہیں بتایا جاویگا۔ کیونکہ بولنے والے تم نہیں بلکہ تمہارے باپ کی روح تم میں بولتی ہے (متی۔ ۱۰۔ ۱۹)

"یا روح القدس اسیوقت تم کو سکھاویگا۔ کہ کیا کہنا چاہیئے۔ (لوقا۔ ۱۲۔ ۱۲)

"میں تمہیں زبان اور حکمت دونگا۔ کہ تمہارا کوئی مخالف سامنا کرنے یا خلاف کہنے کا مقدور نہ رکھیگا (لوقا ۲۱۔ ۱۴۔ ۱۵)

پھر آخر کے قریب اس نے اسی وعدہ کو زیادہ مشرح کر کے فرمایا۔ "میں باپ سے درخواست کرونگا۔ تو وہ تمہیں دوسرا وکیل بخشیگا۔ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی حق کی روح جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ نہ اسے دیکھتی اور نہ اسے جانتی ہے۔ تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے۔ اور تمہارے اندر رہے گی" (یوحنا ۱۴۔ ۱۶ و ۱۷)

"میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہکر تم سے کہیں لیکن وکیل یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجگا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائیگا" (یوحنا۔ ۱۴۔ ۲۵ و ۲۶)

"میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ وکیل تمہارے پاس نہ آئیگا۔ لیکن اگر جاونگا تو اسے تمہارے پاس بھیجدونگا۔ مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی حق کی روح آئے گی تو تم کو تمام حق کی راہ دکھائیگی۔ اس لئے کہ

وہ اپنی طرف سے نہ کہیگی۔ لیکن جو کچھ سُنے گی وہی کہیگی۔ اور آئیندہ کی خبریں دیگی۔ اور میرا جلال ظاہر کریگی"۔ (یوحنا۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۲ سے ۱۵ تک)

اس سے ظاہر ہے۔ کہ انجیلی الہام اس شرط کو پورا کرتا ہے۔ کہ الہام وہ علم ہے۔ جو ایشور کیطرف سے کسی انسان کے دل میں آوے۔ کیا ویدوں میں الہام کا ایسا مفصل بیان ہوا ہے۔ انجیل نہ صرف الہامی ہونیکا دعویٰ کرتی ہے۔ بلکہ الہام کی حقیقت کو بھی بتا دیتی ہے۔ وہ اس امر میں محتاج یا بغیر نہیں۔ جیسے کہ وید ہیں۔ اور اس سے الہام کی وہ شرط بھی پوری ہو جاتی ہے۔ کہ الہام میں وہ ہدائتیں ہونی چاہئیں جن سے سب کی اعلےٰ بہبودی مقصود ہو۔ انجیلی الہام ساری سچائی کی راہ دکھاتا ہے۔ کچھ کسر رہنے نہیں دیتا۔

مسیح کا نہ صرف یہ وعدہ ہی تھا بلکہ اس کے رسول خود بیان کرتے ہیں کہ انکو ایسا الہام ملا۔ اور خدا نے معجزوں کے ذریعہ ان کے کلام کی تصدیق کی چنانچہ پولوس رسول یہ کہتا ہے۔ کہ جو خوشخبری (انجیل) میں نے سنائی وہ انسان کی سی نہیں۔ کیونکہ وہ مجھے انسان کیطرف سے نہیں پہنچی۔ اور نہ مجھے سکھائی گئی بلکہ یسوع مسیح کیطرف سے مجھے اسکا مکاشفہ ہوا"۔ (گلیتوں ۱۔ ۱۱ و ۱۲)

اور اس سے یہ شرط پوری ہو جاتی ہے۔ کہ جس علم کو اس نے دوسرے انسانوں سے نہ پایا ہو۔ اور نہ کسی کتاب وغیرہ کے مطالعہ سے حاصل کیا ہو۔

پھر وہ دوسرے موقعہ پر کہتا ہے۔ کہ "ہم پر خدا نے انکو روح کے وسیلہ سے ظاہر کیا........ ہم نے نہ دنیا کی روح بلکہ وہ روح پائی جو خدا کی طرف سے ہے۔ تا کہ ان چیزوں کو جانیں جو خدا کیطرف سے ہمیں عنائت ہوئی ہیں۔ اور ہم ان چیزوں کو ان الفاظ میں نہیں بیان کرتے جو انسان کی حکمت نے ہم کو سکھائے بلکہ ان الفاظ میں جو روح نے سکھائے ہیں۔ اور روحانی باتوںکا روحانی باتوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ لیکن نفسانی آدمی خدا کی روح کی باتیں قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ اس کے نزدیک بیوقوفی کی باتیں ہیں"۔ (۱ کرنتی ۲۔ ۱۰۔ ۱۴)

اور انکے موثر ہونے کے بارہ میں بھی یوں درج ہے۔ کہ ہر ایک صحیفہ جو خدا کے الہام سے ہے وہ تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت

کرنے کے لئے فائدہ مند بھی ہے تاکہ مرد خدا کامل بنے۔ اور ہر ایک نیک کام کے لئے بالکل تیار ہو جائے"۔ ۳۔ ۱۶و۱۷)

اب ان پر ایک اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ یہ انجیلیں تو متی۔ مرقس لوقا یوحنا وغیرہ کی کہلاتی ہیں۔ الہامی کیسے ہو سکتی ہیں۔ اے صاحبو جیسے وید کے منتروں کے نیچے رشیوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ اور ان رشیوں سے وہ منسوب ہیں اور جن کی نسبت اہل ہنود صاحبان یہ فرماتے ہیں۔ کہ جن رشیوں پر یہ منتر منکشف ہوئے یا جنہوں نے یہ ترتیب دی یہ ان کے نام ہیں۔ اسیطرح سے اے صاحبو متی۔ مرقس وغیرہ وہ اشخاص ہیں جن کے دل میں الہی تحریک یعنی الہام ہوا۔ کہ خاص باتوں اور واقعات کو نوع انسان کی ہدائت کے لئے لکھیں اس سے وہ اصل میں متی یا مرقس کیمطابق انجیل کہلاتی ہیں یعنی انجیل اور خوشخبری تو واقعی لوقا اور متی اور مرقس نے ترتیب دی۔ اصل مصنف ان کا روح القدس ہے۔ یعنی خدا کی روح ہے جو الہام کا چشمہ ہے۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ جن رشیوں کے نام منتروں کے نیچے لکھے وہ ان منتروں کو عموماً اپنی ساخت یا تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اور متی و مرقس وغیرہ ایسا نہیں کرتے۔ شائد آپ سب جانتے ہیں کہ منتر عموماً ان رشیوں کی دعائیں ہیں۔ چنانچہ رگ وید کے شروع کا منتر یہی ہے میں اگنی کی تعریف کرتا ہوں جو چنا ہوا پروہت دیوتا اور قربانی کا کاہن ہے.... کاشکہ ہم آسانی سے تیرے پاس پہنچ سکیں جیسے باپ کے پاس بیٹا۔ اے اگنی ہماری بہبودی کے لئے ہمارے ساتھ ہو۔

پھر دوسرے منتر کے شروع میں ہے "اے خوبصورت وایو۔ آ کیونکہ تیرے لئے یہ سوم کے قطرے تیار کئے گئے ہیں......... اے ہمارے رشیو متر ورن جن کی حکومت وسیع ہے۔ اور جو پیدائش سے زبردست ہے ایسی طاقت ہمیں بخشو جو اچھی طرح سے کام کرتی ہے۔

الغرض منتروں کو کہیں سے نکالکر دیکھو تو وہ عموماً دعائیں ہیں۔ اور بعض بہت عمدہ دعائیں ہیں جو زبور کی کتاب کی دعاؤں سے مشابہ ہیں۔ اس لئے غالباً الہی تحریکیں تھیں کہ یہ رشی اپنی ضرورتوں کو اپنے ایشور کے سامنے ظاہر کریں۔

اور ایسی دعاؤں میں انسان خدا کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اور دوسری طرح کا الہام وہ ہے جسمیں خدا انسان سے متکلم ہے۔ بائبل میں یہ دونوں قسم کا الہام درج ہے۔ لیکن وید میں صرف ایک ہی قسم کا۔

انجیلوں کے الہام کے ساتھ اس امر کا ذکر کرنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ اسوقت تقریباً بتیس ہزار قلمی نسخے موجود ہیں۔ اور ان میں ایسا اتفاق آپسمیں ہے کہ دنیا میں کسی اور کتاب کا جس کے اس سے تیسرا حصہ بھی نسخے شمار میں ہوں ایسا اتفاق نہ ہوگا۔ اور نئے عہدنامہ کے بعض قلمی نسخے سولہ سو برس کے موجود ہیں یعنی چوتھی صدی مسیحی کے۔ حالانکہ وید کا کوئی قلمی نسخہ ایسا موجود نہیں جو چھ سو برس سے زیادہ کا ہوا ہو۔ حالانکہ دعوٰی یہ ہے کہ وہ کروڑوں برس کی کتاب ہے۔ مسلمان بھائی بھی قرآن کے قدیم قلمی نسخے دکھلا سکتے ہیں۔ جو بارہ تیرہ سو برس کے ہیں لیکن وید کا کوئی ایسا قلمی نسخہ جہانتک دریافت کیا گیا موجود نہیں۔ اور انجیل کے قدیم ترجمے اس سے بھی پرانے ہیں۔ اور مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کی تصانیف سے سارا عہدنامہ تیار ہو سکتا ہے۔ کیا ویدوں کے بارہ میں یہ دعوے کر سکتے ہیں ہرگز نہیں!

علاوہ ازیں تعلیم ایک ایسا معیار ہے جس سے فوراً پتہ لگ جاتا ہے۔ اور دل پر جادو کا سا اثر ہوتا ہے۔ وید کے کسی حصہ کا ترجمہ لے لو۔ اور انجیل کے کسی حصہ کا ترجمہ لے لو۔ اور مقابلہ کر کے دیکھو۔ انجیل میں پہاڑی وعظ مشہور ہے وید کے کسی جگہ سے کوئی جگہ لے لو اس تعلیم کو نہ پہنچیگا۔ اس لئے اے دوستو انجیل نہ صرف الہامی کتاب ہے بلکہ پہلے الہاموں کی تکمیل اور معراج ہے۔ اس کو قبول کرنا ہمارا عین فرض ہے۔

مسیح کے دعوٰی کی صداقت

شائد کوئی یہ اعتراض کرے کہ تمہارے بیان اور انجیل کے الہام کا سارا دارو مدار مسیح کے کلام پر ہے۔ جب تک مسیح کے دعوے کی صداقت ظاہر نہ ہو کس طرح ہم اس کی دعاؤں کو مانیں۔ یہ سچ ہے۔ کیونکہ دعوے کرنا آسان ہے لیکن

ان کو ثابت کرنا مشکل ہے۔ صرف اس زمانہ کے لوگ ہی یہ طلب نہیں کرتے بلکہ
خود مسیح کے زمانہ کے لوگوں نے اس سے اس کی دعاؤں کا ثبوت طلب کیا تھا۔
مسیح نے ان معترض یہودیوں پر کسیطرح سے اپنی صداقت کو ظاہر کیا۔ مثلاً
(۱) قدیم نوشتوں سے۔ "تم صحیفوں میں ڈھونڈتے ہو........ اور یہ
ہیں جو میری گواہی دیتے ہیں"۔ "اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے
اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے۔ لیکن جب تم اس کے نوشتوں
کا یقین نہیں کرتے تو میری باتوں کا کیونکر یقین کروگے" (یوحنا ۵۔ ۳۹ و ۴۷)
(۲) مسیح کے کام اس کی صداقت پر گواہ ہیں۔ "جو کام باپ نے مجھے پورے
کرنے کے دیئے ہیں۔ یعنی یہی کام جو میں کرتا ہوں وہ میرے گواہ ہیں کہ باپ
نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جب یوحنا نے اپنے شاگردوں کی تشفی کیلئے انکو یہ سوال
پوچھنے بھیجا۔ تو انہوں نے اُس کے پاس آکر کہا۔ کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے
نے ہمیں تیرے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا ہے۔ کہ کیا آنیوالا تو ہی ہے یا ہم دوسرے
کی راہ تکیں۔ اسی گھڑی اس نے بہتوں کو بیماریوں اور آفتوں اور بُری روحوں
سے نجات بخشی اور بہت سے اندھوں کو بینائی عطا کی۔ اس نے جواب میں ان
سے کہا۔ کہ جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا ہے جاکر یوحنا سے بیان کرو۔ کہ اندھے دیکھتے
ہیں۔ اور لنگڑے چلتے ہیں۔ کوڑھی پاک صاف کئے جاتے ہیں۔ بہرے سنتے
ہیں۔ مردے زندہ کئے جاتے ہیں۔ غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اور مبارک
وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے" (یوحنا ۷۔ ۲۰ سے ۲۳)
(۳) لیکن ان سے بڑھکر ثبوت مسیح کی اعلےٰ پاک زندگی ہے جس کے بغیر
نہ نوشتوں کی خبر نہ بڑے اور عجیب معجزے بہت کارآمد ہو سکتے ہیں۔ اس کی
اس نے جو پرلے درجہ کا حلیم تھا۔ یوں بیان کیا ہے۔ (۹) "جس نے مجھے بھیجا
ہے وہ میرے ساتھ ہے۔ اس نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ کیونکہ میں ہمیشہ
وہی کام کرتا ہوں جو اُسے پسند آتے ہیں (یوحنا ۸۔ ۲۹)
نیکی اعلےٰ درجہ کی یہی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے خدا کی مرضی بجالائے۔ پھر
اس نے یہ بھی فرمایا۔ کہ (۲) "میں جو سچ بولتا ہوں اسی لئے تم میرا یقین نہیں

نہیں کرتے جو خدا کا ہوتا ہے وہ خدا کی سنتا ہے تم اس لئے نہیں سنتے کہ خدا کے تم نہیں" یوحنا ۸۔ ۴۲ و ۴۷)

(۴) مسیح نے اپنی تعلیم کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا اور کہا "یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ میری تعلیم میری نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے۔ اگر کسی کی مرضی ہو کہ اس کی مرضی پر چلے تو وہ اس تعلیم کی بابت جان جائیگا۔ کہ خدا کی طرف سے ہے یا میں اپنی طرف سے کہتا ہوں۔ جو اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے۔ وہ اپنی عزت چاہتا ہے۔ لیکن جو اپنے بھیجنے والے کی عزت چاہتا ہے وہ سچا ہے۔ اور اس میں ناراستی نہیں (یوحنا ۷۔ ۱۶ سے ۱۸)

(۵) لیکن ان سے بڑھکر ایک اور مضبوط اور قوی دلیل اس نے دعوے کی صداقت میں پیش کی جو پہلی ساری دلیلوں سے اعلےٰ اور افضل اور جس پر مسیحی دین کی صداقت بہت کچھ موقوف ہے۔ وہ اس کا مردوں میں سے جی اٹھنا ہے (ع) چنانچہ جب یہودیوں نے اس سے پوچھا۔ کہ تو جو ان کاموں کو کرتا ہے ہمیں کونسا نشان دکھاتا ہے۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا۔ کہ اس مقدس کو ڈھادو تو میں اسے تین دن میں بنا کھڑا کرونگا۔ . . . . . . وہ اپنے بدن کے مقدس کی بابت کہتا تھا۔ پس جب وہ مردوں میں سے جی اٹھا تو اس کے شاگردوں کو یاد آیا۔ کہ اس نے یہ کہا تھا" (یوحنا ۲۔ ۱۸ سے ۲۲ تک۔

(۶) ایک دوسرے موقعہ پر اس نے اپنے شاگردوں سے جواب میں کہا" وہ وقت آگیا ہے۔ کہ ابن آدم جلال پائے۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک گیہوں کا دانہ زمین میں گر کے مر نہیں جاتا۔ اکیلا رہتا ہے۔ لیکن جب جاتا ہے۔ تو بہت سا پھل لاتا ہے"۔ (یوحنا ۱۲۔ ۲۳)

(۷) باپ مجھ سے اس لئے محبت رکھتا ہے۔ کہ میں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اُسے پھر لے لوں۔ کوئی اُسے مجھ سے چھینتا نہیں۔ بلکہ میں اسے آپ دیتا ہوں مجھے اس کے دینے کا بھی اختیار ہے۔ اور پھر اس کے لینے کا بھی اختیار ہے" (یوحنا ۱۰۔ ۱۷ و ۱۸)

دانہ کا مر کر جی اٹھنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ وہ اصلی سالم مسیح ہے جس کی بعد

ناقص نہیں۔ اگر ظاہرا صورت میں اصلی اور مصنوعی بیج یکساں ہوں۔ تو ان کو
بو کر ان کی حقیقت پرکھ سکتے ہو۔ اصلی سالم بیج اپنی زندگی کے آثار پتی وغیرہ
کی صورت میں جلد دکھادیگا۔ لیکن مصنوعی بیج مُردہ کا مُردہ زمین میں پڑا رہیگا۔
تھوڑا عرصہ گزرا کہ مصر کے قدیم کھنڈرات میں ایک قبرستان ملا جسمیں پرانی
Mummies تھیں ان میں ایک گندم کا دانہ بھی ملا جو اس
Mummy کے ساتھ ہی مصالحہ کے اثر سے موثر ہو گیا تھا۔ اور شاید کئی
ہزار برس تک وہ اس قبرستان میں رہا۔ اور جب اس کو نکالکر بویا تو وہ
اُگ آیا۔ " اصل میں ہر ایک سچائی کا یہ عالمگیر ثبوت ہے۔ کہ اس کو تم کیسے
ہی گہرے اور سنگین گڑھے میں دفن کردو۔ اس پر مہریں لگا دو پہرے
بٹھا دو۔ لیکن وہ سچائی بہت دیر تک دفن نہیں رہیگی۔ قبر پھاڑ کر وہ نکل آئیگی۔
اور آگے سے زیادہ زور اور تاثیر سے ظاہر ہوگی۔ موسم خزاں اور موسم بہار اسی
اصول کی تشریح کرتے ہیں۔ کہ بہار میں سوکھے درخت کا ہرا بھرا ہو جانا اس کی
زندگی پر دال ہے۔ مسیح کے دعاوی کا بھی کہ وہ حق اور وارث تھے یہی بڑا
ثبوت ہے کہ وہ مر کر جی اٹھا جس کی شہادت کو آپ پرکھ سکتے ہیں۔

الآخر۔ انجیل الہامی کتاب ہے۔ (۱) خود انجیل میں انکا دعویٰ ہے۔

(۲) جن کے ذریعہ انجیل تحریر ہوئی وہ قلیم اشخاص تھے۔

(۳) خود مسیح نے جو کلام خدا ہے۔ اپنے رسولوں کو ایسے الہام دینے کا وعدہ
کیا۔

(۴) الہام کی جو شرائط ہیں وہ ان میں پوری ہوتی ہیں۔ کہ وہ (۱) دل میں الٰہی
تحریک سے قلمبند ہوئیں۔ (۲) اور ان کے لکھنے والوں میں سے بعض نے
یہ اقرار کیا۔ کہ ہم کو یہ انجیل انسان کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کیطرف سے
یا مسیح کیطرف سے ملی ہے۔

(۳) اور نہ وہ قوانین قدرت کے خلاف ہیں۔ بشرطیکہ قوانین قدرت محدود
معنے میں نہ لئے جائیں۔

(۴) اور ان میں ایسی اعلےٰ ہدایات اور تعلیمات ہیں جن سے رب کی اعلےٰ

بہبودی مقصود ہے۔

(۵) اور وہ ہمیشہ موثر ہے نہ منسوخ ہوئی اور نہ رد ہوئی ہے۔

(۶) اور جس مقصد کیلئے وہ دی گئی اس کے لئے وہ مکمل اور محتاج یا بغیر نہیں۔

(۷) اور ان شرائط الہام کے علاوہ اس میں ایک اور ایسی صفت پائی جاتی ہے کہ مشکل سے کسی اور کتاب میں نظر آئیگی یعنی عالم گیر گناہ کا عالم گیر علاج اس میں بتایا گیا ہے۔ اور گنہگار انسان کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ الہامی کتاب میں ایسا علاج پایا جائے۔ جس کے بغیر باقی ساری خوبیاں ہمارے لئے نہ صرف فضول بلکہ مضر ہو جاتی ہیں۔ جیسے بیمار کے لئے اچھی اچھی نعمتیں عمدہ عمدہ کھانے نہ صرف فضول بلکہ مضر ہیں۔ ایسا ہی گنہگار انسان کیلئے جب تک اس کا علاج نہ ہو رنگینی عبارت۔ عمدہ خیالات۔ اعلےٰ تعلیمیں گوناگون ریاضتیں سب بے سود ہیں۔

اگرچہ ہمارے آفتاب کے سوا شائد اور بڑے بڑے سیارے اور آفتاب بھی اجرام فلکی میں پائے جائیں۔ مگر چونکہ میرے انگور ان سے نہیں پکتے اس لئے وہ ہمارے لئے کچھ مفید نہیں۔ ہمارا آفتاب ہی ہمیں مبارک ہے۔ جو ہم کو گرم کرتا اور ہمارے اناج اور پھلوں کو پکا دیتا ہے۔ اس لئے گناہ کے اس علاج کو ایک نظر آزما لو۔ اس کے دعوے کو ایک دفعہ پرکھ لو۔ اور جس کیطرف سے یہ دعوے ہوا ہے۔ اس نے اس کو طرح طرح کی دلائل سے اس کو ثابت کر دکھایا ہے۔ وہ آپ کیلئے بھی باعث مایوسی نہیں۔ بلکہ باعث فرحت اور حیات ابدی ہوگا۔ آمین!

اب میں میر مجلس اور سب حاضرین جلسہ کا تہ دل سے شکر گذار ہوں۔ کہ ایسی شائستگی اور تحمل سے آپنے اس مضمون کو سُنا ہے۔

الہام کا چرچا

کیا کوئی کتاب الہامی ہو سکتی ہے؟

اگر ہو سکتی ہے تو کونسی؟

(از پادری - جی ایل ٹھاکر داس صاحب)

یہ سوال یہ معنے رکھتا ہے۔ کہ کیا کسی طرح خدا انسان سے باتیں کر سکتا ہے۔ اور کہ اپنی باتیں قلم بند کروا سکتا ہے۔ اس بات پر چرچا کرتے ہیں:-

پہلا امر یہ نظر آتا ہے۔ کہ آیا الہام ممکن ہے یا نہیں؟ اس امکان کی دلیل کے لیے واقعی باتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ اولاً یہ کہ الہام کے امکان کا ذکر بالیقین اس صورت میں ہو سکتا جبکہ اس سے پہلے یہ ایمان ہو۔ کہ اس دنیا کا کوئی خالق ہے۔ اور وہ زندہ خدا ہے کیونکہ اگر دنیا خود ہست ہے۔ تو الہام اور اس کے سب مطالب فضول اور بیکار ہیں۔ اور یا اگر خدا ازلی ہے۔ اور مادہ اور جیو آتما بھی خود ہست اور ازلی۔ تو خدا انسان اور حیوان اور بے جان مادہ کا مالک نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ مو خر یا بہر ہیں۔ کہ خدا کو اپنا باپ یا حاکم مانیں۔ کیونکہ وہ جدا جدا خدا ہیں۔ لہذا خدا کی طرف سے الہام اس صورت میں بھی ناممکن اور ناواجب اور ناپسند ٹھیریگا۔ اور یا اگر ایپی کیورس فلاسفر والا خیال درست ہو کہ خدا کا اس دنیا سے کوئی سروکار نہیں۔ انسان کے اعمال سے اس کو کچھ واسطہ نہیں ہے۔ تب بھی الہام کا خیال عبث ٹھیریگا۔ لہذا ضروری امر ہے۔ کہ لوگ زندہ خدا کی ہستی کی بابت اپنا ایمان سدھ کر لیں۔ تب الہام کے امکان کا پتا لگ سکیگا کیونکہ اگر ہم مان لیویں۔ کہ زندہ خدا ہے۔ ایسا خدا جو عاقل اور اپنی شخصیت رکھنے والا ہے۔ اور ان تمام صفتوں سے کامل طور پر موصوف ہے۔ جن کو ہم اپنے میں بھی محسوس کرتے ہیں۔ مگر ہم میں وہ کامل نہیں ہیں۔ تو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی دقت نہ رہیگی کہ اب خدا اپنے پیدا کردہ ذی شعور انسان سے جس کو اس نے اپنی صورت پر پیدا کیا

بات کرے اور ہدایت کرے۔ ہر ایک آدمی اپنی اپنی زندگی سے جانتا ہے۔ کہ بولنا بات کرنا روح میں فطرۃً لازمی ہے۔ اسیطرح خدا جس کو آتما یا روح مانا جاتا ہے۔ اُسکے لئے بھی بولنا لازمی ہے۔ اور اس لئے خدا کا اپنے تئیں الہام کے ذریعہ انسان ناطق پر ظاہر کرنا اس کی اپنی ذات کا لازمی تقاضا ٹھیرتا ہے ✦

ثانیاً الہام کوئی خلاف نیچر بات نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے واقعات ہیں۔ جو خدا کے ایسے دخل کو دکھلا رہے ہیں۔ اور انسان کی محتاج حالت کو ایسا ظاہر کرتے ہیں۔ جن سے اس کی روح ایسی ہم کلامی کی آرزومند رہا ہے۔ مگر گناہ میں گمراہ ہو کر عقل کی تاریکی کے سبب اُن واقعات کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ بلکہ اُن کی روحانی آنکھیں چندھیا جاتی رہی ہیں۔ اور اس لئے ایسے واضح الہام کی ضرورت ہوئی۔ جو اس کو بتلاوے کہ گناہ سے پاک روحانی زندگی بھی ہے۔ مثلاً قوموں کی بت پرستی یا نیچر پرستی کیا تھی اور کیا ہے؟ یہی کہ نیچر میں خدا کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے نیچر ہی کو خدا کر کے پکڑ لیا۔ کیوں ایسا کیا اس لئے کہ وہ اثبات کی تلاش اور آرزو میں رہیں۔ کہ کس طرح پتہ لگے۔ کہ فوق النیچر نیچر کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نیچر کی جڑوں کی بڑھتی۔ اور اُن کی شگفتگی اور کل عالم کی خوشنمائی الٰہی الہام سوجھیں۔ مختلف آوازیں جو طلب کرتی ہیں۔ کہ ہم اپنے سے ایک بڑے کی ذمہ داری کریں۔ یہ آرزو تھی۔ کہ اُسکو دیکھیں۔ اس سے باتیں کریں۔ یا وہ ہم سے کرے۔ اور آخر اپنی اس چاہت کے جوش میں نیچر کی چیزوں کو بولی دی۔ یعنے آپ بولتے اور آپ کی طرف سے ہی خود ہی بولتے جیسے چھوٹی لڑکیاں گڑیوں سے باتیں کرتی ہیں۔ اگرچہ لوگوں کی آرزو کے یہ خود ساختہ نتیجے غلط تھے۔ تاہم انسان کی فطرت میں اور گناہ والی فطرت میں بھی یہ آرزو ثابت ہے۔ کہ انسان الہام کی ضرورت کو کسی نہ کسی ڈھب سے محسوس کرتا رہا ہے۔ گو اس کے امکان کی صحیح صورت اس کو معلوم نہ ہوئی۔ پھر اس آرزو کے علاوہ انسان میں الہام کے لئے بشری شرط بھی موضوع ہے یعنے ایک فوق النیچر مرضی جو ہماری ضبط رغبات کو چاروں طرف سے گھیرتی اور روکتی ہے وہ ضمیر پر ظاہر کی جاتی ہے۔ یعنے ضمیر کا ایسی رغبات کو منع کرنا اس فوق النیچر مرضی کا الہام ہے۔ جو ہماری فطرت میں موضوع ہے۔ (نامہ رومیوں ۲: ۱۴ ، ۱۵)

اس کے علاوہ انسان میں ایک تجربہ کاری بھی ہے جو اس کو دوسرے الہام کے قابل بناتی ہے

یعنے ہر ایک آدمی اپنے تجربہ سے جانتا ہے۔ اور جان سکتا ہے۔ کہ اس میں ایک ایسی زندہ رغبت یا قوتیں ہیں۔ جو اس کے وجود کو۔ صرف اخلاقی کو نہیں۔ بلکہ جسمانی اور عقلی وجود کو بھی راغب کرتی ہے۔ کہ ترقی کر۔ آدمی بن۔ کیونکہ گناہ کی خرابیاں اس ترقی کو روکتی اور ہمیں نیچ بناتی ہیں۔ پس یہ رغبت بھی انسان میں بشریت کی ایک اور شرط موضوع ہے۔ جو بمنزلہ الٰہی مرضی کے الہام کے ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے۔ کہ انسان فطرۃً اس قابل ہے۔ کہ دوسرا الہام بھی پاسکے۔ جو خدا کی طرف سے ممکن ہے۔ اور انسان کی حالت بھی اس کی مانع نہیں۔ بلکہ اس کو طلب کرتی ہے +

اگرچہ مذکورہ الہام کے امکان پر دلالت کرتی ہیں۔ تاہم ایک اور مشکل ہے۔ جو بظاہر اس امکان کو دشوار کرنے والی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ انسان اپنی کل طاقتوں میں محدود ہے۔ اور خدا اپنی ذات وصفات میں لامحدود ہے۔ "اور وہ اس نور میں رہتا ہے۔ جس تک کسی کی گذر نہیں ہوسکتی۔ نہ اسے کسی انسان نے دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے" (۱ تمطاوس ۶: ۱۶) اس لئے کہا جاسکتا ہے۔ کہ الہام والی ہم کلامی محال ہے۔ مگر اس مشکل کے دو پہلو ہیں یعنے خدا اور انسان۔ اگر کوشش انسان کی طرف سے ہو۔ کہ کہیں جاکر خدا کو ڈھونڈھے۔ اور اس سے باتیں کرے۔ تب تو یہ ناممکن ہے۔ اور لوگ بے فائدہ ایسی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک پنجابی نظم میں ادا کیا گیا ہے +

اوہ تاں ہے اک ذات نورانی۔ — نہ کوئی رنگ نہ روپ نشانی۔
اوہ بے انت اے اول آخر — بھے کتنے خلقت جاکر ؟
آکر سوچاں لوگ رچائے۔ — اکناں نے چا الکھ جگائے۔
ٹبر چھیڑ اُجاڑیں بیٹھے۔ — پیپل تال کنارے بیٹھے
اک جاتترا ان اتے لیٹے — اک سنے وچ سمادھی بیٹھے
اک نے برہما بندے آپے — لینے سارے لوگ سیاپے
صوفی لوکاں پنجتن بنایا۔ — عیسائیاں فنا فی اللہ بتلایا۔
ہر کرتوتاں اپنے بھیلے — آپے گھڑ گھڑ آپے چھیدے۔
اوہ جو نوں نہ ڈھونڈا پایا۔ — ریدے ریدے جنم گوایا۔

دوسرا پہلو خدا ہے۔ اور خدا کی پیچیدی اسباب کو چاہتی ہے۔ کہ وہ ہر دو میں جگہ

حاضر ناظر ہے۔ پس جبکہ ایک انسان کی محدودی انسان کی کوشش کی مانع ہو تو دوسری طرف خدا کی بیحدی اس مشکل کو دور کرنے والی ہے۔ یعنے اگر خدا انسان سے بولنا چاہے تو وہ ہر جگہ بول سکتا ہے۔ مگر پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا بھی انسان سے کس طرح بولے اگر ہم سب مانتے ہیں کہ خدا ہی اس دنیا کا خالق اور منتظم ہے۔ تو یہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ کہ سورج کی روشنی اور گرمی اور ہوا اور پانی اور مٹی کی تاثیریں تاربرقیاں ہیں۔ جو ہم کو خدا کی خبریں دے رہی ہیں۔ مگر اس کو وہ طریق الہام نہیں کہہ سکتے۔ جس کے امکان کا چرچا ہے۔ البتہ یہ چیزیں اپنی اپنی خاصیت کا اثر انسان پر کرتی ہیں۔ لیکن ان سے ہم کو وہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ کہ خدا ہم کو ایمان اور عمل کے لئے کیا کہہ رہا۔ ضروری امر ہے کہ جب خدا انسان سے بولے۔ تو انسان بھی محسوس کر سکے۔ کہ خدا مجھ سے بولتا ہے اور یہ مطلب اس صورت میں حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ خدا جو نادر ہے۔ کہ کسی صوری شکل میں ہو کر بولے۔ اور چونکہ وہ بے حد ہے۔ تو ہماری حد میں ہمارے زمانہ اور مکان کی حد میں۔ ہمارے دل اور کان کی حد میں بولے۔ تا کہ انسان یا تو اس صوری شکل کو اور یا اس آواز کو محسوس کر سکے۔ اور خدا قادر ہے۔ کہ خواہ انسان کی بیداری کی حالت خواہ نیند کی حالت میں کشف بخشے۔ یا الہامی کلام۔ اس کے دل میں ڈالے۔ یا اپنی تاثیر سے اُسے کلام کرنے کی خاص قدرت بخشے۔ خداوند کریم اپنا الہام کئی طریقوں سے دے سکتا ہے۔ جس سے انسان جان سکتا کہ خداوند کا کلام مجھے پہنچا ہے۔ اور کسی طریق کی رو سے یہ حجت جائز نہیں ہو سکتی۔ کہ ایسے کرنے سے خدا محدود یا مثل آدمی کے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ تو سب جگہہ حاضر و ناظر اور سب کچھ کر سکتا ہے +

اب تک ہم نے یہ معلوم کیا کہ الہام الٰہی فی النفسہ ممکن ہے۔ اور کس طریق سے اس کا وقوع میں آنا ممکن اور ضروری ہے اب

دوسرا امر یہ کہ کونسی کتاب الہامی ہے؟ پیشتر اس سے کہ میں وہ الہامی کتاب جن کے بتلاؤں یہ جتایا چاہتا ہے۔ کہ وید اور قرآن۔ اور بائبل کا اسبات میں اتفاق نہیں ہے۔ کہ الہام آلہی کیا ہے۔ حتیٰ کہ ایک کا الہام دوسرے کے نزدیک الہام ہی نہیں ٹھہرتا۔ چنانچہ وید اپنے منتروں کی بابت یوں کہتے ہیں کہ:۔

"دانشمندوں (رشیوں) نے اپنے دل کے خیالوں کے ذریعہ تلاش کیا اور

است اور ست کا رشتہ دریافت کیا"

(رگ وید۔ منڈل دس۔ گیت ۱۲۹۔ آیت ۴)

پھر لکھا ہے۔ کہ "آؤ ہم میٹھی سر کے ساتھ دیوتوں کے یہ سب نامے بیان کریں، تاکہ ہر کوئی انہیں دیکھ سکے۔ جب آئندہ زمانہ یا پشت میں یہ منتر گائے جاویں۔"

(رگ وید منڈل ۱۰۔ گیت ۷۲۔ آیت ۱)

پھر یہ کہ "اے آلہی روشن پوشن ہمارا یہ تازہ ترین تعریف کی گیت ہم نے تیرے لئے گاتے ہیں" رگ وید منڈل۔ ۳۔ گیت ۶۲۔ آیت ۷) +

ان میں الہام کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ اور نہ ازلی سشبہ کا کوئی خیال ہے۔ قرآن اپنی بابت یہ اظہار کرتا ہے۔ قل کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ وھدی وبشری للمومنین۔ کہ جو کوئی دشمن ہے جبرائیل کا۔ پس تحقیق اس نے اتارا ہے۔ اس کو تیرے دل پر اللہ کے حکم سے سچا کرنے والا اس کو جو اس کے آگے ہے۔ اور ہدایت اور خوشخبری واسطے ایمان والوں کے اہل اسلام کے درمیان اس سے یہ مفہوم ہے۔ کہ بغیر وحی کے محمد صاحب کو قرآن کی کسی بات کا علم نہیں تھا۔ ایسا الہام شاید اس شخص کے لئے درکار ہو۔ جو اس دنیا میں کبھی نہ رہا ہو۔ مگر خیر یہ بیان ہم کو اہل اسلام ہی سے کوئی صاحب بتلائیں گے اس موقعہ پر میں صرف اتنا کہتا ہوں۔ کہ بائبل کا الہام اس قسم کا نہیں ہے۔ اور بائبل اپنے الہام کی بابت یہ بیان کرتی ہے۔ کہ "ہر ایک صحیفہ خدا کے الہام سے ہے۔ اور تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لئے یہ فائدہ مند ہے" (۲ تمطاؤس ۳: ۱۶) اور بیان مندرجہ ۲ پطرس ۱: ۱۰۔ ۱۲۔ کل بائبل یعنے عہد عتیق اور عہد جدید کے الہامی ہونے یعنے خدا کی روح سے دئے جانے پر حاوی ہے۔ اور یہی دیکھو یوحنا ۱۴: ۲۵۔ ۲۷۔ اب ہمارے نزدیک دنیا بھر میں فقط بائبل الہامی کتاب ہے۔ اور اس کے الہامی ہونے کے بارے میں جو تحقیقی بیان کیا جائیگا۔ وہ اس کے پیروؤں کی روائتوں یا تعریفوں کی بنا پر نہیں ہوگا۔ لیکن یہ دکھلایا جائے گا۔ کہ اس ضروری اور بھاری معاملہ میں بائبل خود کیا کہتی ہے۔ اور کیا ثبوت دیتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی کتاب الہامی نہیں ہے۔ تو مقلدوں کی باتوں یا تعریفوں سے الہامی نہیں بن سکتی +

اب بائبل کے الہامی ہونیپر چرچا کرنے میں جو باتیں مدنظر رکھی گئی ہیں ان میں سے اول یہ ہے کہ اس میں اُسکے الہام کی ضرورت کیا کیا بتلائی گئی ہے - ہر ایک جو خدا کی ہستی اور حکومت کو مانتا ہے اور وہ یہ بھی تسلیم کریگا کہ بیجان چیزیں اپنی ہستی اور آراستگی کو خود ہی قائم نہیں رکھ سکتی ہیں - کیونکہ اُن کی ہستی دوسرے کی محتاج ہے اور انسان بھی نہ اپنی ہستی کا مالک ہے اور نہ خود ہی اس کو قائم رکھ سکتا ہے - یہی حال اس کی روحانی حالت کا ہے کہ وہ خود ہی اُسکو برقرار نہیں رکھ سکتا - اس نے گناہ کیا ہے - اور گناہگار بنا رہتا ہے - اور اگر اسی حالت میں پڑا ہے - تو مرنا ہمیشہ اور ابدی موت اسکا لازمی نتیجہ ہے - اسکی معرفت کا بھی یہی حال ہے - اگر وہ غفلت اور جہالت میں پڑا رہے - تو حیوانوں کے درجہ پر اُتر آنا لازمی ہوگا - چنانچہ دنیا کی قدیم اور حال کی تواریخ اسبات کی شاہد ہے - کہ جب خدا نے "اگلے زمانہ میں سب قوموں کو اپنی اپنی راہ چلنے دیا" (اعمال ۱۴: ۱۶) تو نتیجہ یہ ہوگیا کہ "دنیا نے اپنی حکمت سے خدا کو نہ پہچانا" (۱ قرنتیوں ۱: ۲۱) اور وہ روحانیت اور عرفان قائم نہ رہے - جو اُسکی انسانیت سے مطلوب تھے - بلکہ یہ حال ہوگیا جیسا موسے نے توریت میں (پیدائش ۶: ۵) اور داؤد نے زبور میں (۱۴: ۱ ر ۲ ر ۳) اور پولوس نے انجیل میں خدا کی طرف سے بیان کیا ہے (رومیوں ۳: ۱۰ - ۸) "خداوند آسمان پر سے بنی آدم پر نگاہ کرتا تا دیکھے کہ اُن میں کوئی دانشمند خدا کا طالب ہے یا نہیں وے سب گمراہ ہوئے - وے ایک ساتھ بگڑ گئے کوئی نیکوکار نہیں ایک بھی نہیں" اب چونکہ انسان اس دنیا میں سب سے وجود بنایا گیا ہے اسلئے خداوند کریم نے اپنے بڑے فضل سے انسان کو مدد دی تاکہ جہالت اور تباہی سے محفوظ رکھے - اور یہ کام اس طور سے کیا - کہ اپنی مرضی کو انسان پر طرح بطرح ظاہر کیا - اور وہ ظہور اسکی سرشت کی تاثیر یا ہدایت سے ہوتا رہا (۱ قرنتیوں ۲: ۱۱) اور اس کام کیلئے خدا نے آدمیوں میں سے بعضوں کو اپنی مرضی کے موافق مخصوص اور ان کو اپنے الہام سے ہدایت دی - کہ بنی آدم پر خدا کی کیا کیا مرضی ظاہر کریں اور وہ کلام جو اس طور سے ان نبیوں اور رسولوں نے ظاہر کیا اس کو بائبل کہتے ہیں - یاد رہے کہ انسان میں عقل اور ضمیر تو ہیں - جیسا بائبل میں مانا گیا ہے - (رومیوں ۱: ۱۹-۲۰ - اور ۲: ۱۴-۱۵) مگر ان کی حالت مذکورہ کے سبب سے امداد الٰہی کی ضرورت ہوئی - جو بائبل میں ظاہر کیگئی ہے - **دوم** بائبل کے مصنف الہام کی کیا کیفیت بیان کرتے ہیں؟ اور الہام اور الہام پانے والے میں کیا نسبت ہوتی تھی - موسیٰ سے سوال کیا تھا جو اُسنے اپنے الہام کا یہ وعدہ کیا کہ "خداوند نے اسے کہا کہ آدمی کو زبان کس نے دی - اور کون گونگا کرتا ہے؟ کیا میں نہیں کرتا - جو خداوند ہوں؟ پس اب تو جا اور میں تیری بات کے ساتھ ہوں - اور جو کچھ تو کہیگا - تجھکو سکھلاؤنگا" (خروج ۴: ۱۱ ر ۱۲) اس کے مطابق موسیٰ نے خداوند کی اس ہمراہی کو یوں محسوس کیا کہ "خداوند نے موسیٰ کو فرمایا" "خداوند نے موسیٰ سے یہ کہتے ہوئے کلام کیا" (خروج ۳۰: ۱۱) اور موسیٰ نے خداوند کی ساری باتیں لکھیں" (خروج ۲۴: ۴) +

پھر دیگر انبیاء کے بارے میں موسےٰ نے بڑی آرزو کے ساتھ یہ خبر دی کہ "کاش کہ خداوند کے سارے بندے
نبی ہوتے اور خدا اپنی روح انہیں ڈالتا" (گنتی ۱۱: ۲۹) یہ خبر پوری ہوئی تھی "تو بہت برسوں تک ان کی برداشت کرتا
رہا اور اپنی روح سے ہی نے اپنے نبیوں کی معرفت انہیں سمجھاتا رہا" (نحمیاہ ۹: ۳۰) اور وہ نبی اپنے الہام کی کیفیت
یوں بیان کرتے ہیں۔ داؤد کہتا ہے کہ "خداوند کی روح مجھ میں بولی اور اسکا سخن میری زبان پر تھا" (۲ سموئیل ۲۳:
۲) "اور خداوند کی روح اس دن سے ہمیشہ داؤد پر اترتی رہی" (۱ سموئیل ۱۶: ۱۳) عہد عتیق کے نبی جو
سلیمان کے بعد سے ملاکی نبی تک ہوئے جنکی کتابیں عہد عتیق میں شامل ہیں وہ اپنے اپنے الہام کی بابت یوں لکھتے ہیں:
یسعیاہ۔ "خداوند کا یہ کلام یسعیاہ پر نازل ہوا" (۳۸: ۴) "خداوند یوں فرماتا ہے" (۱: ۲) یرمیاہ "خداوند نے
مجھے فرمایا کہ دیکھ میں نے اپنا کلام تیرے منہ میں ڈال دیا" (۱: ۹) حزقیل "اے آدم زاد تو اسرائیل پاس جا
اور میری باتیں انہیں کہہ اور ان سے باتیں کر اور انہیں کہہ کہ خداوند یہوواہ یوں فرماتا ہے (۱: ۱-۳-۳: ۴)
ہوسیع اپنی بابت لکھتا ہے کہ "خداوند کا کلام بیری کے بیٹے ہوسیع کو پہونچا" (۱: ۲۱) اسیطرح اور نبی
ہیں اور انمیں سے آخری یعنے ملاکی نبی لکھتا ہے کہ "خداوند کا کلام جو ملاکی کی معرفت سے اسرائیل کیلئے ارشاد ہوا" (۱: ۱)
عہد عتیق کی تواریخی کتابیں نبیوں کی معرفت لکھی گئی ہیں۔ اور یاد رہے کہ اسرائیل کے درمیان قوم
کے اندرونی و بیرونی حالات کا قلمبند کرنا نبیوں ہی کے ذمے تھا اور اگر کسی کتاب کا مصنف مذکور نہیں ہوا ہے
تو اس کا یہی سبب ہے۔ خوف طوالت کے سبب سے صرف ایک دو مثالیں دی جاتی ہیں۔ چنانچہ سلیمان کے
احوال کی کتاب کے اصلی مصنف ناتن نبی اور سیلانی اخیاہ اور عیدو غیب بین تھے (۲ تواریخ ۹: ۲۹) اسیطرح
اور بادشاہوں کے احوال بھی "بادشاہوں کی تواریخ" یا "بادشاہوں کے دفتروں" سے لکھے گئے تھے جنکے لکھنے
والے نبی تھے (دیکھو ۲ سلاطین ۲۴: ۵۔ اور ۲ تواریخ ۳۲: ۳۲) تواریخ اور عزرا کی کتابیں جو بابل کی
اسیری کے بعد اور نیز اسرائیل کی بحالی کی بابت لکھی گئی تھیں۔ انکا مؤلف عزرا فقیہ تھا جس کی بابت لکھا ہے کہ "
فقیہ تھا جو موسیٰ کی شریعت میں جسے خداوند اسرائیل کے خدا نے دیا تھا ماہر تھا اور اسلیے کہ خداوند اسکے خدا کا ہاتھ اس پر
تھا" "جو کاہن اور فقیہ تھا بلکہ خداوند کے حکموں کی باتوں اسرائیل پہ کے فرضوں کا مفسر تھا (عزرا ۷: ۶۔ ۱۱-۱۲)
انجیل یعنے عہد جدید کے زمانہ میں یہ کیفیت پائی جاتی ہے کہ اس کے راوی اپنے الہام کی بابت خداوند یسوع سے
مکاشفہ پانا اور روح القدس سے ملہم کیا جانا بیان کرتے ہیں ان رسولوں کے ساتھ یسوع نے وعدہ کیا گیا کہ "روح القدس جسے
باپ میرے نام سے بھیجیگا وہی تمہیں ساری باتیں سکھلائیگا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائیگا"
(یوحنا ۱۴: ۲۵۔ ۲۶) اس سے ظاہر ہے کہ خداوند یسوع کی زندگی کا وہ مشاہدہ جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا
اور کانوں سے سنا تھا اسکو روح القدس کی ہدایت سے بیان کیا (۱ یوحنا ۱: ۱-۳) چنانچہ پطرس رسول اپنی اور دیگر

رسولوں کی بابت لکھتا ہے کہ "جن باتوں کی خبر اب تم کو اُنکی معرفت ملی جنہوں نے روح القدس کے وسیلے سے جو آسمان پر بھیجا گیا۔ تم کو خوشخبری دی" (۱ پطرس ۱:۱-۱۲) پولوس رسول اپنے خطوں کی بابت لکھتا ہے کہ "اے بھائیو میں تمہیں جتائے دیتا ہوں۔ کہ جو انجیل میں نے سنائی۔ وہ انسان کی سی نہیں۔ کیونکہ وہ مجھے انسان کیطرف سے نہیں پہنچی اور نہ مجھے سکھلائی گئی۔ بلکہ یسوع مسیح کیطرف سے مجھے اسکا مکاشفہ ہوا" (گلتیوں ۱:۱۱-۱۲) میری سمجھ میں اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ بائبل لکھنے والے آدمی اپنے تئیں الہام سے بیان کرنیوالے کہتے ہیں اسی قدر چرچا کافی ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ الہام اور الہام پانیوالوں میں کیا نسبت تھی؟

اس نسبت کی بابت بھی ہم کو ان کی الہامی کتابوں سے پتہ ملنا چاہیئے۔ بائبل میں دو قسم کے بیان پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو راویوں کو معلوم تھے۔ یا دریافت کرنے سے معلوم ہو سکتے تھے اور دوسری قسم کے وہ بیان ہیں جو کشف کے ذریعہ بتلائے گئے تھے۔ ان دونو قسم کی باتوں کو بیان کرنے یا لکھنے میں روح القدس کی تاثیر کا دخل تھا۔ اس صورت میں الہام روح القدس کی وہ تاثیر تھی۔ جس کی تحریک اور مدد سے مقدس راویوں نے بہ ہوش وحواس قائم وہ مکاشفے اور معمولی واقعات اخذ کرکے سنائے اور قلمبند کئے جو بائبل میں مندرج ہیں جیسا خداوند کے وعدہ سے مصرح ہے "میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہکر تم سے کہیں لیکن وکیل یعنے روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا وہی تمہیں سب باتیں سکھلائیگا۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلا دیگا" (یوحنا ۱۴: ۲۵-۲۶) اور ۱ قرنتیوں ۱:۱۰-۱۲-۱۳) اس الہامی معاملہ میں مقدس راوی روح القدس کے ہاتھ میں مثل کل کے نہیں ہوتے تھے۔ جو اپنے چلانے والے کے بس میں بے بس ہوتی ہے نبیوں کی یہ حالت فقط اس صورت میں ہو سکتی تھی۔ جب اُنکو غیر معمولی باتیں کشف کیجاتی تھیں۔ مثلاً آئندہ کی بابت پیشگوئیاں یا اسرار ماضی جیسے دنیا کی پیدائش مگر اس میں بھی ان کی بے بسی صرف اس بات میں تھی۔ کہ وہ اس مکاشفہ کے آغاز وساخت میں فاعل نہیں ہوتے تھے۔ لیکن خدا کی طرف سے کیجاتی تھیں اور اس کے ساتھ یہ بھی ضروری امر تھا کہ اس کشف کو قبول کرنے اور اس کو کشف جاننے کے حواس قائم رہیں۔ اور وہ آدمی اس کو اپنی زبان یا طرز محاورہ میں بیان کر سکیں (رویاؤں اور خوابوں اور پیشگوئیوں کا یہی حال تھا) اور اس سے سبق سکھلا سکیں۔ پس نبی مثل کل کے نہیں ہو جاتے تھے بلکہ جسطرح وہ لوگ بیرونی عالم کی چیزوں کو اپنے حواس خمسہ سے محسوس کرتے تھے۔ اور دیگر لوگ عموماً کرتے ہیں اور اس مشاہدہ کو پھر اوروں کے سامنے بیان کرتے ہیں اسی طرح نبی رویا یا خواب کے مشاہدوں کو محسوس کرنے کی حس رکھتے تھے۔ اور ان کو بیان کرنیکی سمجھ بھی۔ موسیٰ اور یسعیاہ اور پطرس اور پولوس اور یوحنا کی رویاؤں پر غور کرو۔ پھر بائبل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ الہام کا ایک خاص محیط یعنے وہ الہام پانے والوں کی زندگی کے سارے کاموں پر حاوی نہیں تھا۔ اور اس موقعہ پر سوال یہ ہے۔ کہ کیا نبیوں

کا الہامی ہونا ان کی معصومیت کی بھی دلیل ہو جاتی تھی۔ اور یا کہ ان کی معصومیت وجہ الہامی ہونے کی ہوتی تھی؟ بائبل کی رو سے یہ دونوں خیال منقطع ٹھیرتے ہیں کیونکہ اس میں الہام بجائے خود ایک خاص خدمت کیلئے مقصود تھا یعنے خدا کا کلام دوسروں کو سنانے کے لیے۔ اور الہام کی روح پانے سے الہام پانیوالے کا بیگناہ ہو جانا منصور نہیں تھا۔ بائبل میں لوگوں کے ان گناہوں کا مذکور ہوا ہے۔ جو انہوں سے الہام پانے کے بعد یا اس کے دوران میں سرزد ہوئے تھے۔ اور ان کے پہلے گناہوں کا چنداں ذکر نہیں ہے جیسے ابراہام اور اسحاق اور موسی اور داؤد اور پطرس۔ اور علاوہ اسکے قرنتیوں ۱ ۱۲ : ۴-۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ روح القدس کی جدا جدا تاثیریں خاص خاص خدمتوں کے لیے روح کی مرضی کے موافق عطا کی جاتی تھی اور یہ نہیں کہ روح بے پیمائش دیا جاتا تھا۔ اور اس صورت میں عام لوگوں کو اسبات سے سروکار نہیں کہ نبیوں کی زندگی کے کام کیسے تھے بلکہ اسبات سے ہے کہ انہوں نے الہام سے کیا لکھا ہے۔

سبق نہم وہ الہام جس کا بائبل دعوے کرتی ہے اس نے کیا بتایا ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ سچ مچ خدا کے الہام سے ہے؟ اصل کسوٹی الہام کی اسکا یہ عملی فائدہ ہی ہے اور وہ بائبل سے حسب ذیل حاصل ہے +

موسیٰ نے خدا کی ہستی اور قدرت اور حکمت کا صرف دعوے ہی نہ کیا تھا کہ " ابتدا میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا " بلکہ بنی اسرائیل کے درمیان اور ان کے لیے اور غیر اقوام کے روبرو اس خدا نے خالق کی قدرت اور حکمت اور عدل اور رحم کے ایسے ایسے ثبوت دیے جو لوگ محسوس کر سکتے تھے اور جنکی طرف توجہ طلب کی گئی ہے کہ " اگلے دنوں کا احوال جو تم سے آگے گذر گئے ہیں۔ اسدن سے کہ انسان کو خداوند نے زمین پر پیدا کیا پوچھو اور آسمان کے ادھر سے ادھر تک پوچھو کہ کیا ایسا امر عظیم کبھی واقع ہوا یا اُس کی مانند کبھی سنا گیا؟ کبھی لوگوں نے خدا کی آواز آگ میں سے بولتی سنی جیسے تو نے سنی اور جیتا رہا ہے؟ یا کبھی خدا نے قصد کیا تھا کہ جا کے ایک گروہ کو کسی قوم کے بیچ سے امتحانوں اور نشانیوں اور معجزوں کے وسیلے اور جنگ سے اور زور آور ہاتھ اور بڑھائے ہوئے بازو سے اور ہولناک ماجروں سے اپنے لیے اختیار کرے جسطرح خداوند تمہارے خدا نے تمہاری آنکھوں کے سامنے مصر میں تمہارے لیے کیا؟ یہ سب تجھ کو دکھلایا گیا تاکہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں ہے " وغیرہ (استثنا ۴: ۳۲-۳۵) اور یوں جب خدا کی خدائی ثابت کر دی۔ تو اس کی طرف سے شریعت کا دیا جانا لازمی ٹھیرا جو توریت میں مندرج ہے (باب مذکورہ کی آیت ۴۰) مگر انتظام یہیں نہ چھوڑا گیا۔ بلکہ خدا نے اور نبی بھیجنے کا بندوبست کیا۔ جو لوگوں کو اسی شریعت کی پیروی کی تائید کرتے رہیں اور تجاوز کے خطروں سے آگاہ کریں اور ساتھ ہوں اس راز الٰہی کا انکشاف کرتے جائیں۔ جو مسیح کل شریعت کی غایت تھی (رومیوں ۱۰: ۴) اور جس کے پاس

بانے کے سے شریعت بمنزلہ استاد کے ٹھیرائی گئی تھی۔ (گلتیوں ۳: ۲۴) بائبل کی تواریخی کتابوں سے تو یہ اور انبیاء کے یہی عظیم مقاصد ثابت ہیں۔ اُن میں اُن مقاصد کا عمل درآمد ثابت ہے + (۱) یہ کہ بنی اسرائیل اور دیگر اقوام کے لئے خدا اپنے انتظام کے کاموں سے وہی خدا ثابت کیا گیا۔ جس کو موسیٰ نے ثابت کیا تھا یعنے جن لوگوں نے خدا اور اُسکی شریعت سے تجاوز کیا ان کو سزا دی گئی۔ اور جو تائب اور خائف ہوئے۔ وہ برکت پاتے رہے۔ جیسا کہ توریت میں پہلے سے جتا دیا گیا تھا (استثنا ۴: ۳۲-۴۰) اور خدا کی بابت عہد عتیق کا اثر یہودیوں کے آس پاس کی تمام قوموں پر پڑا تھا۔ جن میں سے ایک خدائے قادر کا کسی قدر چرچا پایا جاتا تھا۔ اور عہد عتیق کا یہ فائدہ بجائے خود ثابت کرتا ہے۔ اس کی کتابیں اسی خدا کی طرف سے ہیں جس کو وہ دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ کہ مانا جاوے ۔(۲) دوسرا مدعا اور فائدہ جو ان تواریخی کتابوں نے قائم رکھا وہ خدا کی عبادت تھی۔ جو قربانیوں کے ساتھ کی جاتی تھی۔ جیسا توریت میں مطلوب تھا۔ اور ان سے غافل ہونے کی سزا کی مثالیں مندرج ہیں۔ اور یہ ساری باتیں ان فائدوں کا اثر ہمیشہ کے لئے قائم رکھنے کی خاطر ہیں۔ تاکہ پھر ویسی نافرمانی نہ کریں۔ اور بت پرستی میں نہ پڑیں۔ اور خدا اور اس کی عبادت ہمیشہ سامنے رکھیں +

عہد جدید یعنے انجیل میں وہی مدعا زیادہ وسعت اور روحانیت کے ساتھ قائم رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ مسیح نے فرمایا کہ " یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی ۵: ۱۷) اور پھر یہ کہ " ضرور ہے کہ جتنی باتیں موسیٰ کی توریت اور نبیوں کی کتابوں میں اور زبور میں میری بابت لکھی ہیں۔ وہ پوری ہوں" (لوقا ۲۴: ۴۴) + خدا کی بابت وہی پہلا اصول قائم کرتا ہے کہ "اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" (مرقس ۱۲: ۲۹) اور اس کی عبادت کی بابت فرمایا کہ "خدا روح ہے اور ضرور ہے کہ اس کے پرستار روح اور راستی سے پرستش کریں" (یوحنا ۴: ۲۴) اس سے خدا کی عبادت کو روحانی عبادت بنا دیا۔ اور جانوروں کی قربانی والی فرمانبرداری کے بجائے اپنے کفارہ پر ایمان طلب کیا اور جانوروں کی قربانی بند کی۔ اور یہ سب کچھ عہد عتیق کے منشا کی رو سے کیا ہے +

خدا کی بابت ایک اور مفید امر جو الہام بائبل نے ظاہر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ خدا ہمارا آسمانی باپ ہے۔ اور کہ وہ محبت ہے اور یوں انسان کو فرزندی کے درجہ میں رکھ کر خدا اور انسان میں ایک نیا رشتہ ظاہر کیا۔ تاکہ انسان خدا کو اپنا باپ جان کر اس کو دل سے پیار کرے اور اس کو ہرگز نہ چھوڑے اور اسی پر بھروسہ رکھے۔ اور خدا کا باپ اور محبت ہونا اس کے اُس فضل سے ثابت کیا ہے۔ جو اس نے انسان کی نجات کے بارے میں یسوع مسیح کے وسیلے سے ظاہر کیا۔ بائبل کے الہام کا یہ کمال ہے۔ جس کو برآمد کرنے کے لئے خدا طرح بطرح انسان سے بولتا رہا +

بائبل کے الہام کی خوبی دقدر ہم کو اچھی طرح سمجھ میں آجائیگی۔ اگر ہم دنیا کے دینی حالات سے بھی واقف ہوں اولاً

ولادت مسیح سے پیشتر سوائے قوم یہود کے دیگر قوموں کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ دنیا کئی صوبوں میں منقسم ہے۔ اور ہر ایک پر جدا جدا خدا مسلط ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ مشرقی اقوام کے الہٰ گال اور جرمن اور دیگر شمالی اقوام کے الہٰوں کے موافق نہ تھے۔ یونانیوں کے الہٰ۔ مصریوں کے دیوتاؤں سے جو حیوانوں اور درختوں اور دیگر اشیا ءِ بیجز کی پرستش کرتے تھے بالکل فرق تھے۔ عبادت کا طریق بھی ہر قوم کا جدا تھا۔ اور ساری قوموں کے اکثر دیوتا نامور بہادر لوگ تھے۔ جس کسی نے کوئی نادر کام کیا وہ دیوتاؤں کی فہرست میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ اپی قیورس کا خیال تھا۔ کہ دنیا اتفاق سے موجود ہوگئی اور کہ الہٰ انسان کے کاروبار میں نہ دخل دیتے اور نہ دے سکتے ہیں ایکا دمیکس کی فلسفہ کی بنا شک تھی۔ اور مشرقی فلاسفی کے پلے ردما اور ڈیمی ارگس کی بابت عبث قسم کے تھے۔ پھر چین اور ہندوستان کے مختلف اور باہم برخلاف مذہبوں میں الہٰوں یعنے دیوتاؤں کی اس قدر کثرت ہے کہ سچے اور زندہ خدا کا پتا نہیں لگتا۔ اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا انسان سے کیا چاہتا ہے میری مراد ان کے کتابی مذہبوں سے ہے۔ کیونکہ اُن کے رواج تو اور بھی اُلٹے پلٹے ہیں۔ ثانیاً دنیا کی قوموں کے اخلاق اور الہٰیات پر نظر ڈالنے سے وہی حال نظر آتا جو ایک عبرانی مردِ خدا نے یوں بیان کیا ہے۔ کہ دنیا خدا کو یوں مانتی تھی۔ جیسے کہ ایک نامعلوم خدا کو۔ اور اصل میں دُنیا نے اپنی حکمت سے خدا نہ جانا'' (اقرنتیوں ۱۵:۲۱) اور اگرچہ جاننے کا قدرتی سامان رکھتی تھی۔ تو بھی اسکی خدائی کی لائق اس کی بڑائی اور شکرگزاری نہ کی۔ بلکہ باطل خیالات میں پڑ گئے اور اُن کے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بے وقوف بن گئے اور غیر فانی خدا کے جلال کو فانی انسان اور پرندوں اور چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا'' (رومیوں ۱: ۲۰-۲۳) +

اس حال میں بھاری اور حل طلب سوال ہر مذہبی طالب کے لئے یہ ہے کہ کیا سبب ہے۔ کہ بائبل ہی کا مذہب ایسی بیچ خرابیوں سے بری ہے؟ یہواہ زندہ خدا کی عبادت کنعانیوں اور موآب اور مدیان کے تعلیم اور عشتارات اور تموز۔ اور عربوں کے کعبہ اور سورج اور چاند کی عبادت کی مانند کیوں نہ ہوئی موآبی اور عمونی اور مدیانی اور عرب بنی اسرائیل کے ساتھ رشتے میں تھے۔ مگر پھر اُن کے الہٰوں اور ان کی عبادت میں اسرائیل کے خدا اور اسکی عبادت کے ساتھ بڑا فرق رہا۔ اس کا یہی سبب ہے اور ہم مسیحی بلا وجہ اثبات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بائبل کی تیاری میں اور اس کے مذہب کے اجرا میں خاص الہٰی تاثیر کام کرتی تھی۔ جس نے تمام بیرونی اور اندرونی غیر تاثیروں کے درمیان ایک زندہ مذہب قائم کیا اگر یہ الہٰی تاثیر بائبل کے الہٰیات اور اخلاق کی بانی نہ ہوتی تو وہ بھی دنیا کی دیگر مذہبی کتابوں کی طرح ہوتی +

یہ بھی یاد رہے کہ خدا کی بابت جو کچھ بائبل کے نبیوں نے بتلایا ہے۔ وہ باتیں وہ نبی نہ تو اپنی

قومی خصوصیت یا ذاتی لیاقت کی وجہ سے خود ہی بنا سکتے تھے۔ اور نہ سائنس قدیم یا جدید کے کسی قاعدے سے دریافت ہو سکتی تھیں۔ بلکہ بائبل کے الہام نے ہم کو یہ سکھلایا ہے۔ کہ خدا کو ہم فقط خدا ہی کے بتلانے سے جان سکتے ہیں اور تب دیگر طریقوں سے امداد کارآمد ہو سکتی ہے۔ مثلاً ایک کامل راست اور پاک اور نیک خدا کسی استقرائی قاعدہ کا نتیجہ نہیں ہے۔ دنیا میں دکھ اور غم اور گناہ ہیں۔ اس لئے خلقت کی کی وصف سے خالق کی اوصاف کو پہچاننا رک جاتا ہے۔ اس حال میں یہ نہایت زبردست جواب ہے۔ کہ گو دنیا میں خرابی ہے۔ تو بھی خدا نیک ہے۔ اور اگر ہم اسکی نیکی کے یقین میں مضبوط رہیں۔ تو باوجود ہر مخالفت یا تکلیف کے اُسکی نیکی اور راستی ثابت ہو گی۔ یہ وہ ایمان ہے۔ جو بائبل انسان کو سکھاتی ہے۔ پروفیسر سینڈے صاحب نے اس کو کیا خوب ادا کیا ہے۔ کہ آج کل کی فلاسفی الفاظوں بے حد غیر مشروط۔ سبب اول یا اخلاقی حاکم کی بہ نسبت نبیوں کا زندہ خدا کس قدر زرین اور گہرے معنے دیتا ہے۔ روحوں کے باپ کی یہ صفتیں ان خشک الفاظوں کی بہ نسبت کیسی فائدہ مند اور تسلی بخش ہیں کہ "خداوند خداوند خدا رحیم اور مہربان۔ قہر میں دھیما۔ رب الفیض و وفا ہزار پشتوں کے لئے فیض رکھنے والا گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا۔ لیکن وہ ہر حال میں معاف نہ کریگا" (خروج ۳۴: ۶-۷)۔

جس طرح دنیا خدا اور عبادت کے گھنونے خیالوں میں پڑی تھی۔ اور بائبل نے سیدھی راہ بتلائی ہے اور اس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے الہام کے بغیر معرفت حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اسی طرح انسان کی بابت بھی اصل باتیں بائبل نے ظاہر کی ہیں جو اور ذریعوں سے حاصل نہ ہو سکتی تھیں بلکہ ہاتھ سے جاتی رہتی تھیں اور وہ باتیں وہ ہیں جنکو نیکی کہا جاتا ہے۔ یہ بات کہیں نہیں پائی جاتی۔ کہ بنی آدم سب بھائی ہیں۔ جیسا نبیوں نے بتلایا ہے (پیدائش ۱: ۲۷-۲۸- اعمال ۱۷: ۲۶) اور اس لئے یہ اصول بھی اوروں میں نادر ہے کہ "تو اپنے پڑوسی کو اپنے جیسا پیار کر"۔ "جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے"۔ (متی ۷: ۱۲) اور یوں بائبل نے سچی سوسائٹی یعنے برادری کی بنا ڈالی۔ دنیا کی ملکی اور قومی یا نسلی کشمکش اور جدائیوں کے درمیان اور ان کے برخلاف ایسی واجب اور صادق بات کون نکال سکتا یا جاری کر سکتا تھا جب تک کہ خداوند آپ نہ بتلائے کہ اے گمراہ انسان تجھے یوں نہیں یوں کرنا چاہئے۔ یاد رکھئے کہ اس اصول کو جاری کرنے یا جاری ہونے دینے میں اس وقت سے اب تک دنیا کی قومیں کسقدر اپنی اپنی خود غرضی اور حرص کے سبب مخالفت کرتی رہی ہیں۔ مگر خدا نے اپنے نبیوں کی معرفت اس اصول کو بنی آدم میں جاری کروادیا وہ خود تو نہ کرتے اور نہ کر سکتے تھے۔ لیکن یہ سب خدا کی طرف سے ہوا اور اس لئے انسان پر فرض ہے۔ کہ ایسا ہی کرے۔ ہاں یہ خدا ہی کی طرف سے بتایا گیا ہے۔ کہ وہاں نہ

یونانی رہا نہ یہودی نہ ختنہ نہ نامختونی - نہ وحشی نہ سکوتی نہ غلام نہ آزاد صرف مسیح سب کچھ اور سب میں ہے" (کلسیوں ۳: ۱۱) غرضیکہ یہ فائدے وہ پایۂدار ثبوت اس بات کے ہیں - کہ بائبل اور فقط بائبل ہی الہامی کتاب ہے +

چہارم بائبل ایک لکھی ہوئی کتاب ہے - اور جسکے مضامین کو ظاہر کرنے کے واسطے خاص آدمی خدا کی مرضی کے موافق چنے گئے تھے اور وہ آدمی ایک خاص قوم میں سے چنے گئے تھے جس کو خدا نے سب قوموں میں سے برگزیدہ کیا تھا تاکہ اسکے وسیلے اور قومیں برکت پاویں وہ باتیں جو خدا نے اپنے نبیوں کی معرفت فرمائی تھیں وہ لکھوائی گئی تھیں اور انکا لکھا جانا بھی خدا کے حکم سے عمل میں آیا تھا تاکہ اسرائیل اور دیگر اقوام کے لئے ہمیشہ کو مستند ہادی رہیں - یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ تحریری زبان انسان کی اخلاقی اور عقلی ترقی کا ضروری اور ایک پایۂدار وسیلہ ہے خدا نے بھی اپنی مرضی کو آگ ہوا پانی اور مٹی میں لپیٹا نہ رہنے دیا کہ بمنزلہ ایک چیستان کے رہے بلکہ لکھوایا تاکہ اس کا اثر ہر قوم معلوم کر سکے اور فائدہ اُٹھا دے جیسا یہودیوں کے علاوہ دنیا کی اور اکثر قوموں نے حاصل کیا ہے اور اب کر رہی ہیں - بائبل کی باتوں کے تحریر کئے جانیکی ہدایتیں بائبل میں پائی جاتی ہیں - اور مقلدوں کی یہ کوئی اپنی تجویز نہیں تھی - مثلاً موسیٰ کو حکم ہوا کہ "یادگاری کے لئے کتاب میں اسے لکھ رکھ" (خروج ۱۷: ۱۴) یرمیاہ کو ہدایت ہوئی کہ "تو دوسرا طومار اپنے لئے لے اور اسمیں وے سب باتیں سابقہ لکھ جو اگلے طومار میں لکھیں جسے یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم نے جلا دیا ہے" (۳۶: ۲۸) اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے - کہ خدا کے الہام کی باتیں نبی لکھا بھی کرتے تھے" اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وے تمام ہوئیں" وغیرہ (استثنا ۳۱: ۲۴) ہر ایک کتاب جو خدا کے الہام سے ہے تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لئے فائدہ مند بھی ہے" (۲ تمطاؤس ۳: ۱۶-۱۷) ان مقام سے ظاہر ہے کہ الہام کی باتیں لکھی گئی تھیں - اور اس صورت میں ہو کر وہ مروج و مستند ہوئی تھیں اور بھی دیکھو یوحنا ۲۰: ۳۰-۳۱ - لوقا ۱: ۱-۴ - اور افسیوں ۱۰: ۱۱ - اور مکاشفات ۱: ۱۹ یوحنا اور پطرس اور پولوس اور یہودا اپنے خطوں کو لکھنے کا ذکر کرتے ہیں +

پس بائبل کے الہام کے متعلق یہ باتیں ہیں - جو خود بائبل ہی بیان کرتی ہے - اور اسلئے بائبل وہ کتاب ہے جو خدا کے الہام سے دی گئی ہے - اور انسان کے ایمان اور عمل کے لئے مستند قانون ہے بیرونی ثبوت جو اس کے الہامی ہونے کے لئے دئے جا سکتے ہیں - ان کی اس جگہ میں گنجائش نہیں - اس لئے ان کو پیش کرنا ملتوی کیا گیا ہے +

پادری جی ایل ٹھاکر داس

۲ دسمبر [illegible] لاہور

کیا کوئی کتاب الہامی ہے؟

اگر ہے تو وہ کونسی ہے؟

(از شری دھرم پرکاش جی برہم سماجی)

ان دو بہت ہی چھوٹے سے سوالوں کے جواب میں کئی پہلوؤں میں مخالفت اور موافق بہت بڑی بڑی اور ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جائینگی مگر باوجود اس لگاتار کوشش کے بھی جملہ نوع انسان کے لئے ان دونوں سوالوں کے ایک ہی طرح پر حل کئے جانے والے زمانہ کے آجانے میں ابھی تک دیر ہے۔ تاہم اس قسم کی مذہبی کانفرنس کا ظہور کہ جس میں ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر اس قسم کے سوالوں پر مختلف مذاہب کے لوگوں کو اپنے اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقع دیا جا سکے۔ اُس زمانہ کے آنے کا پیش خیمہ ضرور ہے

جس طرح پر دنیا بھر میں کوئی چھوٹے سے چھوٹا ملک اور قوم ایسے نہیں کہ جس کا یا جن کا کوئی سردار یا بادشاہ یا پریزیڈنٹ اور اُس کے مقرر کردہ کچھ قوانین نہ ہوں۔ اور یہ دونو یعنی بادشاہ اور اُس کے بنائے ہوئے یا تسلیم کئے ہوئے قوانین ہر ملک کے لوگوں کی جان و مال وغیرہ کی بیرونی حفاظت کرنے اور امن و امان سے زندگی بسر کر سکنے کے محافظ ہیں۔ اُسی طرح پر کوئی مذہب یا دھرم ایسا نہیں کہ جس کا کوئی ایک شخص بانی یا پیغمبر یا رشی یا گرو وغیرہ اور کوئی ایک یا کئی دھرم پستکیں کہ جن میں دھرم جیون یا روحانی زندگی کے متعلق ہدایات یا قواعد وغیرہ درج کئے گئے ہوں نہ ہوں +

جس طرح یہ ہو سکتا ہے کہ کسی ملک یا قوم کا بادشاہ اُس ملک یا قوم کے لوگوں کی طرف سے منتخب نہ ہوا ہو بلکہ وہ اپنی قوت بازو یعنی فوجی طاقت یا کسی حکمت عملی سے کسی ملک کو فتح کر کے وہاں کا بادشاہ بن بیٹھا ہو اور وہ رعیت کے امن و امان سے رہنے کے متعلق [illegible] سوچنے کی بجائے خود اپنے اور اپنے کنبہ کے لوگوں [illegible] وغیرہ کے عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کے [illegible] مطلب قوانین وغیرہ جاری کرتا رہتا ہو۔ کہ ایسی [illegible]

بھی تواریخ میں کچھ کم نہیں ملتی۔ اسی طرح پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ایک شخص زبردستی طور پر روحانی ہادی۔ پیغمبر یا گرو وغیرہ سے اپنے ہاتھ میں لیکر اُن کے لئے ایسے روحانی قوانین تیار کرے کہ جن کا عمل خود اُن لوگوں کیلئے روحانی طور پر مفید ہونے کی بجائے اُلٹا روحانی تاریکی اور گمراہی کا باعث ہو گو وہ قوانین اُس ہادی یا گرو اور اُس کی اولاد وغیرہ کے لئے نسلاً بعد نسلاً دنیاوی سکھوں وغیرہ کے بھوگنے کا ذریعہ اور باعث ہی کیوں نہ ہوں۔

جس طرح پر کسی قوم یا ملک سے اُس کے حاکم یا بادشاہ اور اس کے قوانین کو اگر نکال دیا جاوے تو پھر اُس قوم یا اُس ملک کے باشندوں کی جو کچھ درگتی ہوتی ہے اور افراتفری پڑکر جس قسم کا غدر مچ جاتا ہے اُس کا خیال کرنے سے ہی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اُسی طرح پر اگر نوع انسان کے دلوں اور دماغوں سے دھارمک مہاپُرشوں اور دھرم پستکوں کی حکومت کو دور کر دیا جاوے تو پھر سب کے سب لوگ شتر بے مہار بنکر جس خوفناک گمراہی میں پڑکر جس قسم کا روحانی غدر مچا ڈالیں گے وہ نظارہ محض خیالی طور پر بھی کم خوفناک نہیں ہے۔

گویا جس طرح کسی ملک یا قوم کو امن و امان کے ساتھ جسمانی اور دنیاوی زندگی بسر کرنے اور ہر قسم کی باہمی تکالیف وغیرہ سے بچنے کیلئے ایک بادشاہ وقت اور اُس کے نافذ کردہ قوانین کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اور ان دونو کے بدُون کسی ملک اور قوم کا جان و مال معرضِ خطر میں پڑجاتا ہے۔ اُسی طرح پر روحانی یا دھرم کی زندگی بسر کرنے اور روحانی طور پر زندہ اور تندرست رہنے کے لئے بھی دھارمک پُرشوں اور دھرم پستکوں کی امداد اور سہارے کی بہت ہی بڑی ضرورت ہے اور مملکتِ دل پر ان دونو کی حکومت قائم ہوجانے کے بغیر سب ہی لوگوں کی روحانی زندگی کی کشتی روحانی تباہی اور بربادی کے پُر خطر اور خوفناک بھنور میں جا پڑتی ہے +

مذکورہ بالا چند تمہیدی مگر مضمونِ زیر بحث کے بخوبی طور پر سمجھنے میں مددگار تمثیلوں کے بعد میں اصل سوالوں کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔

پہلا سوال یہ ہے کہ کیا کوئی کتاب الہامی ہے؟ اور اس سوال میں ہی بالمعنی یہ یقین پوشیدہ یا یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ سوال کنندہ الہام کی ہستی میں اعتقاد رکھتا ہے۔ گو الہام کی تعریف اور اُسکے معنوں کے سمجھنے میں ہر ایک مذہب کے لوگوں میں اختلاف [illegible]

[illegible]

الہام کا چشمہ یا سروت جاری ہوتا ہے اُس کے وجود کا بھی مُقِر ہے۔ گویا وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ خدا ہے اور وہ انسان کو ملہم بھی کرتا ہے۔ تاہم سائل اس امر کو معرضِ بحث میں لانا چاہتا ہے۔ کہ آیا وہ الہام کسی کتاب میں بھی لکھا ہوا موجود ہے یا نہیں۔ اس سوال کا یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے اور اس مختصر سے سوال کا مختصر سا ہی جواب بحیثیت ایک برہمو ہونیکے میں یہ کہدیتا ہوں کہ۔ ہاں ہے اور صرف ایک یا دو یا چار کتابیں ہی الہامی نہیں بلکہ ہمارے اعتقاد کے مطابق بہت سی کتابیں الہامی ہیں۔ ہاں ایک بہت ہی بڑی کتاب یعنی صحیفۂ نیچر کہ جسکے کسی کسی ورق کی کہیں کہیں سے اُتاری ہوئی یہ سب کی سب الہامی کتابیں ادھوری سی نقلیں ہیں کُل کی کُل الہامی ہے۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقِ دفتریست معرفتِ کردگار

پہلے سوال کا جواب اثبات میں دینے کے بعد ہی دوسرا سوال سامنے آموجود ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی کتاب الہامی مانتے ہو تو پھر بتلاؤ کہ وہ کونسی ہے؟ اور براہمو دھرم کے پیروؤں کے علاوہ دوسرے جملہ مذاہب کے لوگ اس سوال کے جواب میں فوراً ہی اپنی اپنی مخصوص الہامی کتابوں کی تعداد اور اُن کے نام بتلا کر اس سوال کے جواب سے بھی بہت جلد سبکدوشی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم لوگوں کی نسبت جب عام رائے یہ پھیلی ہوئی ہے یا بعض مہربانوں کی مہربانی سے پھیلائی گئی ہے کہ براہمو لوگ کسی کتاب کو الہامی نہیں مانتے اور بمصداق اس ضرب المثل کے کہ تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا۔ اس عام رائے کی کچھ حقیقت بھی ہے مگر وہ حقیقت درحقیقت رائی کا پہاڑ بنا دیا ہوا ہے۔ اِس لئے اِس غلطی اور غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ہماری طرف سے اُس سوال کا جواب قدرے مفصل اور مشرح دیا جانے کی ضرورت ہے اور اس مطلب کے لئے خدا اور الہام ان دونو تسلیم شدہ الفاظ کی تعریف اور مفہوم کے متعلق جو کچھ جملہ مذاہب کا باہمی اختلاف رائے ہے اور نیز (بر طرفہ یہ کہ خود ہمارا بھی جو کچھ اس پہلو میں دیگر مذاہب سے اختلاف ہے اُس کو جاننا اور سمجھ لینا بھی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔

معزز ناظرین! ہم سب لوگ جو خدا۔ ایشور۔ گاڈ۔ یہوواہ وغیرہ ناموں کا استعمال کرتے ہیں۔ اور ان لفظوں کو ایک حد تک ہم یکسان سمجھتے ہیں مختلف مذاہب کی الہامی کتب میں اپنی اپنی جگہ

پر الٰہی ناموں کا مفہوم بالکل مختلف اور کہیں کہیں متضاد تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ مجھے مذہبی کتب سے اس قسم کی مثالیں پیش کرنے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ سب عام طور پر نظر آنے والی باتیں ہیں تاہم اتنا تو اس ضمن میں بھی ضرور نظر آجانا چاہیئے کہ ایک پکا ہندو جب ایشور یا پرمیشور کا نام اپنی زبان پر لاتا ہے تو وہ منجملہ اور بہت سی دیگر صفات کے اپنے دل میں کم از کم یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ اُس کا ایشور سری رام چندر جی اور سری کرشن جی کی مانند صرف انسانی وجود میں ہی اوتیرن (نازل) نہیں ہوا بلکہ وہ نرسنگھ اوتار۔ مچھ اوتار۔ کچھ اوتار اور براہ اوتار بھی دھارن کر چکا ہے یعنی انسانی اور حیوانی دونو وجودوں میں ظاہر ہو چکا ہے لیکن کسی مسلمان کی زبان پر خدا کا نام آنے سے یہی نہیں کہ اُسے ایسا خیال پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنے یقین کردہ خدا کی نسبت اس قسم کے اوتاروں کے قالب میں آنے وغیرہ کا قیاس بھی نہیں باندھ سکتا۔ اور اسی طرح مسلمانوں اور عیسائیوں و یہودیوں وغیرہ میں بھی باہمی اسی قسم کے بہت سے صفاتی اختلاف موجود ہیں ؎

پرمیشور یا خدا کے مفہوم کی مانند الہام کے مفہوم کا بھی یہی حال ہے۔ یعنی الہام یا آکاش بانی کا نام کان میں پڑتے ہی ایک ہندو صرف ویدوں اور شاستروں کو۔ ایک عیسائی صرف بائبل کو ایک مسلمان کچھ حد تک بائبل مگر کلیہ طور پر صرف قرآن شریف کو الہامی کتابیں یقین کرتا ہے اور علیٰ ہٰذا القیاس دیگر مذاہب کا بھی قریب قریب ایسا ہی حال ہے نیز ایک الہام کے نازل ہونے کے طریق میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے۔

ایشور یا خدا کی صفات نیز اُس کے عطا کردہ الہام یعنی جملہ مذاہب کی الہامی کتابوں کے بارے میں یہ ظاہری طور پر نظر آنیوالے اختلاف بعض نکتہ چین منکروں کے ہاتھ میں ایک خطرناک ہتھیار بن گئے ہیں اور وہ ہماری ہی کتابوں کے حوالوں سے ہم پر بھی اس قسم کے حملے کرتے ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں ؎

"خدا پرست کہتے ہیں کہ خدا حاکم کل ہے۔ مگر واقعات یہ بتاتے ہیں کہ ادنے اسے ادنے درجہ کا انسان اُس کی تکذیبی حکم عدولی کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ خدا پرست کہتے ہیں کہ وہ طاقت کُل ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک بھی تنکا نہیں اٹھا سکتا۔ خدا پرست کہتے ہیں وہ عالم کل ہے۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ وہ ایک حرف لکھ سکتا ہے اور نہ ایک حرف پڑھ سکتا ہے۔ خدا پرست کہتے ہیں کہ وہ سب زبانیں جانتا ہے۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ وہ کسی زبان کا ایک حرف

نہیں بدل سکتا - خدا پرست کہتے ہیں وہ اجنمارنہ پیدا ہونے والا) ہے - مگر سچ یہ ہے کہ وہ جگہ جگہ پیدا ہوتا یعنی گھڑا جاتا ہے -

خدا پرست کہتے ہیں کہ وہ انسان کا خالق ہے - لیکن سچ یہ ہے کہ انسان نے اُسے پیدا کیا ہے - خدا پرست کہتے ہیں کہ وہ محیطِ کُل ہے مگر اصلیت یہ ہے - کہ انسان - حیوان - بناتات اور جمادات کی دراصل اون کثرت سے کاموں سے تباہی ہوتی رہی ہے جو اُس کے بتائے جاتے ہیں - مثلاً قحط - وبا - اور طوفان -

خدا پرست کہتے ہیں کہ وہ انصافِ کُل ہے - مگر واقعات بتاتے ہیں - کہ دن دہاڑے ٹھگی - فریب اور ظلم اُسکی فرضی حکومت میں جاری رہتا ہے مگر وہ اُس میں کوئی روک پیدا نہیں کرتا - خدا پرست کہتے ہیں کہ وہ عقلِ کُل ہے - مگر واقعات بتاتے ہیں کہ وہ کثرت سے کام غلط اور اٹکل پچو کرتا ہے مثلاً غیر ضروری جگہوں میں زیادہ بارش کرتا ہے - ضرورت کی جگہ خشک سالی کرتا ہے - اور اناپ شناپ بچے پیدا کرتا ہے وغیرہ - خدا پرست کہتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے تھا - مگر اصلیت یہ ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہ تھا کہ جس کو سب سے پہلا وقت کہہ سکیں - خدا پرست کہتے ہیں کہ جب کچھ نہ رہیگا تو وہ رہیگا - مگر اصلیت یہ ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہ ہوگا کہ جب کچھ نہ ہوگا - خدا پرست کہتے ہیں کہ سب جگہ وہی موجود ہے - مگر اصلیت یہ ہے کہ کائنات میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں کوئی نہ کوئی اور چیز موجود نہ ہو اور جہاں خدا کے رہنے کے لئے خلا پائی جاتی ہو -

خدا پرست کہتے ہیں کہ وہ شکتی ہے اور اُس کا کوئی آکار نہیں ہے - مگر اصلیت یہ ہے کہ ہم کسی شکتی کا بغیر کسی آکار کے گیان ہی نہیں رکھ سکتے - اور نہ کوئی شکتی بغیر آکار کے رہتی ہے -

نتیجہ

اُس لئے دراصل وہ کچھ بھی نہیں - کہیں بھی نہیں - تھا نہیں - ہے نہیں - ہوگا نہیں - وہ صرف ایک وہمی اور فرضی خیال ہے اور اُس کے سوائے کچھ نہیں !!

گویا ہمارے معترض کا نتیجہ ہمارے ملک کے قابلِ تعظیم اور بندگ مہاپرش گرو نانک جی کے تصنیف کردہ ایک شبد کے بالکل برعکس ہے اور وہ شبد یہ ہے -

ایک اونکار ست نام - کرتا پُرکھ - نربھو - نرویر اکال مورت - اجونی - سے بھنگ - گور پرشاد - جپ آد سچ - جگاد سچ - ہے بھی سچ - نانک ہوسی بھی سچ -

اِس قسم کے اعتراضات خواہ وہ کتنی ہی صدق دلی اور نیک نیتی کے نام سے ہی کیوں نہ کئے جاویں درحقیقت لوگوں کو کج بحثی کے ذریعہ مغالطہ میں ڈالکر گمراہ کرنیکے لئے ہیں کیونکہ معترض عام لوگوں کے دلوں سے اُس یہاں پرمیشور کے اعتقاد کو مٹا کر کچھ اپنا خاص عقیدہ کہ جو نہایت ہی خوفناک اور مُضر ہے بٹھلانا چاہتا ہے - یہاں میں ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ جو اس قسم کے معترضوں کے مغالطہ میں ڈالنے والے طریق کو کچھ کچھ ظاہر کر سکے گی - تمثیلاً

ایک شخص کچھ عرصہ کی غیر حاضری کے بعد دور دراز سفر سے اپنے گھر واپس آتا ہے - اور اُس کے اپنے گھر میں پاؤں رکھتے ہی اُس کا چھوٹا بچہ باپ باپ کہتا ہؤا دوڑ کر اُس سے لپٹ جاتا ہے - مگر بڑا لڑکا صرف ہاتھ جوڑ کر پرنام کرتا اور نہایت ادب سے اُس کے سامنے سر جھکائے کھڑا رہتا ہے - اُس کی بیوی اپنے خاوند کے سامنے آکر اور محبت بھری نگاہوں سے اُس کے چہرہ کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتی ہے اور اُس کا وفادار نوکر اُس کے پاؤں میں سر رکھکر ماتھا ٹیکتا ہے - اور اُس کا بوڑھا باپ اُس کا نام لیکر اور میرے بیٹے میرے پیارے بیٹے کہتا ہؤا اُٹھ کر اُسے اپنی چھاتی سے لگا لیتا ہے - اور اُس کا ایک دوست یہ کہتا ہؤا کہ یار تم نے تو ہماری اُمید کے خلاف بہت ہی دن وہاں لگا دیئے اور ہماری تو انتظار کرتے کرتے آنکھیں بھی تھک گئیں اُس سے ہاتھ ملاتا اور بغل گیر ہوتا ہے - مگر اُس کا ایک مخالف اُسے مکان کے دروازے میں داخل ہوتا ہؤا دیکھکر ہی جل بھُن جاتا ہے +

ہماری اِس مثال کا ہیرو ایک ہی شخص ہے لیکن وہ ایک ہی وقت میں کسی کا بیٹا کسی کا باپ - کسی کا خاوند کسی کا آقا - کسی کا دوست اور کسی کا دشمن وغیرہ سب کچھ بنا ہؤا ہر ایک کو جُدا جُدا رشتہ اور تعلق میں بالکل جدا جدا نظر آ رہا ہے - اور وہ خود بھی اپنے سب سے چھوٹے بچے کے ساتھ پیار کرتے ہوئے جس قسم کی باتیں اور حرکتیں کرتا ہے اپنے دوست اور بڑے لڑکے یا بزرگ باپ سے ملاقات اور بات چیت کرتے وقت اُسی طرح پیش نہیں آتا - بلکہ اُن سے باتیں شروع ہوتے ہی اُس کا طرز کلام اور بھاؤ وغیرہ بالکل ہی بدل جاتا ہے -

چھوٹا بچہ اپنے باپ کو جو کچھ سمجھتا ہے - وہ قریباً اتنا ہی کچھ ہے کہ باپ اُس سے پیار کرتا ہے اور اُسے اچھی اچھی کھانے پینے کی چیزیں اور کھلونے وغیرہ دیتا ہے - لیکن بڑے لڑکے کا گیان (علم) اُس سے زیادہ ہے اور وہ اپنے باپ کے متعلق اپنے چھوٹے بھائی کی نسبت بہت زیادہ جانتا ہے لیکن اُس کا دوست اپنے دوست کی اُن کشمکشوں وغیرہ سے بھی آگاہ ہے کہ جن مشکلات میں وہ اپنے ملک اور قوم وغیرہ کی خدمات کے لئے اُسوقت ہمہ تن کوشاں ہے -

پس اس طرح پر روزمرہ ہی ہم اس قسم کی بہت ساری مثالوں میں ایک ہی شخص کو خود اُس کے پریوار کے لوگوں یا اُس کے دوستوں اور دشمنوں کی طرف سے مختلف نگاہوں اور بھاؤں سے دیکھا جاتا ہؤا دیکھتے ہیں - لیکن پھر بھی ہم اُس پر اس قسم کے اعتراضات نہیں اُٹھاتے کہ چونکہ ایک ہی شخص ایک ہی وقت میں دوست بھی اور دشمن بھی باپ بھی اور بیٹا بھی بچوں کے ساتھ کھیلنے والا بھی اور مدبر بھی وغیرہ وغیرہ مخالف صفات سے موصوف نہیں ہو سکتا - یا نہیں سمجھا جا سکتا - اسی لئے نتیجتاً اس قسم کا کوئی وجود موجود نہیں ہے اور جو لوگ ایسے فرضی اور وہمی یا خیالی وجود میں یقین رکھتے ہیں وہ گمراہ ہیں -

اس اعتراض کے علاوہ صرف اس اختلاف کی بناء پر کہ جملہ مذاہب کی الہامی مانی ہو جانیوالی کتابوں میں - طریق عبادت خدا کے ناموں اور بعض اسی قسم کی باتوں میں مطابقت اور مناسبت نہیں - اور یہ درحقیقت سچ ہے مگر اسی بناء پر یہ ایک بہت بڑا اعتراض اُٹھایا جاتا ہے کہ جملہ الہامی کہلانے والی کتابیں ایک ہی وجود کی طرف سے بھیجی گئی ہوئی ہیں - اور اُن میں سے اگر ایک کے دعوے سچ ہیں تو دوسری کتاب کے اُس کے برعکس دعوے ضرور غلط ہیں اور اس طرح پر اُن میں سے باہمی ایک کے برخلاف دوسری کتاب سے غلط شدہ دلائل بہم پہنچا کر - تقریباً سب کو ہی جھوٹا ثابت کر دیا جاتا ہے -

نیز ہر مذہب والا فرداً فرداً اپنی اپنی الہامی کتابوں اور اُن کتابوں کی تعلیم کے بناء پر اُس کے نزدیک جن صفات سے موصوف پرمیشور یا خدا کا تصور کیا جا سکتا ہے - وہ اُس کے ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اُس کی اس کوشش میں اگر اور سب [illegible] الہامی کتابیں جھوٹی اور اُن سب کا تسلیم کردہ ایشور یا خدا فرضی وغیرہ بھی

ثابت ہو جاویں تو اُسے اس امر کی مطلقاً فکر یا پرواہ نہیں۔ بلکہ یقیناً ہر مذہب والا صرف اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے کے لئے دیگر جملہ مذاہب کی تعلیم وغیرہ کو خود بھی جھوٹا ظاہر کرتا ہے۔ لیکن صرف ہم۔ ہاں صرف ہم۔ اور میں پھر کہتا ہوں۔ اور زور سے اور دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ صرف ایک ہم ہی لوگ یعنی براھمو لوگ ہی ہیں۔ کہ جو سب الہامی کتابوں کو خواہ وہ اس ملک کی ہوں یا غیر ملک کی سنسکرت کی ہوں یا عربی اور عبرانی ہوں۔ یا لاطینی۔ چند صدیوں پہلے لکھی گئی ہوں یا لاکھوں کھا سال پہلے کی ہوں۔ اپنی کتب مقدس یقین کرتے ہیں۔ اور جو ناجائز چوٹ منکرین اور مخالفین کی طرف سے خدا اور الہامی کتب پر پہنچائی جاتی ہیں۔ یا اور کسی طرح کا ناجائز حملہ اُن پر کیا جاتا ہے اُس کو اپنے اوپر محسوس کر کے دُکھی ہوتے ہیں۔ اور اُس کی حتی الوسع تردید کرتے ہیں۔ اور صداقت کو روشنی میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہمارے معترض کا یہ یا اسی قسم کا اعتراض کہ جب ایشور یا خدا ایک ہی ہے تو اُس کی طرف سے جو الہام نازل ہو وہ بھی ضرور ایک ہی ہونا چاہیئے اور جب سب ہی لوگ اپنی اپنی الہامی کتب کے صحیح الہامی ہونیکے دعویدار ہیں تو پھر خود ہی اُس کو (خدا کو) یہ ظاہر کر دینا چاہیئے کہ فلاں الہامی کتاب صحیح اور باقی سب کی سب غلط ہیں اور جبکہ خدا ایسا نہیں کرتا بلکہ جملہ دعویداروں کے دعوے اور اپنے اپنے دعووں کے ثبوت میں جھگڑے اور تنازعے ہوتے ہوئے دیکھکر ہی نہیں بلکہ بہتوں کے باہمی سر پھوٹتے ہوئے دیکھکر بھی وہ چپ رہتا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت کوئی خدا وغیرہ ہے ہی نہیں۔

یہ اعتراض بظاہر ایک وزن دار اعتراض معلوم ہوتا ہے لیکن یہ خدا اور الہام کے الفاظ کے معنوں یا مفہوم یا اُن کی تعریف کو خود غلط یا نامکمل طور پر سمجھنے اور دوسروں پر بھی غلط پیرائے میں ظاہر کرنیکا نتیجہ یا باعث ہے۔

جیسے مذکورہ بالا امثال میں ایک چھوٹا بچہ اپنے باپ کو جو کچھ سمجھتا ہے اور اپنے پیرائے میں ظاہر کرتا ہے۔ نیز بڑا لڑکا اپنے باپ کے متعلق جو کچھ گیان رکھتا ہے۔ اور اُس شخص کا دوست جو کچھ اپنے دوست کی قابلیتوں اور کارگذاریوں۔ ارادوں اور خدمات وغیرہ کے متعلق سمجھتا اور محسوس کرتا ہے اور خود وہ شخص کہ جس کی نسبت یہ سب کے سب تسبیاً اس دوڑ لئے جاتے ہیں۔ اپنے ارادوں اور اُن کے متعلق [illegible] کے [illegible] کوشش

اور کشمکش کرتا ہے۔ یہ سب قیاسات اپنی اپنی سمجھ اور قابلیت وغیرہ کی بنا پر ایک ہی شخص کی نسبت بھی اس قدر مختلف ہیں کہ باوجود سب کے سب سچ اور حقیقت ہونے کے بھی ہمارے معترض کے خیال کے مطابق متضاد اور اس لئے غلط محض ہیں۔ تاہم جس طرح پر اصلیت یہ ہے کہ یہ سب سچ ہیں۔ اوسی طرح پر ہمارے یقین میں یہ ایک حقیقت ہے کہ خدا ہے۔ لیکن جس قاعدے یا انتظام سے اوس نے اس برہمانڈ کے جڑ (مادی) عناصر اور شکتیوں کو متحرک کر کے سائینس دانوں کی حد قیاس یعنی نیبولا سے بتدریج ہمارے سورج چاند اور زمین وغیرہ سے بھی بہت ہی بڑے بڑے اور چھوٹے چھوٹے لا انتہا کرہ رچے اور پھر ہماری زمین کو رفتہ رفتہ ٹھنڈا کر کے پہلے نباتاتی اشیاء اور پھر حیوانی وجودوں کو ظاہر کیا اور اسی سلسلہ میں گیان شکتی سے منور روح انسانی کو ظاہر کر کے اوس میں گیان (ذہن) بھاؤ (دل اور اچھیا (قوت ارادہ) کو نشوونما کیا کہ جس گیان کو پاکر ہی وہ اپنے اردگرد کے وجودوں اور خود اپنے وجود کے متعلق واقعات اور قیاسات کے ذریعہ رفتہ رفتہ اس پرکرتی (قدرت) اور اس رچنا (خالق) مہاں پرمیشور کی نسبت سوچنے سمجھنے اور حسب حالت و قابلیت صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہوا لگاتار ترقی کے میدان میں قدم بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔ اور جہاں یہ ساری ہی رچنا اور بکاش یا نشوونما کا عمل حیرت انگیز ہونے کے علاوہ ایک بچار شیل انسان کے آتما پر اوس مہاں پرمانن کی مہاں شکتیوں اور لیلاؤں کے ایک نہایت ہی مہاں اور اسچرج (تعجب انگیز) جنک قیاس کو منقش کرتا ہے۔ وہاں بے ساختہ اوس کی زبان سے یہ شعر بھی نکل جاتا ہے۔

اے برتر از خیال و قیاس گمان و وہم ۔۔۔ وز ہرچہ دیدہ ایم و شنیدیم و گفتہ ایم

تمام رچنا پر ایک حیرانی کی نظر ڈالتے ہوئے اور اس تمام برہمانڈ (کائنات) کے رچنا کے اس مہاں روپ کے مقابل اپنے آپ کو نہایت ہی ناچیز اور بے حقیقت جانتے اور اپنے گیان کو ایک شمہ گیان سے بھی کم گیان محسوس کرتے

ہوئے ہم براہمو لوگ اقرار کرتے ہیں کہ خدا ہے اور اوس کی صفات کی نسبت موجودہ زمانہ سے پہلے جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ نامکمل جو اس وقت بیان کیا جا رہا ہے۔ وہ نامکمل ہاں آئندہ بے تعداد زمانہ تک جو کچھ کہا جاویگا۔ وہ سب بھی نامکمل ہی رہیگا اور ایک ہی فقرہ میں اگر یہ کہا جاوے کہ ہم اوس دیال پربھو کو کچھ بھی نہیں جانتے اور جیسا کہ وہ درحقیقت ہے ویسا کسی انسان نے بھی پہلے کبھی نہیں جانا اور نہ ہی آئندہ کوئی شخص اوسے جوں کا توں جان سکتا ہے بلکہ صرف ایک ماتر وہ خود ہی اپنے آپ کو ٹھیک ٹھیک طور پر جانتا ہے۔ تو یہ تعریف ایک حد تک ٹھیک اور مناسب ہے۔ مگر باوجود اپنی اس لاعلمی کے اقرار کے بھی ہم براہمو لوگ اس امر کا بھی دعوے کرتے ہیں کہ ہم اپنے خالق و مالک دیال پرمیشور کو جانتے۔ اوسے دیکھتے۔ پہچانتے اور اوس کی عظمت کو محسوس کرتے ہیں۔ مگر ہمارا یہ جاننا یا گیان مقابلتاً اوس چھوٹے بچے کی مانند ہی ہے کہ جو اپنے باپ کو صرف ایک پیار کرنے والا اور کھانا کپڑا اور کھلونے دینے والا اور کبھی کبھی کسی غلطی یا شرارت پر طمانچہ لگا دینے والا ہی جانتا ہے اور بس

پس ہمارا ایشور اتنا مہان ہے کہ ہم اوس کے کارجوں اور اس کے اراووں کو کامل طور پر نہیں جان سکتے۔ جیسے کہ ہمارے ملک کے ایک رشی نے کہا ہے۔

"ہم ایسا نہیں سمجھتے کہ ہم نے برہم کو پورن روپ (مکمل طور) سے جانا ہے۔ ہم برہم کو نہیں جانتے یہ بات بھی نہیں۔ اور جانتے ہیں یہ بات بھی نہیں۔ اس بچن کا مطلب ہم میں سے جو جانتے ہیں۔ وہی اوس برہم کو جانتے ہیں

مگر نوع انسان نے مختلف ممالک میں گیان کی کرن پاتے ہی اپنے اپنے طور پر اوسے جاننے اور پہچاننے کی کوشش کی اور اپنے اپنے گیان کی حد تک یا روحانی حواس کی کمی بیشی کے مطابق کچھ حد تک اوسے جانا اور پہچانا ضرور ہے۔ اور اوس عظیم ہستی کے متعلق اس طرح کے جاننے پہچاننے وغیرہ کو اوس نے الہام کے نام سے منسوب کیا ہے اور اس قسم کی دھرم سمبندھی صداقتوں کو جن کتابوں میں قلم بند کیا گیا ہے وہ الہامی تصور کی گئی ہیں

اس وقت اور ہمارے اس زمانہ میں دو قسم کی چیزیں ہمارے زیر استعمال ہیں

ایک وہ کہ جو ہمیں قدرت یا نیچر کی طرف سے تیار کری کرائی ملتی ہیں یا جن کو قدرتی طور پر تیار کیا جاتا ہوا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اپنے حواسوں سے محسوس کرتے ہیں۔ دوسری وہ کہ جن کو انسان یا حیوان وغیرہ نیچر سے مصالح لیکر اپنے طور پر تیار کرتے یا ترتیب دیتے ہیں۔ پہلی قسم کی مثال غلہ سبز ترکاریاں اور پھل پھول وغیرہ ہیں اور دوسری قسم کی مثال غلہ سے بنی ہوئی روٹیاں اور سبزیات کی پکائی ہوئی ترکاریاں اور پھل پھول کے تیار شدہ مربے۔ شربت۔ وعرق وغیرہ سمجھ لیجئے۔ ہر ایک زبان انسانی اختراع اور اوس کی تحریریں یا کتابیں وغیرہ انسانی تصنیف ہیں اور اس لئے ہر ایک زبان خواہ وہ عربی ہو یا عبرانی۔ سنسکرت ہو یا فارسی دوسری قسم کی اشیاء میں سے ہیں کہ جو ہمیں پکی پکائی یا تیار شدہ نہیں ملتی بلکہ وقتاً فوقتاً انسانی ہاتھوں سے تیار ہوئی رہتی ہیں۔ لیکن دھرم پستکوں کو باوجود اس کے کہ وہ انسانی تصنیف ہی ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ اون میں روح اور روحانی زندگی یا دھرم جیون کے متعلق ہدایات اور دھرم کے منبع دھاں پرمیشور کو جاننے پہچاننے اور اپنے جیون کا لکھش (مقصد) بنا کر پُن جیون حاصل کرنے کے اصولوں وغیرہ کا اندراج ہے۔ الہامی کتابیں۔ دھرم پستکیں یا کتب مقدسہ کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ تاہم انسانی ہاتھوں سے زمانہ اور وقت کی حالتوں کے مطابق اون میں ہر زمانہ میں تغیر و تبدل وغیرہ ہوتا رہا ہے۔ اور اس لئے کہیں کہیں تو الہام کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور جہاں کہیں کسی بنا پر الہام کا دروازہ بند کیا گیا ہے۔ وہاں پچھلی آیتوں یا بچنوں وغیرہ کی مختلف طرح پر تاویلیں کی جاتی ہیں۔ کیونکہ زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال کبھی بھی ایک لیول یا سطح پر نہیں ہو سکتے۔ کہ جس کی وجہ سے موخرین کو تاویلیں کرنی یا نئی شراب کو پرانی مشکوں میں بھرنے کی لازمی طور پر ضرورت لاحق ہوا کرتی ہے۔

مگر جس طرح پر ہر ملک اور ہر قوم کی خوراک۔ پوشاک۔ رہنے سہنے کے طریق اور بیاہ شادی وغیرہ کے رواجوں میں بظاہر بہت زیادہ اختلاف دیکھا جاکر بھی باسینی اور اصولاً وہ سب ہی قریباً برابر ہیں۔ اوسی طرح پر آتما کو پرماتما کے ساتھ پریم کرنے اور نیکیوں و پاکیزگی کی عام تعلیم دینے وغیرہ میں سب ہی کتب مقدسہ

قریباً برابر ہیں۔ ہاں ملکی اور رسمی و رواجی طریقوں و فروعات وغیرہ کا فرق یا اختلاف جو اون میں پایا جاتا ہے۔ وہ بالکل ایک غیر ضروری فرق ہے اور اس قسم کا فرق کم و بیش حالت میں غالباً اوسی طرح پر قائم رہیگا کہ جیسے ہر ایک انسان چہرہ کے اعضاء ناک۔ کان۔ آنکھ وغیرہ کے کاموں میں ایک گونہ پوری مشابہت ہوکر بھی سب ہی چہرے ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں اور اس لئے سب ہی جدے جدے پہچانے جاتے ہیں

پس ہمارے یقین کے مطابق حقیقت حال یہ معلوم و مفہوم ہوتی ہے کہ شروع شروع میں انسانی دل میں گیان کی چنگاری کے روشن ہونا شروع ہوتے ہی ہر جگہ اوس کی نظر پہلے ہی پہل اوس سب سے بڑی اور بہت ہی ضخیم الہامی کتاب پر پڑی ہے کہ جس کو ہم نیچر یا قدرت یا پرکرتی کہتے ہیں۔ انسان نے بیرونی حواسوں سے سورج۔ چاند۔ ستارے۔ ان کی روزانہ ماہوار اور سالانہ گردشوں کے تغیر تبدل۔ پھل پھول و غلہ وغیرہ کی پیداواری۔ ان کے میٹھاس و کھٹاس وغیرہ ذائقوں۔ انسان۔ حیوان۔ چرند و پرند وغیرہ کی پیدائش۔ بچپن۔ جوانی۔ بڑھاپا اور موت وغیرہ کو دیکھ کر اور اس تمام رچنا میں کسی قاعدے انتظام اور ترتیب کے ساتھ کچھ بنتے اور کچھ بگڑتے کچھ پیدا اور نشو و نما ہوتے کچھ مرتے اور ناش کو پراپت ہوتے ہوئے معلوم کرکے اور بہت ساری گھٹناؤں پر اپنا یا کسی انسان کا ہاتھ نہ پاکر اوس کی نظر اپنے سے غیر اوس ایک مہان طاقت پر پڑی کہ جو اس تمام پرکرتی کی روح رواں اور سب کو نیم الوسار (قانون کے موافق) چلانے اور قائم رکھنے والی ہے۔ اور جس کو ہمارا ایک ناستک معترض کہتا ہے کہ انسان نے ایشور کو گھڑا ہے۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ بکاش کے سلسلہ میں انسان سے نیچے درجہ کی مخلوق تو اوسے جان ہی نہیں سکتی تھی اور اب بھی نہیں جانتی۔ ہاں انسان نے گیان چکشو (علم کی آنکھیں) پاکر اپنے گیان داتا کو اپنی ابتدائی حالتوں میں اپنی بچگی کی نگاہ کے مطابق جیسا کچھ دیکھا اور ظاہر کیا ہے اور رفتہ رفتہ وید الٰہی کے جس زینہ پر وہ اس وقت پہنچ گیا ہے۔ وہ مذکورہ

بالامثال والے شخص کو اوس کے چھوٹے بچے - اوس کے بڑے لڑکے اور اوس کے دوست وغیرہ کے دیکھنے سے بالکل مشابہ ہے - پس انسان نے اپنی اوس ابتدائی حالت میں اپنے ابتدائی گیان کی آنکھوں کے ساتھ پرکرتی کی اوس روح رواں یعنی دھان پرمیشور کو جس جس روپ اور طاقت یا طاقتوں میں دیکھا پہچانا اور اپنے ابنائے جنس پر اوسے ظاہر کیا اور رفتہ رفتہ تحریر کا علم جاری ہونے پر وہ سب کا سب جدے جدے ممالک میں اپنی اپنی زبانوں میں جیسا جیسا کچھ قلمبند کر لیا گیا - گو وہ سب کا سب اور جوں کا توں اب موجود نہیں ہے - اور زمانہ کی گردشوں اور بادشاہوں کے تغیر تبدلوں اور مختلف قوموں اور سلطنتوں کے باہمی مٹ بھیڑوں یا ٹکراؤں میں سب سے پرانی تحریر وغیرہ کا قائم رہنا ایک امر ناممکنات سے ہی تھا - تاہم ویدوں - یہودیوں کے الہامی کتب یعنی پرانے عہد نامہ - زند اوستھا اور بدھ دھرم کی کتابوں میں جو کچھ بھی اب تک موجود ہے اور اپنی پرانی یا اصلی حالت سے بہت کچھ بدل سدل کر جس حالت میں ہم تک پہنچ سکا ہے اوسے دیکھ کر بھی ایک بچار شیل شخص اون تحریروں کے ذریعہ انسانی - ابتدائی روحانی حالتوں اور اوس حالت میں رفتہ رفتہ ترقی ہوتے چلے جانیکے زینوں کو بخوبی دیکھ اور پہچان سکتا ہے ہاں وہ بخوبی معلوم کر سکتا ہے کہ جس زمانہ تک کی تحریریں اوس تک پہنچ سکی ہیں اوس زمانہ میں کیونکر اور کس درجہ کی روحانیت نے جنم لے کر آہستہ آہستہ نشوونما پانا شروع کیا ہے - اور اب ہمارے اپنے زمانہ میں روحانیت کا معراج کیا ہے - تاہم سابقہ تمام روحانی تحریریں یا دھرم پستکیں موجودہ دھرم پستکوں کی بنیادیں ہیں - اس لئے جس طرح پر کسی عمارت کی بنیادیں بھی اوس کل عمارت کا ایک جزو ہی ہوتی ہیں - اوسی طرح پر ہم برہمو لوگ روحانی زندگی یا دھرم جیون کی منزل یا عمارت کی بناوٹ میں کیا گذشتہ زمانہ کی دھرم پستکوں یا اوس عمارت کی بنیادوں کو اور کیا اوس کے بعد کی لکھی گئی ہوئی دھرم پستکوں یا درمیانی مکانات کو اور کیا موجودہ زمانہ کے دھارمک مہا پرشوں کی تعلیم یا اوس عمارت کی موجودہ نئے تیار شدہ مکانوں کو وغیرہ بہیت مجموعی

ایک ہی عمارت تصور کرتے ہیں اور اس منزل کے کل حصوں سے درجہ بدرجہ فائدہ اوٹھاتے ہیں اور اس تمام منزل کو اپنی روحانی جدی جائداد سمجھ کر اوس مہان پرمیشور کا کہ جس کا یہ سب کچھ عطیہ یا دان ہے۔ صدق دلی کے ساتھ دھنیاد و شکر بجا ادا کرتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ شردھا کے یوگ (قابل تعظیم) مہرشی دیوندر ناتھ ٹھاکر جی نے اپنے ایک لڑکے کو اپنا جدی پرانا مکان رہنے کے لیئے دیا اور اوس نے نئی روشنی کے خیالات کے مطابق ہوا اور روشنی وغیرہ کو مدنظر رکھ کر اوس کے کچھ حصہ کو توڑ پھوڑ کر اپنے آرام کے لیئے اوس میں کچھ تبدیلیاں کرلیں مگر جون ہی مہرشی جی نے اوس مکان کی تبدیل شدہ ہیئت کو دیکھا تو انہوں نے اپنے اوس لڑکے کو تو اسی وقت ایک معقول رقم دے دی کہ وہ اوس روپیہ سے اپنے لئے حسب پسند خود ایک اور نیا مکان بنوالیوے اور اپنے اوس جدی مکان کو خالی کراکر پھر ویسا ہی اور اوسی طرح کا جیساکہ وہ پہلے تھا بنوا دیا۔ مہرشی جی کے اس عمل سے آپ کو پتہ لگ سکتا ہے کہ وہ باوجود براہم دھرم کے ایک سرگرم بزرگ ہونے کے بھی کتنے قدامت پسند تھے۔ یعنی اودھر تو نئی سے نئی ایجادوں کی قدر کرکے انہیں قبول کرنا اور دوسری طرف جو کچھ پرانا ہے۔ اوس کو بھی جوں کا توں برقرار رکھنا تاکہ پچھلے زمانہ کی عمارتوں کا موجودہ اور آئندہ نسلوں کے دلوں میں کچھ خاکہ یا نقشہ ذہن نشین رہے۔

ہم براہمو لوگ گذشتہ اور پرانے زمانہ کی الہامی کتابوں کو بخیال قدامت پسندی نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم جب ویدوں کی رچاؤں میں سرل بھاؤ کے ساتھ سرل بچہ کی مانند اُس وقت کے یقین کردہ اپنے معبود یا اپاسیہ دیوتا۔ اندر وغیرہ سے بارش برسانے اور دودھ والی گائیوں اور اناج و دولت وغیرہ عطا کرنے کے لئے پرارتھنائیں دیکھتے ہیں تو اُن پرارتھناؤں کی سادگی اور پرارتھنا کرنے والوں کے دلوں کی سرلتا وغیرہ کو دیکھ کر اوس زمانہ اور وقت کی حالت کا نقشہ اپنی روحانی آنکھوں کے سامنے کھینچتے ہیں اور اوس سے ایک گونہ نوع انسان کے روحانی بچپن کے زمانہ کی یاد

کو تازہ کرکے اوسی طرح خوش ہوتے ہیں کہ جس طرح کسی چھوٹے بچے کی اپنے باپ کی خدمت میں سرلتا اور بےخوفی کے ساتھ اپنے لئے کسی قسم کے کھلونے لے دینے کی درخواست کو سُن کر ایک سرل آتما ہی نہیں کہ اوس نظارہ سے صرف خوش ہوتا ہے بلکہ اپنے آپ کو اپنے مہان پتا کے دربار میں پہنچا کر اوسی طرح بیباکی سے درخواست کر سکنے والی حالت کے پیدا ہونے اور روحانی طور پر سرل بچہ بنجانے کی صدق دلی سے خواہش کرتا ہے۔ لیکن ان سرل پرارتھناؤں کے سادہ الفاظ کے معنوں کو توڑ مروڑ کر اور اون کی تاویلیں کرکے اگر کوئی شخص اون کو زمانہ حال کی حالتوں اور ضرورتوں وغیرہ کے مطابق پرارتھناؤں کے سلسلہ میں لا داخل کرے تو در اصل وہ اون پرارتھناؤں کی اصلی عظمت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ اوس کا یہ عمل ٹھیک ویسا ہی ہے کہ جیسا گذشتہ زمانہ کے مرہٹہ سور بیر سیوا جی یا راجہ بکرماجیت کی کوٹ پتلون پہنے اور کالر ونکٹائی لگائے ہوئے تصاویر ہمارے سامنے پیش کرکے یہ دعوے کرنا کہ اوس زمانہ میں بھی کوٹ پتلون کا رواج تھا

اپنے مضمون میں میں نے بتلایا ہے کہ ہم پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم کسی کتاب کو الہامی نہیں مانتے وہ غلط محض ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب ہی دھرم پستکوں کو الہامی یقین کرتے ہیں۔ تاہم الہام کے معنوں اور مفہوم میں دیگر مذاہب کے لوگوں سے ہمارا اختلاف ضرور ہے۔ اب میں مزید براں ایک یہ عرض اور بھی کرنا چاہتا ہوں کہ جب برہمو سماج اپنی ایک الگ ہستی یا شخصیت رکھتی ہے اور اوس شخصیت کو دیگر مذاہب سے علیحدہ تمیز کر سکنے کے کچھ نشانات یا علامات بھی ہیں تو اس صورت اور حالت میں بقول اوس کے بعض کم ظرف نکتہ چین مخالفوں کے

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ۔ بھانمتی نے کنبہ جوڑا

یعنی برہمو سماج دیگر مذاہب سے کچھ کچھ اصول لے کر ایک علیحدہ سماج کھڑی نہیں کی گئی ہے بلکہ جیسا کہ میں نے اس مضمون کی تمہید میں ہی عرض کیا تھا کہ سلطنت کی مانند جس طرح ہر قوم و ہر مذاہب کے اپنے اپنے کچھ قوانین ہوتے ہیں اوسی طرح

پر براہمہ سماج کے بھی صرف چند اصول اور اپاسنا یا عبادت الٰہی کو پورا کرنیکا ایک طریق یا پیدائش اور موت شادی اور غمی وغیرہ رسم و رسوم کے متعلق کچھ مقررہ قواعد اور طریقے منضبط نہیں بلکہ اس کے اپنے روحانی ہادی یا پیغمبر اور اوس کی اپنی روحانی یا الہامی دھرم پستکیں بھی ہیں مگر اون الہامی کتابوں کے شروع میں ہی یہ الفاظ بھی درج ہیں یعنی براہمہ دھرم کا ساتواں اصول یہ ہے کہ "سادھو مہاتما اور دھرم پستکیں دھرم جیون حاصل کرنے کے لئے ایک حد تک مددگار ہونے کی وجہ سے شردھا اور تعظیم کے لائق ہیں مگر وہ مکتی حاصل کرنے کا کامل ذریعہ نہیں ہیں" جس کا مفہوم صاف طور پر یہ ہے کہ جس طرح ہم لوگ دیگر مذاہب کی دھرم پستکوں کو غلطی سے خالی اور گذشتہ مہاپرشوں میں سے کسی ایک کو ختم المرسلین نہیں مانتے اسی طرح خود اپنے گھر میں بھی الہام کا دروازہ کسی خاص انسان یا کتاب کے نام اور اوراق میں بند کر دینا نہیں چاہتے اور نہیں کر دیتے۔ ہم براہمہ سماج کے قابل تعظیم بزرگوں میں سے اوس کے اولین بزرگ اور بانی مہاتما راجہ رام موہن رائے جی پھر مہرشی دیوندر ناتھ ٹھاکر جی اور مہاتما کیشب چندر سین جی و بزرگ بابو پرتاب چندر موزمدار گذشتہ دھارمک پرشوں نیز بھگتی بھاجن پنڈت شیو ناتھ شاستری ایم۔ اے وغیرہ کو روحانی ہادی یا مہا پرش اور ان کی تعلیم کو مذکور بالا طریق اور تعریف یا مفہوم کے ساتھ الہامی یقین کرتے ہیں۔ گو یا جہاں ہم اودار تا کے ساتھ کل دنیا کے مذاہب کی دھرم پستکوں اور ہادیوں کو اپنی دھرم پستکیں اور اپنے ہادی تصور کرتے ہیں وہاں خصوصیت کے ساتھ اپنی سماج کے بزرگوں ہادیوں کو مہا پرش اور اون کی روحانی تصانیف کو اپنی الہامی کتابیں یقین کرتے ہیں اور اس طرح پر ہم مہاتما نانک جی کا یہ شبد اوچارن کرتے ہوئے "نا کوئی بیری نا ہی بیگانہ سگل سنگ ہمری بن آئی" تمام مذاہب کے پیرؤں کے ساتھ خوشی خوشی بغلگیر ہونے اور اپنا بھائی سمجھ کر گلے ملنے ہیں

میں نے اپنے اس مضمون میں پوری کوشش کی ہے۔ کہ میرا کوئی فقرہ کسی مذہب کی دھرم پستک یا کسی بزرگ ہادی پر حملہ کے طور پر نہ لکھا جاوے کہ جس سے کسی بھائی کا دل دکھے۔ کیونکہ جب ہم ایشور کو پتا اور نوع انسان کو اپنا بھائی تصور کرتے ہیں تو اس صورت میں اپنے کسی بھائی کا اوس کے بزرگوں یا اوس کی دھرم پستکوں کی توہین کر کے کہ جو بالمعنی خود ہمارے ہی بزرگ اور خود ہماری ہی دھرم پستکیں ہیں خصوصیت کے ساتھ دل دکھانا مناسب نہیں تاہم اس خاص مضمون میں اپنی پوزیشن کو جملہ مذاہب سے الگ ظاہر اور ثابت کرتے ہوئے اگر کسی دھرم پستک کے متعلق کوئی لفظ یا فقرہ ایسا لکھا گیا ہو کہ جس سے حاضرین میں سے کسی صاحب کے دل پر کچھ چوٹ لگی ہو تو میں خصوصیت کے ساتھ [illegible] کو ختم کرتا ہوں

دُنیا میں کوئی الہامی کتاب ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کون؟

(اَز مِرزا غُلام اَحمد صَاحِب قادِیانی)

سب سے پہلے اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں پیدا کیا۔ اور نہ صرف ہمیں پیدا کیا بلکہ ہر ایک ذرہ ہمارے وجود کا اور اُن کی تمام قوتیں۔ اور ایسا ہی ہماری تمام روحیں اور اُن کی تمام قوتیں اس نے پیدا کیں۔ کیونکہ وہ کامل خدا ہے نہ ناقص اور اس کا فیض ہماری تمام وجود پر محیط ہے۔ نہ صرف بعض حصوں پر۔ اور جیسا کہ وہ ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ ایسا ہی وہ اپنی طاقت کیساتھ ہمیں زندہ رکھنے والا ہے۔ ہم اس کے سہارے کے بغیر جی ہی نہیں سکتے کیونکہ ہم اسی کے ہاتھ سے نکلے ہیں۔ ہاں اگر ہماری روحیں خود بخود ہوتیں۔ تو بطور خود جی بھی سکتی تھیں۔ کیونکہ اس صورت میں مستقل رُحوں کو اس کے سہارے کی ضرورت نہ تھی۔ پس اس خدا کا کہاں شکر ہو سکتا ہے۔ جس کے فیض سے کوئی حصّہ ہمارے وجود کا باہر نہیں ایسا ہی اُس وقت ہمیں گورنمنٹ برطانیہ کا شکر کرنا بھی لازم ہے۔ جس کی آزاد اور منصفانہ حکومت کیوجہ سے ہم بغیر کسی خوف کے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ بعد اس کے اَے آریہ صاحبان! اب آپ کی خواہش اور تحریک کے موافق یہ مضمون آپ کے سوال تجویز کردہ کے متعلق اس جلسہ میں سنایا جاتا ہے اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے برعایت تہذیب اختصار سے کام لیا ہے۔ مگر یہ بھی مناسب نہیں سمجھا کہ ناتمام لکھا جائے۔ اب میں ذیل میں اصل مطلب بیان کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق یہ سوال جو آپ صاحبوں کی مجلس نے پیش کیا ہے کہ

دُنیا میں کوئی اِلہامی کتاب ہے یا نہیں؟
اور اگر ہے۔ تو کون؟

یہ سوال ایسا ہے کہ تمام دنیا کے مذاہب مختلفہ کے پابندوں کو یہ جوش دلاتا ہے۔ کہ

وہ اپنے اپنے خیالات اور معتقدات کے موافق اس کا جواب دیں اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس بارے میں کچھ لکھوں۔ اب واضح ہو کہ قبل اس کے جو اصل مطلب کیطرف توجہ کروں اس بحث کو مفید عام اور باترتیب بنانے کیلئے یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ جو اپنے اپنے رنگ میں اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں وہ کئی قسم کی رائیں رکھتے ہیں

(۱) ایک تو وہ ہیں جو قطعاً صانع عالم کے وجود سے ہی منکر ہیں پس جبکہ ان کے نزدیک خدا تعالےٰ کا وجود ہی ثابت نہیں۔ تو پھر الہامی کتاب جس کا وجود صانع عالم کے وجود سے وابستہ ہے اُن کے نزدیک کوئی بھی نہیں +

(۲) وہ لوگ ہیں۔ کہ جو پورے طور پر صانع عالم کے منکر تو نہیں۔ مگر کسی حد تک منکر ضرور ہیں۔ جیسے وہ صاحبان کہ اسباب کو نہیں ملتے کہ ذرات عالم اور انکی انتصالی اور انفصالی قوتیں پرمیشر نے بنائی ہیں۔ یا روح اور اُن کی نہایت لطیف طاقتیں پرمیشر کی طرف سے ہیں۔ بلکہ اُن کے نزدیک وہ سب خود بخود اور انادی ہیں۔ لہذا اُن کے نزدیک بھی الہام ناممکن ٹھیرتا ہے کیونکہ بموجب اُن کے اصول کے روح میں اور پرمیشر میں کوئی رشتہ نہیں اور الہام کی تو منفی یہی ہے۔ کہ بوجہ ربط خالقیت اور مخلوقیت خدا اپنے بندہ کے اندر سے بولتا ہے پس اگر یہ فرض کیا جائے کہ خدا اور بندہ کی روح میں یہ ربط نہیں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ وہ بندہ سے دور اور الگ ہے۔ اس صورت میں جیسا کہ ہم کسی کے دل کے اندر ہو کر اس سے بول نہیں سکتے۔ ایسا ہی پرمیشر کا حال ہوگا +

(۳) اور بعض لوگ ایسے ہیں۔ کہ وہ الہام کو تو مانتے ہیں۔ مگر ان کے نزدیک خدا کا کلام کسی پر نازل نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کے دل میں جو باتیں آتی ہیں وہ سب الہام ہیں +

(۴) اور بعض لوگ ایسے گذرے ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ کہ وہ الہام کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر انسانی قوائے کو عمدہ اور کامل طور پر استعمال کیا جائے تو رہبری کے لیئے وہی کافی ہیں۔ اور بعض ایسے فرقے ہیں۔ کہ وہ مانتے ہیں۔ کہ خدا کا کلام دنیا میں آیا ہے۔ مگر اُن کا خیال ہے۔ کہ اس زمانہ میں خدا نے اپنی عادت کو بدل لیا ہے اور کلام الٰہی کا نزول آگے نہیں۔ بلکہ پیچھے رہ گیا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ گو خدا تعالےٰ کسی زمانہ میں بولتا بھی تھا اور سنتا بھی۔ مگر اس زمانہ میں سنتا تو ہے۔ مگر بولتا نہیں گویا ایک قسم کی صفت ... معطل ہوگئی ہے ... اُس کی صفات اس

زمانہ میں ناقص ہیں نہ کامل۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں۔ کہ کسی الہامی کتاب کو مانتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ قدیم سے خدا کا الہام ایک ہی زبان اور ایک ہی ملک اور ایک ہی قوم تک محدود رہا ہے۔ اور الہام الٰہی کا دائرہ اس قدر تنگ ہے۔ کہ بجز دو چار انسانوں کے جو کسی پہلے اور دور دراز زمانہ میں کسی خاص ملک میں گذر چکے ہیں اور کسی حصہ زمین میں کوئی ملہم کبھی پیدا نہیں ہوا اور نہ صرف اس حد تک بلکہ آئندہ کے لئے بھی تمام قوموں پر قطعی یہ دروازہ بند ہے بجز ایک خاص قوم اور خاص ملک کے۔

یہ ہیں متفرق مذاہب جو الہام کی نسبت مذکورہ بالا خیالات رکھتے ہیں۔ مگر ہم نے اس جگہ یہ بیان کرنا ہے کہ ہمارا مذہب کیا ہے؟

پس واضح ہو کہ خدا نے ہمیں جس بات پر قائم کیا ہے۔ اور جس بات کو اپنی پاک کتاب کے ذریعہ ہم پر کھول دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ خدا سچ ہے۔ اور اس کا الہام سچ ہے اور چونکہ وہ خدا تمام دنیا کا خدا ہے۔ نہ یہ کہ کسی ایک خاص فرقہ یا کسی خاص قوم کا خدا۔ اس لئے اس نے اپنے امر ضروری فیض سے یعنی الہام سے جو ہدایت کا سرچشمہ ہے دنیا کے تمام حصوں کو منور اور مستفیض بنایا ہے۔ اور کسی قوم سے بخل نہیں کیا۔ اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جن امور پر جسمانی حیات کا مدار ہے۔ جیسے زمین۔ پانی۔ آگ۔ ہوا۔ سورج۔ چاند۔ اناج وغیرہ یہ تمام چیزیں تمام ملکوں اور قوموں میں پائی جاتی ہیں۔ حالانکہ وہ چیزیں محض اس زندگی کے لئے ہیں۔ جو صرف چند روزہ ہے۔ پھر کس طرح یہ خیال کیا جائے۔ کہ وہ امور اور وہ ہدایتیں اور وہ آسمانی برکتیں جو روحانی حیات کا مدار ہے۔ جو جاودانی حیات ہے وہ کسی خاص قوم اور خاص ملک کو عطا ہوں۔ اور دوسرے اس سے بے خبر رہ کر ہلاکت کے گڑھے میں گریں۔ ہر ایک عقل جو تعصب اور پیچش بات سے پاک ہے۔ ہرگز اس کو قبول نہیں کرے گی۔ اور خدائے پاک کو جو رب العالمین ہے۔ اس تہمت سے بری سمجھیں گے۔ جو وہ کسی خاص قوم کا رب ہو اور دوسروں سے کنارہ کشی کرے۔ یہ پاک ہدایت ہمیں اس پاک کتاب سے ملی ہے جس کا نام **قرآن شریف** اور فرقان مجید ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی کوئی قوم اور بستی نہیں جس میں کوئی نذیر نہیں گزرا۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے۔ قُل یا ایہا

بالله وما انزل الینا وما انزل الی ابراهیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب
والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربهم لا نفرق
بین احد منهم ونحن له مسلمون - فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد
اهتدوا وان تولوا فانما هم فی شقاق - فسیکفیکهم الله وهو السمیع العلیم
صبغة الله ومن احسن من الله صبغةً ونحن له عٰبدون - الجزو اول سورۃ البقر

یعنے اے مسلمانو! تم اس طرح پر ایمان لاؤ اور یہ کہو - کہ ہم اُس خدا پر ایمان لائے
جس کا نام اللہ ہے - یعنے جیسا کہ قرآن شریف میں اس کی صفات بیان کی گئی ہیں - وہ
جامع تمام صفات کاملہ کا ہے - اور تمام عیبوں سے پاک ہے - اور ہم خدا کے اس کلام
پر ایمان لائے جو ہم پر نازل ہوا - یعنی قرآن شریف پر اور ہم خدا کی اس کلام پر بھی ایمان
لائے - جو ابراہیم نبی پر نازل ہوا تھا - اور ہم خدا کے اس کلام پر جو اسمٰعیل نبی پر نازل ہوا
تھا - اور اس کلام خدا پر ایمان لائے - جو اسحاق نبی پر نازل ہوا تھا - اور اس کلام خدا
پر ایمان لائے جو یعقوب نبی پر نازل ہوا تھا - اور اس کلام خدا پر ایمان لائے - جو یعقوب
نبی کی اولاد پر نازل ہوا تھا - اور اس کلام خدا پر ہم ایمان لائے جو موسیٰ نبی کو دیا گیا تھا - اور
اس کلام خدا پر ہم ایمان لائے جو عیسیٰ نبی کو دیا گیا تھا - اور ہم ان تمام کتابوں پر ایمان لائے
جو دنیا کے کل نبیوں کو اُن کے رب کیطرف سے دی گئی تھیں - یعنے اس کی طرف سے جس
نے کھلے طور پر ان کی ربوبیت کی اور دنیا پر ثابت کیا کہ وہ اُن کا ناصر اور حامی اور مربی ہے
خواہ وہ کسی قوم یا کسی ملک میں پیدا ہوئے تھے - ہم خدا کے نبیوں میں تفرقہ نہیں ڈالتے جو بعض
کو قبول کریں - اور بعض کو رد کریں - بلکہ ہم سب کو قبول کرتے ہیں - جو خدا کی طرف سے دنیا میں
آئے اور ہم اس طرح پر جو خدا نے سکھایا ہے - اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور خدا کے
آگے اپنی گردن ڈالتے ہیں پس اگر دوسرے لوگ بھی جو اسلام کے مخالف ہیں اسی طرح ایمان
لا دیں اور کسی نبی کو جو خدا کی طرف سے آیا رد نہ کریں - تو بلاشبہ وہ بھی ہدایت پا چکے اور اگر
وہ رو گردانی کریں - اور بعض نبیوں کو مانیں اور بعض کو رد کریں - تو انہوں نے سچائی کی مخالفت
کی اور خدا کی راہ میں پھوٹ ڈالنا چاہی - پس تو یقین رکھ کہ وہ غالب نہیں ہو سکتے اور اُن کو
سزا دینے کے لئے خدا کافی ہے - اور جو کچھ وہ کہتے ہیں - خدا سن رہا ہے - اور اُن کی
باتوں خدا کے علم سے باہر نہیں - یہ طریق اصطباغ خدا نے تمہیں سکھایا ہے - اور یہ خدا کا

بپتسمہ ہے اور خدا کے بپتسمہ سے کونسا بپتسمہ بہتر ہو سکتا ہے۔ اور تم اس بات کا اقرار کرو کہ ہم اسی خدا کے پرستار ہیں اور اسی کی پرستش کرتے ہیں +

یہ ہیں نے اُن قرآنی آیات کا ترجمہ کیا ہے۔ جو اوپر گذر چکی ہیں۔ اسی طرح سورۃ البقر کی اخیر میں ایک آیت ہے اور وہ یہ ہے :۔ اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربّہٖ والمؤمنون کلٌّ اٰمن باللہ وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ لا نفرّق بین احد من رسلہٖ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربّنا والیک المصیر یعنی رسول اور اس کے ساتھ کے مومن اس کتاب پر ایمان لائے ہیں۔ جو اُن پر نازل کی گئی۔ اور ہر ایک خدا پر ایمان لایا۔ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر اور اُن کا یہ اقرار ہے۔ کہ ہم خدا کے رسولوں میں تفرقہ نہیں ڈالتے۔ اسطرح پر کہ بعض کو قبول کریں۔ اور بعض کو رد کردیں بلکہ ہم سب کو قبول کرتے ہیں۔ ہم نے سنا اور ایمان لائے اے خدا ہم تیری بخشش مانگتے ہیں۔ اور تیری طرف ہماری بازگشت ہے۔ ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف اُن تمام نبیوں کا ماننا جن کی قبولیت دنیا میں پھیل چکی ہے مسلمانوں پر فرض ٹھہراتا ہے۔ اور قرآن شریف کے رو سے ان نبیوں کی سچائی کے لئے یہ دلیل کافی ہے۔ کہ دنیا کے ایک بڑے حصّے نے ان کو قبول کیا اور ہر ایک قدم میں خدا کی مدد اور نصرت اُن کے شامل حال ہو گئی۔ خدا کی شان اس سے بلند تر ہے۔ کہ وہ کروڑہا انسانوں کو اس شخص کا سچا تابع اور جاں نثار کرے۔ جس کو وہ جانتا ہے کہ خدا پر افترا کرتا ہے اور دنیا کو دھوکا دیتا ہے۔ اور دروغگو ہے اور اگر کاذب کو ایسی ہی عزت دیجائے جیسا کہ صادق کو تو امان اٹھ جاتا ہے اور امر نبوت صادقہ مشتبہ ہو جاتا ہے پس یہ اصول نہایت صحیح اور سچا ہے۔ کہ جن نبیوں کو قبولیت دیجاتی ہے اور ہر ایک قدم میں حمایت اور نصرت آلہی اُن کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہرگز جھوٹے ہوا نہیں کرتے۔ ہاں ممکن ہے کہ پیچھے آنے والے اُن کے نوشتوں میں تحریفات تبدیل کردیں اور اپنی نفسانی تفسیروں سے اُن کے مطالب کو اُلٹا دیں۔ بلکہ پرانی کتابوں کے لئے یہ بھی ایک لازمی امر ہے۔ کہ مختلف خیالات کے آدمی اپنے خیال کے طور پر ان کے معنی کرتے ہیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ وہی معنے جزو کتاب کی سمجھے جاتے ہیں۔ اور پھر انہیں مختلف خیالات کی کشش کیوجہ سے کئی فرقے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے مخالف معنے کرتا ہے

خلاصہ کلام یہ کہ یہ عقیدہ جس کو قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے۔ نہایت سچا اور مستحکم

عقیدہ ہے کیونکہ انسانی فطرت شہادت دیتی ہے۔ کہ جن نبیوں کی عام طور پر کروڑ ہا لوگوں میں قبولیت پھیل جاتی ہے اور دلوں میں ان کی نہایت درجہ محبت اور عظمت بیٹھ جاتی ہے اور نصرت آلٰہی بارش کیطرح اُن پر برستی ہے۔ اور وہ ہرگز جھوٹے نہیں ہوتے کیونکہ بدذات مفتری کو جو خدا پر افترا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے خدا کی طرف سے وحی ہوئی۔ خدا نے مجھ سے کلام کیا حالانکہ نہ کوئی وحی اس پر نازل ہوئی اور نہ خدا نے کوئی اُس سے کلام کیا اس قدر عزت ہرگز نہیں دی جاتی۔ جو شخص جائز رکھتا ہے۔ جو ایسی عزت مفتری کو بھی دیجاتی ہے۔ اور ایسی مدد اور نصرت اور ایسے آسمانی نشان اس کذاب دجال کو بھی ملتے ہیں۔ جو خدا پر افترا کرتا ہے ایسا شخص دراصل خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور درپردہ دہریہ ہے۔ یہی سچائی کی ایک زبردست دلیل ہے۔ جو دُنیا کے تمام نبیوں سے زیادہ ہمارے سید و مولا اور ہمارے محترم آقا حضرت **محمد مصطفیٰ** صلے اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اقبال اور عزت اور خدا کی مدد اور نصرت جو انکو ملی ہے۔ وہ کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔ آپ ایسے وقت میں آئے جو دنیا شرک اور بت پرستی سے بھری ہوئی تھی۔ کوئی پتھر پوجا کرتا تھا۔ اور کوئی آگ کی پرستش میں مشغول تھا۔ اور کوئی سورج کے آگے ہاتھ جوڑتا تھا کوئی پانی کو اپنا پرمیشر خیال کرتا تھا اور کوئی انسان کو خدا بنائے بیٹھا تھا۔ علاوہ اس کے زمین ہر ایک قسم کے گناہ اور ظلم اور فساد سے بھری ہوئی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ کی موجودہ حالت کے بارہ میں قرآن شریف میں خود گواہی دی ہے۔ اور فرماتا ہے۔ ظھر الفساد فی البر والبحر یعنے دریا بھی بگڑ گئے اور خشک زمین بھی بگڑ گئی۔ مطلب یہ کہ جس قوم کے ہاتھ میں کتاب آسمانی تھی وہ بھی بگڑ گئی اور جن کے ہاتھ میں کتاب آسمانی نہیں تھی۔ اور خشک جنگل کیطرح تھے۔ وہ بھی بگڑ گئے اور یہ امر ایک سچا واقعہ ہے۔ کہ ہر ایک ملک کی تاریخ اس پر گواہ ناطق ہے۔ کیا آریہ ورت کے دانا مورّخ اس سے انکار کر سکتے ہیں۔ کہ آنجناب کے ظہور کا زمانہ درحقیقت ایسا ہی تھا اور تبخانوں کو اسقدر عزت دی گئی تھی کہ گویا دید کا اصل مذہب یہی ہے +

اور کیا عیسائی صاحب اس اقرار سے کہیں بھاگ سکتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں نہ صرف حضرت عیسیٰ کو خدائے وحدہ لاشریک کی جگہ بٹھایا گیا تھا۔ بلکہ ان کی تصویر بھی ایک قسم کا خدا ہی سمجھی گئی تھی۔ اور اُن کی والدہ بھی اس خدائی میں شریک ٹھہرائی گئی تھی۔ پھر جب ہمارے بزرگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظاہر ہوئے تو ایک انقلاب عظیم دنیا میں آیا اور

تھوڑے ہی دنوں میں وہ جزیرہ عرب جو بجز بت پرستی کے اور کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ ایک سمندر کی طرح خدا کی توحید سے بھر گیا۔ علاوہ اس کے یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے سید مولےٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جس قدر حق تعالےٰ کی طرف سے نشان اور معجزات ملے وہ صرف اس زمانہ تک محدود نہ تھے۔ بلکہ قیامت تک ان کا سلسلہ جاری ہے۔ اور پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا۔ وہ کسی گذشتہ نبی کی امت نہیں کہلاتا تھا۔ گو اس کے دین کی نصرت کرتا تھا۔ اور اس کو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے۔ کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیا ہیں۔ کہ ایک تو تمام کمالات نبوت اُن پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ اُن کے بعد کوئی نئی شریعت لانیوالا رسول نہیں اور نہ کوئی انبیا نبی ہے۔ جو اُن کی اُمت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو ایک شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے۔ وہ اُنہیں کے فیض اور اُن ہی کے وساطت سے ملتا ہے۔ اور وہ اُمتی کہلاتا ہے۔ نہ کوئی مستقل نبی۔ اور رجوع خلایق اور قبولیت کا یہ عالم ہے۔ کہ آج کم سے کم بیس کروڑ ہر طبقہ کے مسلمان آپ کی غلامی میں کمربستہ کھڑے ہیں۔ اور جب سے خدا نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ بڑے بڑے زبردست بادشاہ جو ایک دنیا کو فتح کرنے والے تھے۔ آپ کے قدموں پر ادنے غلاموں کی طرح گرے رہے ہیں۔ اور اس وقت کے اسلامی بادشاہ بھی ذلیل جاکروں کیطرح آنجناب کی خدمت میں اپنے تئیں سمجھتے ہیں۔ اور نام لینے سے تخت سے اُتر آتے ہیں *

اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ عزت کیا یہ شوکت کیا یہ اقبال کیا یہ جلال کیا یہ ہزاروں نشان آسمانی کیا یہ ہزاروں برکات ربانی جھوٹے کو بھی مل سکتی ہیں۔ ہمیں بڑا فخر ہے کہ جس نبی علیہ السلام کا ہم نے دامن پکڑا ہے۔ خدا کا اس پر بڑا ہی فضل ہے۔ وہ خدا تو نہیں۔ مگر اس کے ذریعہ سے ہم نے خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اس کا مذہب جو ہمیں ملا ہے۔ خدا کی طاقتوں کا آئینہ ہے۔ اگر اسلام نہ ہوتا۔ تو اس زمانہ میں اس بات کا سمجھنا محال تھا۔ کہ نبوت کیا چیز ہے۔ اور کیا معجزات بھی ممکنات سے ہیں۔ اور کیا وہ قانون قدرت میں داخل ہیں۔ اس عقدے کو اسی نبی کے دائم فیض نے حل کیا۔ اور اسی کے طفیل سے اب ہم دوسری قوموں کی طرح صرف قصہ گو نہیں ہیں۔ بلکہ خدا کا نور اور خدا کے

آسمانی نصرت ہمارے شامل حال ہے۔ ہم کیا چیز ہیں۔ جو اس شکر کو ادا کر سکیں۔ کہ وہ خدا جو دوسروں پر مخفی ہے۔ اور وہ پوشیدہ طاقت جو دوسروں سے نہاں در نہاں ہے۔ وہ ذوالجلال خدا محض اس نبی کریم کے ذریعہ سے ہم پر ظاہر ہو گیا ؛

پھر یہ عجیب بات ہے۔ کہ اُسی کامل نبی سے مخالف قوموں کا سب سے بڑھ کر بغض ہے۔ اسی کی توہین کے لئے اور اُسی کی تکذیب کی غرض سے جس قدر دنیا میں کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ابتدائے دنیا سے آج تک کسی اور نبی کی توہین کے لئے اس کثیر مقدار کی کتابیں شایع نہیں ہوئیں۔ اس سے ثابت ہے کہ جس سے خدا زیادہ پیار کرتا ہے۔ اور جس کو زیادہ اپنے جلال اور بزرگی سے حصہ بخشتا ہے۔ اسی سے یہ اندھی دنیا زیادہ دشمنی کرتی ہے۔ مگر اسی عظیم الشان نبی نے ہمیں سکھایا ہے۔ کہ جن جن نبیوں اور رسولوں کو دنیا کی قومیں مانتی چلی آئی ہیں۔ اور خدا نے عظمت اور قبولیت اُن کی دُنیا کے بعض حصوں میں پھیلا دی ہے وہ در حقیقت خدا کی طرف سے ہیں۔ اور ان کی آسمانی کتابوں میں گو دور دراز زمانہ کی وجہ سے کچھ تبدیل تغیر ہو گئی ہو۔ یا اُن کے معنی خلاف حقیقت سمجھے گئے ہوں مگر دراصل وہ کتابیں منجانب اللہ اور عزت اور تعظیم کے لائق ہیں ؛

ایک مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ایک ملک میں خدا تعالےٰ کے نبی گذرے ہیں۔ اور فرمایا کہ کان فی الھند نبیاً اسود اللون اسمہ کاھنا یعنے ہند میں ایک نبی گذرا ہے۔ جو سیاہ رنگ تھا۔ اور نام اُس کا کاہن تھا۔ یعنے کھنیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔ اور آپ سے پوچھا گیا۔ کہ کیا زبان پارسی میں بھی کبھی خدا نے کلام کیا ہے۔ تو فرمایا کہ ہاں خدا کا کلام زبان پارسی میں بھی اترا ہے جیسا کہ وہ اس زبان میں فرماتا ہے۔ " این مشت خاک را گر نہ بخشم چہ کنم " اور خدا نے قرآن شریف میں یہ بھی فرمایا ہے۔ منھم من قصصنا علیک منھم من لم نقصص علیک یعنے جس قدر دنیا میں نبی گذرے ہیں۔ بعض کا اُن میں سے ہم نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے۔ اور بعض کا ذکر نہیں کیا۔ اس قول سے مطلب یہ ہے کہ تا مسلمان حسن ظن

سے کام لیں اور دُنیا کے ہر ایک حصہ کے نبی کو جو گذر چکے ہیں عزت اور تعظیم سے دیکھیں۔ اور بار بار قرآن شریف میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود مسلمانوں کو یہ سبق دینا ہے۔ کہ وہ دُنیا کے کسی حصہ کے ایسے نبی کی کسرِ شان نہ کریں۔ جو ایک کثیر قوم نے اس کو قبول کر لیا تھا۔ یہ اصول نہایت ہی پیارا اور دلکش اصول ہے۔ اور مسلمان اس کے ساتھ جس قدر فخر کریں۔ وہ بجا ہے۔ کیونکہ دوسری قومیں بوجہ اس کے کہ اس اصول کی پابند نہیں۔ دنیا کے اور انبیاء کی [illegible] جو گذر چکے ہیں جن کی قبولیت کروڑ ہا لوگوں میں پھیل چکی ہے۔ ادنےٰ ادنےٰ اختلاف کی وجہ سے زبان درازی کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ خاص کر ہمارے مقدس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تو گندی گالیاں دیتے ہیں۔ وہ صرف زبان سے تو صلح صلح کرتے ہیں۔ مگر اسی زبان کو تلوار کی طرح کھینچ کر ہمارے اس پیارے نبی پر چلاتے ہیں جس کے قدموں کے نیچے ہماری جانیں ہیں۔ ہم لوگ عجیب مظلوم ہیں۔ کہ ہم تو قرآن شریف کی تعلیم کے موافق دنیا کے ہر ایک نبی کو جو مقبول الانام گذرے ہیں۔ عزت اور تعظیم کی راہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان پر ایمان لاتے ہیں۔ مگر ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو کچھ ہمارے مخالف کہتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ اس کو تمام زمانہ جانتا ہے۔ ہم اسبات کا اعلان کرنا۔ اور اپنے اس اقرار کو تمام دنیا میں شایع کرنا اپنی ایک سعادت سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبی سب کے سب پاک اور بزرگ اور خدا کے برگزیدہ تھے۔ ایسا ہی خدا نے جن بزرگوں کے ذریعہ سے پاک ہدایتیں آریہ ورت میں نازل کیں۔ اور نیز بعد میں آنے والے جو آریوں کے مقدس بزرگ تھے۔ جیسا کہ راجہ رامچندر اور کرشن یہ سب کے سب مقدس لوگ تھے۔ اور ان میں سے تھے۔ جن پر خدا کا فضل ہوتا ہے۔ مگر ہم اس شکایت کے لئے کس کے آگے رو دیں۔ اور کس سے ہم اسبات کا انصاف طلب کریں۔ کہ دوسری قومیں ہم سے یہ معاملہ نہیں کرتیں*

دیکھو یہ کیسی پیاری تعلیم ہے۔ جو دُنیا میں صلح کی بنیاد ڈالتی ہے۔ اور تمام قوموں کو ایک قوم کی طرح بنانا چاہتی ہے۔ یعنی یہ کہ دوسری قوموں کے بزرگوں کو عزت سے یاد کرو۔ اور اسبات کو [illegible] جانتا۔ کہ حضرت دشمنی کی جڑ [illegible]

اور رسولوں کی تحقیر ہے۔ جن کو ہر ایک قوم کے کروڑھا انسانوں نے قبول کر لیا ہے جو شخص کسی نبی کی تحقیر کرتا ہے۔ یا تحقیر کرنے والے کا دوست اور حامی ہے اور پھر وہ اس قوم سے صلح چاہتا ہے۔ جو اس نبی پر دل وجان سے قربان ہے وہ ایسا مورکھ اور نادان ہے۔ کہ جہالت اور نادانی میں دنیا میں کوئی اس کی نظیر نہیں۔ ایک شخص جو کسی کے باپ کو گندی گالیاں دیتا ہے۔ اور پھر چاہتا ہے۔ کہ اس کا بیٹا اس سے خوش ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ جو لوگ محض زبان سے کسی قوم کے ساتھ صلح کرنے کے لئے زور دیتے ہیں۔ ان کو چاہئے۔ کہ صلح کاری کے کام بھی دکھلائیں۔ اے ہم وطن پیارو! میری اس بات پر غور کرو۔ اور یوں ہی نہ بھٹک دور جبکہ ہم ایک ہی ملک میں رہتے ہیں۔ چاہئے۔ کہ باہم ایسی محبت کریں۔ کہ ایکدوسرے کے اعضا ہو جائیں۔ مگر یہ بھی یاد رکھو۔ کہ اگر منافقانہ طور پر محبت ہو۔ تو وہ محبت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک زہریلا تخم ہے۔ جو بعد میں اپنا مہلک پھل دکھلائے گا۔ صلح کاری بہت عمدہ چیز ہے۔ مگر بدزبانی اور صلح کاری دونوں ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔ پس اے صاحبان! کیا آپ لوگ اسبات کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ کہ صلح کی بنیاد ڈالنے کے لئے اس پاک اصول کو قبول کر لیں۔ کہ جیسے ہم سچے دل سے آپ کے بزرگ رشیوں اور اوتاروں کو صادق جانتے ہیں۔ جن پر آپ کی قوم کے کروڑہا لوگ ایمان لا چکے ہیں اور اُن کے نام عزت سے زبانوں پر جاری ہیں۔

ایسا ہی آپ لوگ بھی صدق دل سے اس کلمہ پر ایمان لے آئیں کہ

لَا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ

تا جس اتحاد اور صلح کے لیے ہم نے قدم اُٹھایا ہے۔ اُس میں آپ بھی سبقت لیکر اس تفرقہ کو دور کر دیں۔ جو ملک کو کھا تا جاتا ہے۔ ہم آپ سے کوئی ایسا مطالبہ نہیں کرتے جس سے ہم نے پہلے خود حصہ نہیں لیا۔ اور ہم آپ سے کوئی ایسا کام کرانا نہیں چاہتے۔ جو ہم نے آپ نہیں کیا۔ سچی صلح اور کینوں کے دور کرنے کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ جیسا ہم آپ کے بزرگ اوتاروں اور رشیوں کو صادق مانتے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق مان لیں۔ اور اس کا اقرار آپ ہماری طرح

اعلان بھی کر دیں۔ ہاں ہم آپ کے عقاید مروجہ پر عملدرآمد کرنے سے تو مجبور ہیں کیونکہ خدا نے ہمیں بتلا دیا ہے۔ کہ پہلی کتابیں اپنی صحت پر قائم نہیں رہیں۔ نیز آپ کا مذہبی تفرقہ اس سے مانع ہے۔ کیونکہ آریہ ورت کے صدہا مختلف فرقے ویدہی کی طرف اپنے تئیں منسوب کرتے ہیں۔ پس ہم کس کس عقیدے کی تصدیق کریں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ ایک شخص سے عقائد متناقضہ کی پابندی محال ہے۔ ہر ایک فرقہ اپنی طرف ہی کھینچے گا۔ اور اس جھگڑے میں پڑنا ہی فضول ہے۔ کیونکہ خدا کے آخری حکم نے جو قرآن شریف ہے۔ دوسرے احکام کی پیروی سے ہمیں مستغنی کر دیا ہے۔ پس بالفعل ہم آپ سے صلح کاری کے لئے صرف یہی چاہتے ہیں۔ کہ آپ اجمالی طور پر قرآن شریف کے مصدق ہوں۔ جیسا کہ ہم اجمالی طور پر مصدّق ہیں اور اگر بعد میں کوئی سعید آدمی ترقی کرے تو یہ خدا کا فضل ہے +

غرض ہم اس اصول کو ہاتھ میں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ کہ آپ گواہ رہیں۔ جو ہم نے مذکورہ بالا طریق کے ساتھ آپ لوگوں کے بزرگوں کو مان لیا ہے۔ وہ خدا کی طرف سے تھے۔ اور آپ کی صلح پسند طبیعت سے ہم امید وار ہیں۔ کہ آپ بھی ایسا ہی مان لیں۔ یعنے صرف یہ اقرار کر لیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالے کے سچے رسول اور صادق ہیں۔ جس دلیل کو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ وہ نہایت روشن اور کھلی کھلی دلیل ہے اور اگر اس طریق سے صلح نہ ہو۔ تو آپ یاد رکھیں کہ کبھی صلح نہ ہوگی۔ بلکہ روز بروز کینے بڑھتے جائیں گے +

مسلمان وہ قوم ہے۔ جو اپنے نبی کریم کی عزت کے لئے جان دیتے ہیں۔ اور وہ اس بے عزتی سے مرنا بہتر سمجھتے ہیں۔ کہ ایسے شخصوں سے دلی صفائی کریں۔ اور ان کے دوست بن جائیں۔ جن کا کام دن رات یہ ہے۔ کہ وہ ان کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور اپنے رسالوں اور کتابوں اور اشتہاروں میں نہایت توہین سے ان کا نام لیتے ہیں۔ اور نہایت گندے الفاظ سے ان کو یاد کرتے ہیں۔ آپ یاد رکھیں۔ کہ ایسے لوگ اپنی قوم کے بھی خیرخواہ نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ انکی راہ میں کانٹے بوتے ہیں۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ

اگر ہم جنگل کے سانپوں اور بیابانوں کے درندوں سے صلح کر لیں۔ تو یہ ممکن ہے مگر ہم ایسے لوگوں سے صلح نہیں کر سکتے۔ جو ہمارے پاک نبیوں کی شان میں بدگوئی سے باز نہیں آتے وہ سمجھتے ہیں۔ کہ گالی اور بدزبانی میں ہی فتح ہے۔ مگر ہر ایک فتح آسمان سے آتی ہے پاک زبان لوگ اپنی پاک کلام کی برکت سے انجام کار دلوں کو فتح کر لیتے ہیں۔ مگر گندی طبیعت کے لوگ اس سے زیادہ کوئی ہنر نہیں رکھتے کہ ملک میں مفسدانہ رنگ میں تفرقہ اور پھوٹ پیدا کرتے ہیں۔ کاش اگر دنیا کے لوگ ایسے اصول کے پابند ہوتے۔ جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔ تو یہ ملک برکتوں سے بھر جاتا۔ مگر یہ ملک کی بدقسمتی ہے۔ کہ اس اصول کو پسند نہیں کیا جاتا۔ آج آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے۔ جو اس اصول پر زور ڈالتی ہے۔ کہ جن جن نبیوں اور رسولوں کو دنیا کی قومیں صادق مانتی چلی آئی ہیں۔ اور خدا نے عظمت اور قبولیت اُن کی دُنیا کے بڑے بڑے حصوں میں پھیلا دی ہے۔ وہ درحقیقت خدا کی طرف سے ہیں۔ زبان خلق نقارہ خدا ایک مشہور مثل ہے۔ پس جبکہ خدا نے کروڑوں انسانوں کے دلوں میں یہی الہام کیا۔ کہ وہ لوگ سچے ہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ خارق عادت کے طور پر اُن کی نصرت اور مدد بھی کی۔ تو یہ ایک قوی دلیل اس بات پر ہے۔ کہ درحقیقت وہ خدا کے دوست ہیں۔ اور اُن کی توہین خدا کی توہین ہے اور تجربہ بھی شہادت دیتا ہے۔ کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ خدا کی غیرت اس کے پیاروں کے لئے آخر کوئی کام دکھلا دیتی ہے۔ پس اپنی زبان کی چھری سے گوئی اور بدتر چھری نہیں۔ اور قرآن شریف میں صرف اسی قدر نہیں لکھا۔ کہ دنیا کے تمام بزرگوں کا نام عزت سے لو بلکہ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ہر ایک قوم سے ہمدردی کرو۔ جیسا کہ اپنی قوم سے۔ اسی بنا پر مذہب اسلام میں جیسا کہ اپنی قوم سے سود لینا حرام ہے۔ ایسا ہی دوسری قوموں سے بھی سود لینا حرام ہے۔ بلکہ خدا نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ نہ صرف سود حرام ہے۔ بلکہ اگر تمہارا قرضدار مفلس ہو تو اسکو قرض بخشدو۔ یا کم سے کم یہ کہ اس وقت تک انتظار کرو۔ کہ وہ قرض ادا کرنے کے لائق ہو جائے۔ اور جیسا کہ قرآن شریف میں اپنی قوم کے لئے گناہ معاف کرنے کا حکم ہے۔ ایسا ہی دوسری قوموں کے لئے بھی

یہی حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے:۔
ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم ط واللہ غفور رحیم یعنے
لوگوں کے گناہ بخشو اور ان کی زیادتیوں اور قصوروں کو معاف کرو۔ کیا تم نہیں چاہتے
کہ خدا بھی تمہیں معاف کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور وہ تو غفور و رحیم ہے۔
اور انجیل نے بھی صبر اور عفو کی تعلیم دی ہے۔ مگر اکثر لوگوں کو شاید
یہ بات یاد نہیں ہوگی۔ کہ حضرت عیسےٰ انجیل میں فرماتے ہیں۔ کہ مجھے دوسری قوموں
سے سروکار نہیں میں صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں یعنے میری
ہمدردی صرف یہودیوں تک محدود ہے۔ مگر قرآن شریف میں صاف لکھا ہے
کہ دوسری قوموں سے بھی ہمدردی کرو۔ جیسا کہ اپنی قوم کے لئے اور دوسری
قوموں کو بھی معاف کرو۔ جیسا کہ اپنی قوم کو۔ کیونکہ قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم صرف قریش کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ بلکہ لکھا ہے۔ کہ وہ تمام دنیا
کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔
قل یایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً
یعنے لوگوں کو کہہ دے کہ میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ نہ صرف ایک
قوم کے لئے اور پھر دوسری جگہ فرمایا وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنے
ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کے لئے تجھے نہیں بھیجا۔ بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ
تمام جہان پر رحمت کی جائے۔ پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے۔ ایسا ہی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رسول ہیں۔ اور تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں اور
آپ کی ہمدردی تمام دنیا سے ہے نہ کسی خاص قوم سے۔ اور خدا نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی امت کو بھی وہ کامل اور عام ہمدردی کی تعلیم دی ہے۔ کہ کسی دوسرے رسول
کو ہرگز نہیں دی جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان
وایتاء ذی القربےٰ یعنے خدا حکم فرماتا ہے۔ کہ تمام دنیا کے ساتھ تم عدل کرو۔ یعنی جس قدر
حق ہے۔ اسی قدر لو اور انصاف سے بنی نوع کے ساتھ پیش آؤ اور اس سے بڑھ کر
یہ حکم ہے کہ تم بنی نوع سے احسان کرو۔ یعنی وہ سلوک کرو۔ جس سلوک کا کرنا تم پر فرض
نہیں محض مروت سے۔ مگر چونکہ احسان میں بھی ایک عیب مخفی ہے۔ کہ صاحب احسان

کبھی ناراض ہوکر اپنے احسان کو بھی یاد دلادیتا ہے۔ اس لئے اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ کامل نیکی یہ ہے۔ کہ تم اپنے بنی نوع سے اس طور سے نیکی کرو کہ جیسے ماں اپنے بچے سے نیکی کرتی ہے۔ کیونکہ وہ نیکی محض طبعی جوش سے ہوتی ہے۔ نہ کسی پاداش کی غرض سے یہ دل میں ارادہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ بچہ اس نیکی کے مقابل مجھے بھی کچھ عنایت کرے۔ پس وہ نیکی جو بنی نوع سے کی جاتی ہے۔ کامل درجہ اس کا یہ تیسرا درجہ ہے جس کو ایتاءِ ذی القربیٰ کے لفظ سے بیان فرمایا ہے۔

یاد رہے کہ یہ تعلیم انجیل میں نہیں ہے۔ بلکہ نیکی اور احسان اور معافی کی تعلیم جس قدر انجیل میں ہے۔ وہ سب صرف بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ دوسروں سے کچھ غرض نہیں ایسا ہی بجز قرآن شریف کے ہر ایک قوم کی الہامی کتاب جو کچھ احسان اور مروت اور درگذر کی تعلیم دیتی ہے۔ وہ اسی قوم تک محدود ہے۔ اور ہر ایک پہلی قوم کی الہامی کتابیں بجز اپنی قوم کے دوسرے بزرگوں کی ہمدردی سے واسطہ نہیں رکھتیں۔ جیسا کہ انجیل شریف کی بھی ساری ہمدردی ساری درگذر سارے احسان کی تعلیم محض بنی اسرائیل کے لئے ہے۔ دوسروں سے کچھ بھی غرض نہیں۔ اور ہمارے پیارے ہم وطن آریہ صاحبان اس کلمہ سے ناراض نہ ہوں۔ کہ وید مقدس کی تعلیم سے یہ بات موزون ہی نہیں۔ کہ اس میں یہ حکم دیا جاتا۔ کہ لوگ اپنے اپنے قصور واروں کے گناہ بخشا کریں۔ کیونکہ جس حالت میں خود پرمیشر ایک گناہ پر کروڑ ہا جونوں میں ڈالتا رہتا ہے۔ تو پھر کس منہ سے وہ لوگوں کو یہ نصیحت دے سکتا ہے۔ کہ تم اپنے قصور واروں کے گناہ بخش دیا کرو اور وید کے رو سے دوسرے نبیوں کی توہین بھی کرنا شاید ثواب میں داخل ہے۔ شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آوے۔ کہ مسلمان بھی مباحثہ کے وقت نامناسب الفاظ دوسری قوموں کے بزرگوں کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ پس یاد رہے۔ کہ وہ قرآنی تعلیم سے باہر چلے جاتے ہیں۔ اور بسا اوقات اُن کی اس بدتہذیبی کا موجب وہی لوگ ہو جاتے ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتے ہیں۔ مثلاً ظاہر ہے۔ کہ مسلمان لوگ کس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عزت اور تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور اُن کو خدا کا سچا رسول اور برگزیدہ یقین رکھتے ہیں۔ لیکن جب ایک متعصب پادری

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی سے باز نہیں آتا اور زبان درازی میں حد سے بڑھ جاتا ہے۔ تو الزامی طور پر ایک مسلمان جس کو اس پادری کے کلمات سے کچھ درد پہنچا ہے۔ ایسا جواب دیتا ہے۔ کہ اس پادری کو بُرا معلوم ہو مگر پھر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا۔ کچھ نہ کچھ صحت نیت دل میں رکھ لیتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔ اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ پس مسلمانوں کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ کہ دونوں طرف اُن کے پیارے ہوتے ہیں۔ بہرحال جاہلوں کے مقابل پر صبر کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا، سخت معصیت ہے۔ اور موجب نزول غضب الہی ✢

اگر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ اسلام میں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے۔ تو پھر کیوں اسلام صلح کاری کا مذہب ٹھہر سکتا ہے۔ پس واضح ہو۔ کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تہمت ہے۔ اور یہ بات سراسر جھوٹ ہے۔ کہ دین اسلام میں جبراً دین پھیلانے کے لئے حکم دیا گیا تھا۔ کسی پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ معظمہ میں تیرہ برس تک سخت دل کافروں کے ہاتھ سے وہ مصیبتیں اُٹھائیں۔ اور وہ دُکھ دیکھے۔ کہ بجز اُن برگزیدہ لوگوں کے جن کا خدا پر نہایت درجہ بھروسا ہوتا ہے۔ کوئی شخص ان دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اس مدت میں کئی عزیز صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے۔ اور بعض کو بار بار زد و کوب کر کے موت کے قریب کر دیا اور بعض دفعہ ظالموں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اس قدر پتھر چلائے کہ آپ سر سے پیر تک خون آلودہ ہو گئے۔ اور آخر کار کافروں نے یہ منصوبہ سوچا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے اس مذہب کا فیصلہ ہی کر دیں۔ تب اس نیت سے انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اور خدا نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم اس شہر سے نکل جاؤ۔ تب آپ اپنے ایک رفیق کے ساتھ جس کا نام ابوبکر تھا نکل آئے۔ اور خدا کا یہ معجزہ تھا کہ باوجودیکہ صدہا لوگوں نے محاصرہ کیا تھا۔ مگر ایک شخص نے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا۔ اور آپ [illegible] ثور [illegible] باہر آ گئے [illegible] پہنچ کر [illegible] چھپ گئے [illegible] کہا

کہ اے مکہ تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا۔ اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا"۔ تب اس وقت بعض پہلے نوشتوں کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ :۔

"وہ نبی اپنے وطن سے نکالا جائیگا"

مگر پھر بھی کفار نے اسی قدر پر صبر نہ کیا۔ اور تعاقب کرکے چاہا کہ بہر حال قتل کر دیں لیکن خدا نے اپنے نبی کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ اور آنجناب پوشیدہ طور پر مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ کی طرف سے چلے آئے۔ پھر بھی کفار اس تدبیر میں لگے رہے کہ مسلمانوں کو بکلی بیست و نابود کر دیں۔ اور اگر خدا تعالےٰ کی حمایت اور نصرت نہ ہوتی تو اُن دنوں میں اسلام کا قلع قمع کرنا نہایت سہل تھا۔ کیونکہ دشمن تو کئی لاکھ آدمی تھا۔ مگر مکہ سے ہجرت کرنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ستّر سے زیادہ نہ تھے۔ اور وہ بھی متفرق ملکوں کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ پس اس حالت میں ہر ایک سمجھ سکتا ہے۔ کہ جبر کرنے کی کونسی صورت تھی۔ غرض جب کافروں کا ظلم نہایت درجہ تک پہنچ گیا۔ اور وہ کسی طرح آزارہی سے باز نہ آئے۔ اور انہوں نے اس بات پر مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ تلوار کے ساتھ مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں۔ تب اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو دفاعی جنگ کے لئے اجازت فرمائی یعنے اس طرح کی جنگ جس کا مقصد صرف حفاظت خود اختیاری اور کفار کا حملہ دفع کرنا تھا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں تصریح سے اس بات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے :۔

ان اللہ یدافع عن الذین اٰمنوا ط ان اللہ لا یحب کل خوان کفور ط اُذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر

(ترجمہ) خدا کا ارادہ ہے۔ کہ کفار کی بدی اور ظلم مومنوں سے دفع کرے۔ یعنی مومنوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دے۔ تحقیقاً خدا خیانت پیشہ ناشکر لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔ خدا اُن مومنوں کو لڑنے کی اجازت دیتا ہے۔ جن پر کافر قتل کرنے کے لئے چڑھ چڑھ کے آتے ہیں۔ اور خدا حکم دیتا ہے۔ کہ مومن بھی کافروں کا مقابلہ کریں۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ اور خدا اُن کی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔ یعنے اگرچہ تھوڑے

ہیں۔ مگر خدا اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ قرآن شریف میں وہ پہلی آیت ہے۔ جس میں مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ کی اجازت دی گئی۔ آپ خود سوچ لو۔ کہ اس آیت سے کیا نکلتا ہے۔ کیا لڑنے کے لیے خود سبقت کرنا۔ یا مظلوم ہونے کی حالت میں اپنے بچاؤ کے لئے بمجبوری مقابلہ کرنا۔ ہمارے مخالف بھی اسباب کو جانتے ہیں۔ کہ آج ہمارے ہاتھ میں وہی قرآن ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شائع کیا تھا۔ پس اس کے اس بیان کے مقابل پر جو کچھ برخلاف اس کے بیان کیا جائے۔ وہ سب جھوٹ اور افترا ہے۔ مسلمانوں کی قطعی اور یقینی تاریخ جس کتاب سے نکلتی ہے۔ وہ قرآن شریف ہے۔

اب ظاہر ہے۔ کہ قرآن شریف یہی بیان کرتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو لڑائی کا اُس وقت حکم دیا گیا تھا۔ جب وہ ناحق قتل کئے جاتے تھے۔ اور خدا تعالےٰ کی نظر میں مظلوم ٹھیر چکے تھے۔ اور ایسی حالت میں دو صورتیں تھیں۔ یا تو خدا کافروں کی تلوار سے اُن کو فنا کر دیتا۔ اور یا مقابلہ کی اجازت دیتا اور وہ بھی اس شرط سے کہ آپ اُن کی مدد کرتا۔ کیونکہ اُن میں جنگ کی طاقت ہے ہی نہیں تھی۔ اور پھر ایک اور آیت ہے۔ جس میں خدا نے اس اجازت کے ساتھ ایک اور قید بھی لگا دی ہے۔ اور وہ آیت سیپارہ دوم سورۃ البقرہ میں ہے۔ اور اس آیت کا ماحصل یہ ہے۔ کہ جو لوگ تمہیں قتل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اُن کا دفع شر کے لئے مقابلہ کرو۔ مگر کچھ زیادتی نہ کرو۔ اور وہ آیت یہ ہے:۔

"وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ط ولا تعتدوا ط ان اللہ لا یحب المعتدین"

یعنے خدا کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ لڑو جو لڑنے میں سبقت کرتے ہیں اور تم پر چڑھ چڑھ کے آتے ہیں۔ مگر اُن پر زیادتی نہ کرو۔ اور تحقیقاً یاد رکھو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور پھر خدا تعالےٰ نے قرآن شریف پارہ اٹھائیس سورۃ الممتحنہ میں فرمایا ہے:۔ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم [illegible]

الیہم ان اللہ یحب المقسطین ۔ ترجمہ یعنے جن لوگوں نے تمہارے دین
کو نابود کرنے کی غرض سے تمہارے قتل کرنے کے لئے چڑھائی نہیں کی اور
تمہیں اپنے وطن سے نہیں نکالا۔ خدا تمہیں اسبات سے منع نہیں کرتا۔ کہ تم اُن سے
انصاف کا برتاؤ کرو۔ اور خدا اُن لوگوں سے پیار کرتا ہے۔ جو اپنے دشمنوں سے بھی
احسان اور مروت اور انصاف سے پیش آتے ہیں۔ خاصکر ایسے دشمن جو بہت بہت
دکھ دے چکے ہوں *

اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ یعنے پارہ دہم سورہ توبہ میں وان احد من المشرکین
استجارک فاجرہ حتے یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذلک بانہم
قوم لا یعلمون۔

یعنے اگر لڑائی کے ایام میں کوئی شخص مشرکوں میں سے خدا کے کلام کو سننا
چاہے۔ تو اس کو پناہ دے دو جب تک کہ وہ خدا کے کلام کو سن لے اور پھر اسکو
اپنے امن کے جگہ میں پہنچا دو۔ کیونکہ وہ ایک جاہل قوم ہے۔ اور نہیں جانتے کہ وہ
کس سے لڑائی کر رہے ہیں۔ اور پھر سورہ حج پارہ سترہ میں خدا تعالے فرماتا ہے :-

ولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوٰت
ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا۔ (ترجمہ) یعنے اگر خدا تعالے
کی یہ عادت نہ ہوتی۔ کہ بعض کو بعض کے ساتھ دفع کرتا۔ تو ظلم کی نوبت یہاں تک
پہنچتی۔ کہ گوشہ گزینوں کے خلوت خانے ڈھائے جاتے اور عیسائیوں کے گرجے مسمار
کئے جاتے اور یہودیوں کے معبد نابود کئے جاتے۔ اور مسلمانوں کی مسجدیں
جہاں کثرت سے ذکر خدا ہوتا ہے۔ منہدم کی جاتیں۔ اس جگہ خدا تعالے یہ ظاہر فرماتا
ہے۔ کہ ان تمام عبادت خانوں کا میں ہی حامی ہوں۔ اور اسلام کا فرض ہے۔ کہ
اگر مثلاً کسی عیسائی ملک پر قبضہ کرے۔ تو اُن کے عبادت خانوں سے کچھ تعرض نہ کرے
اور منع کر دے۔ کہ اُن کے گرجے مسمار نہ کئے جائیں۔ اور یہی ہدایت احادیث نبویہ
سے مفہوم ہوتی ہے۔ کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جبکہ کوئی اسلامی سپہ
سالار کسی قوم کے مقابلہ کے لئے مامور ہوتا تھا۔ تو اس کو حکم دیا جاتا تھا۔ کہ وہ عیسائیوں اور
... نہ کرے۔ اس ...

ظاہر ہے۔ کہ اسلام کس قدر تعصب کے طریقوں سے دور ہے۔ کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں اور یہودیوں کے معبدوں کا ایسا ہی حامی ہے۔ جیسا کہ مساجد کا حامی ہے ہاں البتہ اُس خدا نے جو اسلام کا حامی ہے۔ یہ نہیں چاہا۔ کہ اسلام دشمنوں کے حملوں سے فنا ہو جائے بلکہ اُس نے "دفاعی جنگ کی اجازت دی ہے۔ اور حفاظت خود اختیاری کے طور پر مقابلہ کرنے کا اذن دے دیا ہے۔ جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

الا تقاتلون قوماً نکثوا ایمانهم وهموا باخراج الرسول۔ وهم بدءو
کم اول مرة سورۃ البقرہ وان جنحوا للسلم فاجنح لها۔ دیکھو سورت الانفال الجزء ۱۰

ترجمہ: کیا تم ایسی قوم سے نہیں لڑوگے۔ جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور چاہا کہ رسول خدا کو جلا وطن کر دیں۔ اور انہوں نے ہی پہلے تمہیں قتل کرنا شروع کیا۔ اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں۔ تو تم بھی جھک جاؤ۔ یعنے تم اس خیال سے کیوں ڈرتے ہو۔ کہ ہم بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اور کفار شمار میں بہت ہیں۔ ہم کیوں کر اُن سے لڑ سکتے ہیں۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً۔ یعنے جس شخص نے ایسے شخص کو قتل کیا۔ کہ اس نے کوئی ناحق کا خون نہیں کیا تھا۔ یا کسی ایسے شخص کو قتل کیا جو نہ بغاوت کے طور پر امن عامہ میں خلل ڈالتا تھا۔ اور نہ زمین میں فساد پھیلاتا تھا۔ تو اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ یعنے بے وجہ ایک انسان کو قتل کر دینا۔ خدا کے نزدیک ایسا ہے۔ کہ گویا تمام بنی آدم کو ہلاک کر دیا۔ ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ بے وجہ کسی انسان کا خون کرنا کس قدر اسلام میں جرم کبیرہ ہے۔

اور نیز ان تمام آیات سے ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں پیش دستی کر کے لڑائی کرنا ایک سخت مجرمانہ فعل قرار دیتا ہے۔ بلکہ مومنوں کو جا بجا صبر کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔

ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم۔ یعنے تیرا دشمن جو تجھ سے بدی کرتا ہے۔ اس کا مقابلہ نیکی کے ساتھ کر اگر تو نے ایسا کیا۔ تو وہ تیرا ایسا دوست ہو جائے گا۔ کہ گویا رشتہ دار بھی ہے۔ اور پھر ایک

جگہ فرماتا ہے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس یعنے مومن وہ ہیں۔ جو
غصہ کھا جاتے ہیں۔ اور لوگوں کے ساتھ عفو اور درگزر سے پیش آتے ہیں۔ اور
اگرچہ انجیل میں بھی عفو اور درگذر کی تعلیم ہے۔ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ مگر
وہ یہودیوں تک محدود ہے۔ دوسروں سے حضرت عیسیٰ نے اپنی ہمدردی کا
کچھ واسطہ نہیں رکھا۔ اور صاف طور پر فرمایا کہ مجھے بجز بنی اسرائیل کے دوسروں
سے کچھ غرض نہیں۔ خواہ وہ غرق ہوں۔ خواہ نجات پاویں۔ مگر قرآن شریف
نے فرمایا۔ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً یعنے اے
تمام انسانو! جو زمین پر رہتے ہو۔ میں سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں نہ کسی
خاص قوم کی طرف اور سب کی ہمدردی میرا مقصد ہے ٭

ایسا ہی احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کی نسبت یہ خبر دی ہے۔ کہ جب آخری
زمانہ میں مسیح موعود آئیگا۔ تو وہ دنیا میں صلح کاری کا پیغام دیگا
اور جنگ موقوف کریگا۔ یعنے ملاّ لوگوں کی غلط کاریوں سے جو دینی جنگ
کئے جائیں گے۔ ان کی رسم دور کر دیگا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے۔ جو حدیث
کی کتابوں میں سے اول درجہ کی سمجھی جاتی ہے۔ حدیث کے لفظ یہ ہیں۔ یضع
الحرب اس حدیث میں یہ پیشگوئی ہے۔ کہ اسلام میں آخری زمانہ میں غلطی کے
طور پر بنام نہاد دین کی لڑائیاں شروع ہو جائیں گی۔ یا جاہل سرحدی جو
درندوں کی طرح ہیں۔ کسی عیسائی وغیرہ کا خون کرنا داخل ثواب سمجھیں گے۔ اور
غازی کہلائیں گے۔ مگر مسیح موعود جب آئیگا۔ تو صاف طور پر لوگوں کو سنا دیگا کہ
دین کے معاملہ میں لڑائی کرنا جائز نہیں۔ اور یہ حدیث نہایت
درجہ پر صحیح ہے۔ کیونکہ جب کہ ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دین
کو جبراً پھیلانے کے لئے کوئی لڑائی نہیں کی۔ بلکہ وہ صرف دفاعی جنگ
تھی۔ اس لئے کہ جنہوں نے مسلمانوں اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قتل کیا تھا۔
اور قتال سے باز نہیں آتے تھے۔ اور حد سے بڑھ گئے تھے۔ ان کو قتل کرنے
کا حکم تھا۔ ہاں پھر بھی اس قدر رعایت رکھی گئی تھی۔ کہ جس کو دین اسلام کی
سچائی سمجھ آجائے [illegible] خود اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کو اس

قصاص سے معافی دی جاتی تھی۔ کیونکہ اس زمانہ میں باعث سخت مصائب کے اسلام لانا مرنے کے برابر تھا۔ پس جو شخص اسلام قبول کرتا تھا وہ گویا ایک قسم کی موت اپنے لئے پسند کرتا تھا۔ اور اس طرح پر اسلام لانا سزائے موت کے قائم مقام ہو جاتا تھا۔

غرض یہ خیالات بھی کہ گویا کسی زمانہ میں کوئی مسیح اور مہدی اس غرض سے آئیگا۔ کہ تا کافروں سے جنگ کرکے دین اسلام کو پھیلاوے۔ یہ خیالات اس قدر بیہودہ اور لغو ہیں۔ کہ خود قرآن شریف ان کی رد کرنے کے لئے کافی ہے۔ جس دین کے ہاتھ میں ہمیشہ اور ہر زمانہ میں آسمانی معجزات اور نشان موجود ہیں۔ اور حکمت اور حق سے بھرا ہوا ہے۔ اس کو دین پھیلانے کے لئے زمینی ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جنگ خدا کے چمکدار تائیدوں کے ساتھ ہے نہ لوہے کی تلوار کے ساتھ۔ کاش دیوانہ طبع مکہ کے کافر اسلام کو تلوار سے نابود کرنا نہ چاہتے۔ تا خدا یہ طریق پسند نہ کرتا۔ کہ وہ تلوار سے ہی مارے جائیں۔

پس جبکہ یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوا ہے۔ کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبراً دین اسلام پھیلانے کے لئے کوئی جنگ نہیں کیا۔ بلکہ کافروں کے بہت سے حملوں پر ایک زمانہ دراز تک صبر کرکے آخر نہایت مجبوری سے محض دفاعی طور پر جنگ شروع کیا گیا تھا۔ تو پھر یہ خیالات کہ کوئی خونی مہدی یا مسیح آئیگا اور جبراً دین پھیلانے کے لئے لڑائیاں کریگا۔ ان خیالات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ مہدی اور مسیح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق کی مخالفت کریگا۔ اور اپنی روحانی کمزوری کے سبب تلوار کا محتاج ہوگا۔ پس ان خیالات سے بڑھ کر کون سا خیال لغو ہو سکتا ہے۔ جس امر کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کرنا نہیں چاہا اور صدہا مصیبتیں دیکھیں اور پھر صبر کیا وہ امر مہدی اور مسیح کیلئے کیونکر جائز ہو جائیگا۔

ایسا ہی ایک اور حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ جو مسیح موعود کے بارے میں ہے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود جنگ نہیں کریگا۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ اخرجت عباداً لی لا یدان لقتالھم لاحد فاحرز عبادی الی الطور۔

یعنے اے آخری مسیح میں نے اپنے ایک بندے ایسی طاقت ور زمین پر ظاہر کئے ہیں (یعنے یورپ کی قومیں) کہ کسی کو اُن کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہوگی پس تو ان سے جنگ نہ کر۔ بلکہ میرے بندوں کو طور کی پناہ میں لے آ۔ یعنی تجلیات آسمانی اور روحانی نشانوں کے ذریعہ سے اُن بندوں کو ہدایت دے۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ یہی حکم مجھے ہوا ہے ✣

اب واضح ہو۔ کہ اُن بندوں سے مراد یورپ کی طاقتیں ہیں۔ جو تمام دنیا میں پھیلتی جاتی ہیں۔ اور طور سے مراد تجلیات حقہ کا مقام ہے جسمیں انوار و برکات اور عظیم الشان معجزات اور ہیبت ناک آیات صادر ہوتی ہیں۔ اور خلاصہ اس پیشگوئی کا یہ ہے۔ کہ مسیح موعود جب آئیگا۔ تو وہ اُن زبردست طاقتوں سے جنگ نہیں کریگا بلکہ دین اسلام کو زمین پر پھیلانے کے لئے وہی چمکتے ہوئے نور اس پر ظاہر ہوں گے۔ جو موسے نبی پر کوہ طور میں ظاہر ہوئے تھے۔ پس طور سے مراد چمکدار تجلیات الٰہیہ ہیں۔ جو معجزات اور کرامات اور خرق عادت کے طور پر ظہور میں آرہے ہیں۔ اور آئیں گے۔ اور دُنیا دیکھے گی۔ کہ وہ چمک کس طرح سطح دنیا پر محیط ہو جائے گی خدا ابھی پوشیدہ اور مخفی در مخفی ہے۔ مگر جس طرح موسے کے زمانہ میں ایک خوفناک تجلی اُس نے ظاہر کی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی تجلی موسے بھی برداشت نہ کر سکا۔ اور غش کھا کر گر گیا۔ اس زمانہ میں بھی وہ فوق العادت الٰہی چمک اپنا چہرہ دکھائے گی۔ جس سے طالب حق تسلی پائیں گے۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ نے آج سے پچیس برس پہلے مجھے مخاطب کر کے ایک عظیم الشان پیشگوئی کی ہے۔ جو میری کتاب براھین احمدیہ میں درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا۔ اور اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اُٹھاؤنگا۔ دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کرے گا ✣

پس اس الہامی عبارت میں خدا نے جو یہ فرمایا کہ میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا۔ یہ وہی چمکار ہے جو کوہ طور کی چمکار سے مشابہت رکھتی ہے۔ اور اس سے مراد جلالی معجزات ہیں۔ جیسا کہ کوہ طور پر بنی اسرائیل کو جلالی معجزات دکھائے گئے تھے۔ اور پھر اسی براہین احمدیہ جس کی تالیف پر پچیس برس گذر گئے یہ وعدہ مجھے دیا گیا ہے کہ

اگر لوگوں نے نیری راہ اختیار نہ کی۔ تو بس طاعون پھوٹیگا اور سخت مری پڑیگی اور زلزلے آئینگے
اور خوفناک آفتیں ظاہر ہونگی چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق طاعون اس ملک میں پھیلگئی ہے اور
زلزلے بھی آئے۔ اور خدا کا وعدہ ہے۔ کہ ایک نئی وبا بھی جس سے اس ملک کے لوگ نا
واقف ہیں اس ملک میں پھیلایگی اور انسان حیرت میں پڑینگے۔ کہ کیا ہونا چاہتا ہے سو
خدا فرماتا ہے کہ میں قوموں کو جو ہنسی ٹھٹھے اور توہین و تکذیب میں مشغول ہیں اور سخت دل
ہیں ایسا ہی دکھاؤنگا اور اپنے بندوں کو جنکی قسمت میں ایمان مقدر ہے۔ ان جلالی معجزات
کیساتھ ہدایت دونگا۔ اور انکو اس قسم کے جلالی معجزات کی پناہ میں لے آؤنگا۔ جو کوہ طور پر
دکھلائے گئے تھے۔ سو جلالی معجزات وہی ہیں۔ جنکا ظہور اس زمانہ میں شروع ہو گیا ہے۔
جنکی اس بندہ کے ذریعہ سے خدا نے پہلے سے خبر دی تھی۔ جیسا کہ ابھی ذکر ہو چکا ایسا
ہی اس نے اور بہت سے نشان میرے ہاتھ پر دکھلائے۔ کہ اگر وہ سب کے سب لکھے
جائیں۔ تو ایک ضخیم کتاب میں بھی سما نہیں سکتے غرض خدا کے وہ جلالی معجزات اور وہ
ہیبتناک آیات اور وہ ڈرانیوالی چمک جو کوہ طور پر ظاہر ہوئی تھی۔ پھر اب دوبارہ وہی
قہری نشان دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ طاعون تمام قوتوں کو تباہ کر رہی ہے زلزلے
آرہے ہیں اور ستارے ہیبتناک آوازوں کے ساتھ لوٹتے ہیں اور وہ خدا جو غافلوں
کی آنکھوں سے بھی مخفی تھا۔ اب وہ چاہتا ہے کہ کھلے طور پر اپنے تئیں دنیا پر ظاہر کرے

اب میں اصل مطلب کیطرف رجوع کر کے یہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ہم نے کسطرح
شناخت کیا کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے۔ اے دوستو! اسجگہ اول یہ بات بیان
کرنیکے لائق ہے۔ کہ خدا کے کلام میں یہ ضروری امر ہے۔ کہ وہ انسانی کلام سے صریح
مابہ الامتیاز رکھتا ہو۔ کیونکہ جس حد تک عقل سلیم خدا تعالےٰ کے وجود اور اُسکی صفات
کی رہبری کرتی ہے۔ اگر خدا تعالےٰ کا کلام بھی فقط اسی حد تک رہبری کرے اور کوئی
زیادہ مرتبہ یقین اور معرفت کا عطا نہ کر سکے۔ تو انسانی عقل پر ترجیح کیا ہوئی؟ اور
اس صورت میں وہ کیونکر خدا کا کلام سمجھا جائے۔ مثلاً عقل سلیم باری تعالیٰ کی ہستی۔
پر صرف یہ دلائل پیش کرتی ہے۔ کہ اس عالم کی ترتیب محکم اور نظام ابلغ پر نظر ڈال
کر ماننا پڑتا ہے۔ کہ ضرور اس عالم کا کوئی صانع ہوگا۔ مگر عقل یہ نہیں دکھلا سکتی۔ کہ
درحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے۔ پس اگر کوئی کتاب جس کو خدا کا کلام سمجھا جاتا

ہے۔ صرف اسی حد تک رہبری کرتی ہے۔ جس حد تک عقل سلیم رہبری کرتی ہے۔ تو وہ اپنی کارگذاری صرف اسقدر پیش کر سکتی ہے۔ جسقدر عقل سلیم پہلے سے پیش کر چکی ہے۔ حالانکہ اس کتاب کا یہ فرض تھا۔ کہ وہ انسانی کلام سے اپنا برتر اور ممیز ہونا ثابت کرتی تا وہ یقینی معرفت کا ذریعہ ہو سکتی +

انسان الہامی کتاب کا محض اسلئے محتاج ہے کہ نظام عالم پر غور کر کے اور یہ دیکھکر کہ بڑے بڑے اجرام کیسے باہمی تعلقات سے اس دنیا کی گاڑی کھینچ رہے ہیں۔ کوئی تارہ دوسرے سے روشنی حاصل کرتا ہے اور کوئی دوسرے کے گرد گھومتا ہے اور باوجود بیشمار مدتوں کے ان میں کوئی خلل اور بگاڑ واقع نہیں ہوتا۔ انسانی عقل اسبات کے ماننے کیلئے مجبور ہو جاتی ہے۔ کہ در پردہ کوئی ایسی بڑی طاقت ہوگی۔ جس کے ارادہ اور حکم سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے پھر بھی اس عقل نے کچھ دیکھا تو نہیں لہذا اسکا زیادہ سے زیادہ تو یہ حق ہے کہ ان تصرفات پر غور کر کے یہ کہے کہ انکا کوئی صانع ہونا چاہئے۔ نہ یہ کہ درحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے اور ہونا چاہئے۔ اور ہے میں وہ فرق ہے جو ظن اور یقین میں فرق ہوتا ہے اور الہامی کتاب کا یہ کام ہے۔ کہ ہونا چاہئے کے مرتبہ سے ہے کے یقینی اور قطعی مقام تک پہنچادے۔ اور اگر وہی باتیں کرے کہ جس حد تک ایک عقلمند انسان کر سکتا ہے تو ایسی کتاب کے الہامی ہونیپر کوئی یقینی اور قطعی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اسکو الہامی مان بھی لیں تب بھی اس کی تعلیم بیسود ہے کیونکہ وہ یقین کے اعلےٰ مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی +

یہ بات یاد رہے۔ کہ الہامی کتاب میں الٰہی طاقت کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر کسی کتاب میں حقایق معارف موجود ہوں۔ اور عمدہ عمدہ گیان اور معرفت یا حکمت اور فلسفہ کی باتیں اس میں پائی جائیں۔ تو محض اسقدر بیانات سے وہ الہامی کتاب نہیں ٹھیر سکتی کیونکہ یہ سب باتیں انسانی قوائے کے حلقہ کے اندر ہیں۔ انسان کی تیزی ذہن نے جو کچھ آج کے دن تک معلوم کیا ہے۔ یہاں تک کہ سائینس کے پوشیدہ اسرار اور خواص کو علمی رنگ میں لاکر دکھلا دیا ہے۔ اور ایسی کلیں اور صنعتیں ایجاد کی ہیں جو حیرت میں ڈالتی ہیں۔ اور جو کچھ ارسطو اور افلاطون اور سقراط وغیرہ نے اپنے طور پر باریک در باریک حقائق اور معارف لکھے ہیں۔ اور نفس کی بحث کو اپنے خیال میں انتہا تک پہنچایا ہے کیا ہم ان

وجوہ سے اُن لوگون کو نبی یا رسول کا خطاب دے سکتے ہین یا اُنکی کتابون کی نسبت کہہ سکتے ہین کہ وہ الہامی اور خدا کا کلام ہے؟ ہرگز نہین۔

اور یہ بات بھی کوئی صحیح حجت نہین کہ فلان کتاب پورانی اور قدیم زمانہ سے ہے اس لئے وہ خدا کی کتاب ہے کیونکہ اول تو اس دعوے کو منجانب اللہ ہونے کیساتھ کچھہ بھی تعلق نہین ماسوا اسکے یہ دعوے کئی قومون نے پیش کیا ہے جیسا کہ پارسیون کی کتابون نے بھی دعوے پیش کیا ہے اور جس نے کتاب دساتیر کو دیکھا ہوگا اُسے خوب معلوم ہوگا کہ پارسیون کی کتاب قدامت کے دعوے مین وید سے آگے بڑھ گئی ہے۔ ان کی مدت قرار دادہ کے مقابل پر ہزارم حصہ تک بھی وید نہین پہنچا پس کس شخص کو یہ فرصت ہے کہ دونون کتابون کا مقابلہ کرکے یہ فیصلہ کرے کہ قدامت کے دعوے مین صادق کون اور کاذب کون ہے اور فرض کے طور پر اگر کسی کتاب کا قدیم ہونا قبول بھی کرلین تو کیا اس سے ثابت ہوجائیگا کہ وہ خدا کا کلام ہے۔

یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ اس مقدمہ مین آخر کار اُسی کتاب کے حق مین ڈگری ہوگی کہ جو انسانی کلام کے مقابل پر کھلے کھلے طور پر کوئی مابہ الامتیاز پیش کرتی ہو کیونکہ جبکہ خدا کا فعل کہ جو اُس کے ارادے کے تصرفات ہین انسان کے فعل سے امتیاز کلی رکھتا ہے یہانتک کہ ایک مکھی کی مانند بھی بنانا انسان کی قدرت سے باہر ہے تو پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا کا قول انسان کے قول سے برابر ہو اور کوئی الٰہی طاقت اس مین موجود نہ ہو۔

اب اے صاحبو اب مین یہ بیان کرتا ہون کہ وہ امتیازی نشان کہ جو الہامی کتاب کی شناخت کیلئے عقل سلیم نے قرار دیا ہے وہ صرف خدا تعالےٰ کی مقدس کتاب قرآن شریف مین پایا جاتا ہے اور اس زمانہ مین وہ تمام خوبیان جو خدا کی کتاب مین امتیازی نشان کے طور پر ہونی چاہئین دوسری کتابون مین قطعاً مفقود ہین ممکن ہے کہ اُن مین وہ خوبیان پہلے زمانہ مین ہونگی مگر اب نہین ہین اور گو ہم ایک دلیل سے جو ہم پہلے لکھہ چکے ہین اُن کو الہامی کتابین سمجھتے ہین مگر وہ گو الہامی ہون لیکن اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے بالکل بیہودہ ہین اور اُس شاہی قلعہ کی طرح ہین جو خالی اور ویران پڑا ہے اور دولت اور فوجی طاقت سب اُس مین سے کوچ کر گئی ہے

اب مین قرآن شریف کی امتیازی خوبیان جو انسانون کی طاقت سے برتر ہین ذیل مین بیان کرتا ہون

اول یہ کہ اُسمین ایک زبردست طاقت ہے جو اپنے پیروی کرنیوالون کو ظنی معرفت سے یقینی معرفت تک پہنچا دیتی ہے اور [illegible] ایک انسان کامل طور پر اسکی پیروی کرلے تو خدائی طاقت کے

نمونے معجزہ کے رنگ میں اُسکو دکھائے جاتے ہیں اور خدا اس سے کلام کرتا ہے اور اپنے کلام کے ذریعہ سے غیبی امور پر اسکو اطلاع دیتا ہے۔ اور میں ان قرآنی برکات کو قصہ کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ میں وہ معجزات پیش کرتا ہوں کہ جو مجھ کو خود دکھائے گئے ہیں۔ وہ تمام معجزات ایک لاکھ کے قریب ہیں بلکہ غالباً وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں خدا نے قرآن شریف میں فرمایا تھا کہ جو شخص سچے طور سے اس کلام کی پیروی کرے وہ نہ صرف اس کتاب کے معجزات پر ایمان لائیگا بلکہ اُس کو بھی معجزات دیئے جائینگے سو میں نے بذات خود وہ معجزات خدا کے کلام کی تاثیر سے پائے جو انسانوں کی طاقت سے بلند اور محض خدا کا فعل ہیں۔ وہ زلزلے جو زمین پر آئے اور وہ طاعون جو دنیا کو کھا رہی ہے وہ انہیں معجزات میں سے ہیں جو مجھ کو دیئے گئے۔ میں نے ان آفات کے نام و نشان سے پچیس[25] برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ان حوادث کی خبروں کو بطور پیشگوئی شائع کر دیا تھا کہ یہ آفتیں آنیوالی ہیں سو وہ تمام آفات آگئیں اور ابھی بس نہیں بلکہ آنیوالی آفات ان آفات سے بہت زیادہ ہیں۔ اور بعض نئی وبائیں بھی ہیں جو پہلے اس سے کبھی اس ملک میں ظاہر نہیں ہوئیں اور وہ ڈرانیوالی اور دہشتناک ہیں۔ اور ایک سخت اور خوفناک قسم کی طاعون بھی ظاہر ہونیوالی ہے جو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں ظاہر ہوگی اور نہایت پریشان کرے گی شاید اب کے سال یا دوسرے سال میں اور ایک زلزلہ بھی آنیوالا ہے جو نا گہانی طور پر آئیگا اور سخت آئیگا معلوم نہیں کہ کسی حصہ ملک میں یا عام ہوگا اگر دنیا کے لوگ خدا سے ڈریں تو یہ آفات ٹل بھی سکتی ہیں کیونکہ خدا زمین و آسمان کا بادشاہ ہے وہ اپنے حکموں کو جاری بھی کر سکتا ہے اور ٹال بھی سکتا ہے۔ مگر بظاہر کچھ امید نہیں کہ لوگ خدا سے ڈریں کیونکہ دل حد سے زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ اور مجھے اُن پیشگوئیوں کے پیش از وقت سنانے کی وجہ سے اُن کے متنبہ ہونے کی کچھ توقع نہیں اور بجز اس کے کوئی امید نہیں کہ ٹھٹھا کیا جائے گا اور گالیاں دیجائیں گی اور یا ہم اس بات سے متہم کئے جائیں گے کہ لوگوں میں تشویش پھیلاتے ہیں۔

یہ نکتہ یاد رہے کہ بلاؤں کے ٹلنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ لوگ مسلمان ہو جائیں کیونکہ مذہبی غلطیوں کے مواخذہ کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ لوگ ہر ایک قسم کی بد چلنی سے باز آویں اور خدا کے پاک نبیوں کی نسبت بد زبانی سے پیش نہ آویں اور غریبوں پر ظلم نہ کریں اور صدقہ خیرات بہت کریں اور خدا کے ساتھ کسی کو برابر نہ کریں نہ پتھر کو نہ آگ کو نہ انسان کو نہ پانی کو نہ [illegible]

وہ امن اور آسائش پا رہے ہیں اس کی ایذا کیلئے کبھی پوشیدہ منصوبے نہ سوچیں اور اطاعت
کریں کیونکہ بلاشبہ اس گورنمنٹ کا دونوں قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں پر احسان ہے اور اس گورنمنٹ
کے ایام سلطنت میں ایسی پُرامن راتیں ہیں کہ سکھوں کے زمانہ میں ایسے دن بھی نہیں کٹتے سو اگر لوگ ایسا
کریں کہ سب کینے اپنے دلوں میں سے نکالدیں اور خدا سے بہت ڈریں تو یہ ایک روحانی ٹیکا ہے کہ
جس میں بلاشبہ شفا ہے خدا نے کئی مرتبہ مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ
حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ ۔ یعنی یہ وبا جو دنیا پر نازل ہو رہی ہے خدا کبھی اس میں تغیر و تبدل نہ
کریگا جبتک کہ لوگ اپنے دلوں کی تغییر و تبدیل نہ کرلیں۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اِنِّیْ اُحَافِظُ
کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ ۔ لَوْلَا الْاِکْرَامُ لَھَلَکَ الْمُقَامُ ۔ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَاَلُوْمُ مَنْ یَلُوْمُ وَ
اُفْطِرُ وَاَصُوْمُ ۔ وَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ اِلَی الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۔ یعنی میں ان سب لوگوں کو جو تیرے
گھر کی چار دیوار کے اندر ہیں طاعون سے بچاؤں گا اور اگر میں تیری عزت کا پاس نہ کرتا تو کل قادیان کو
ہلاک کر دیتا کیونکہ انہوں نے ہمسایہ ہو کر پھر بھی بدی کی۔ اور میں اس رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا
اور ملامت کرنیوالے کو ملامت کرونگا اور میں افطار بھی کرونگا اور روزہ بھی رکھونگا اور میرا عذاب
اس ملک سے کبھی علیحدہ نہ ہوگا جبتک وہ وقت نہ آجائے جو میں نے مقدر کیا ہے اور روزہ اور افطار
سے یہ مراد ہے کہ کبھی طاعون سخت ہو گی گویا خدا روزہ دار کی طرح لوگوں کی ہلاکت کیساتھ روزہ کھولیگا
اور بعض دفعہ ایک وقت تک طاعون کو دور کریگا گویا وہ روزہ دار ہے۔

ایسا ہی ایک عظیم الشان خدا کا نشان یہ ہے کہ آج سے ستائیس (۲۷) برس پہلے یا کچھ زیادہ میری
یہ حالت تھی کہ میں ایک اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ تھا اور ایسا گمنام تھا کہ صرف چند آدمی ہونگے جو میرے
آشنا ہونگے اور کسی عزت اور وجاہت کا میں مالک نہیں تھا ان دنوں میں اسی شہر لاہور میں کئی
دفعہ آیا مگر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے میری وجاہت کے لحاظ سے خود آکر میری ملاقات کی۔ غرض
اس زمانہ میں میں ایسا تھا کہ گویا کچھ بھی نہ تھا اس بات کے گواہ قادیان میں نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ
آریہ بھی ہیں۔ اسی زمانہ میں خدا نے میرے آئندہ عروج اور شوکت اور جلال کی خبر دی جو دو سال
بعد میری کتاب براہین احمدیہ میں چھپکر شائع ہو گئی جس کو آج پچیس (۲۵) برس گذر گئے اور وہ پیشگوئی
یہ ہے اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۔ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۔ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۔ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ
نُّوْحِیْ اِلَیْہِمْ مِّنَ السَّمَآءِ ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَانْتَہٰی اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا اَلَیْسَ
ھٰذَا بِالْحَقِّ ۔ وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ ۔ اَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ

علی عینین ترجمہ۔ میں تجھے لوگوں کیلئے ایک امام بناؤنگا یعنی وہ تیرے پیرو ہونگے اور تو ان کا پیشوا
ہوگا۔ وہ ہر ایک دُور دراز راہ سے تیرے پاس آئینگے اور انواع و اقسام کی اور جنس تیرے لیئے
لائیں گے میں ایک جماعت کے دلوں میں الہام کرونگا تا وہ مالی مدد کریں پس وہ تیری مدد کرینگے جب خدا
کی مدد اور فتح آئے گی اور ایک دنیا ہماری طرف رجوع لے آئیگی تب یہ کہا جائیگا کہ کیا یہ حق نہ تھا جو
آج پورا ہوا اور تجھے چاہیئے کہ جب خدا کی مخلوق تیری طرف رجوع کرے تو تم اُنسے بدخلقی نہ کرنا اور
اُن کی کثرت کو دیکھکر تھکنا نہیں اپنی طرف سے دلوں میں تیری محبت ڈالونگا تا تو میری آنکھوں
کے سامنے پرورش پاوے اور اپنے مقصود کیلئے طیار کیا جائے سو ایسا ہی ہوا اور ایک مدت دراز
کے بعد خدا نے دلوں میں میری محبت اسقدر ڈالدی کہ علاوہ مالی مدد کے بعض نے میری راہ میں
مرنا بھی قبول کیا اور وہ سنگسار کیئے گئے۔ مگر دم نہ مارا اپنی جان میرے لئے چھوڑ دی مگر مجھے نہ چھوڑا۔
اور بعض نے میرے لئے دکھ اٹھائے اور صدہا کوس سے ہجرت کرکے قادیان میں آگئے۔ اور بعض
نے ہزارہا روپئے میرے آگے پیش کیئے۔ اور جسقدر لوگ بیعت کیلئے آجتک قادیان میں آئے
وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہونگے۔ اور سب بیعت کرنیوالے چار لاکھ کے قریب ہونگے۔ اور جیسا کہ
منی آرڈروں سے ثابت ہوسکتا ہے ایک لاکھ سے بھی زیادہ روپیہ آچکا ہے۔ اور اب فقط لنگرخانہ
کے خرچ کیلئے قریباً پندرہ سو روپیہ ماہوار آتا ہے اور جیسا کہ خرچ بڑھتا جاتا ہے ایسا ہی آمدن بھی ۱۵۰۰
بڑھتی جاتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ اس پیشگوئی کے الفاظ سب کے سب قرآن شریف کی عبارت
ہے یا اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ معجزہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور
اور اس پیشگوئی کے دو پہلو ہیں جو تنقیح طلب ہیں اول یہ کہ آیا یہ صحیح ہے کہ اُس زمانہ میں جسپر پچیس ۲۵
برس سے بھی زیادہ مُدت گذر چکی ہے میں ایسا ہی گمنام اور کس مپرسی میں داخل تھا جیسا کہ میں نے
ذکر کیا ہے۔ اور دوسرا امر یہ تنقیح طلب ہے کہ کیا یہ سچ ہے کہ کئی لاکھ آدمی نے اُنتک بیعت کی ہے؟
اور اکثر انمیں سے قادیان میں آئے ہیں اور کیا یہ سچ ہے کہ ایک لاکھ یا کچھ زیادہ اتبک روپیہ آچکا ہے؟
سو پہلا امر تنقیح طلب بہت صاف ہے کیونکہ اس ضلع اور امرتسر اور لاہور کے اضلاع میں کوئی شخص
دعوی نہیں کرسکتا کہ وہ اطلاع رکھتے ہے کہ اُس ابتدائی زمانہ میں یہ عروج اور شہرت اور مالی فتوحات
حاصل تھیں اور خوش نصیبی سے اس بات کے گواہ قادیان کے آریہ بھی ہیں جن میں سے ایک کا
نام لالہ شرمپت اور دوسرے کا نام لالہ ملاوامل ہے کیونکہ وہ میرے پاس آتے جاتے تھے اور ان کو
میری تنہائی اور گمنامی کا حال خوب معلوم تھا اور جب امرتسر میں میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی

تھی تو اتفاقاً بعض دفعہ وہ میرے ساتھ امرتسر گئے تھے ایسا ہی قادیان کے تمام باشندے گواہ ہیں۔ اور دوسرا امر تنقیح طلب بھی ایسا ہی بدیہی اور صاف ہے جس سے گورنمنٹ بھی بے خبر نہیں اور وہ یہ کہ تمام پنجاب اور ہندوستان میں ہماری جماعتیں پھیلی ہوئی ہیں اور ریاست کابل میں بھی ایک کثیر جماعت ہماری ہے اور جیساکہ میں نے بیان کیا ہے فتوحات کے لئے سرکاری ڈاکخانے کافی گواہ ہیں اور یاد رہے کہ یہ پیشگوئی دراصل ستائیس برس کی ہے نہ پچیس برس کی اور پچیس برس صرف براہین احمدیہ کے چھپنے پر گذرے ہیں اور مدت تک یہ مسودہ التوا میں رہا ہے اس شخص کو اس پیشگوئی کا مزہ آئیگا جو ان دونوں تنقیح طلب امور کی اول تحقیق کریگا اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا اسقدر عظیم الشان غیب انسانی قدرت میں داخل ہے؟ اگر داخل ہے تو دنیا میں اس کی نظیر کہاں ہے؟

منجملہ ان نشانوں کے جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے وہ نشان بھی ہیں جو بعض قادیان کے آریہ صاحبوں نے مشاہدہ کرلئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ کسیقدر وہ بھی بیان کروں کیونکہ جو نشانی خود آریہ صاحبوں کی ذات کے متعلق ہیں اور وہ انکے گواہ چشم دید ہیں ان سے زیادہ اس مجمع میں کونسا نشان یقینی اور قطعی سمجھا جا سکتا ہے سو ان میں سے ایک نشان لالہ شرمپت آریہ ساکن قادیان کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ لالہ صاحب موصوف کو ایک مرتبہ جس کو تخمیناً پینتیس برس کا عرصہ گذرا ہے یہ مصیبت پیش آئی کہ ان کا بھائی لالہ بشمبر داس ایک فوجداری مقدمہ میں قید ہو گیا اور ساتھ اس کے ایک اور شخص بھی قید ہوا جس کا نام خوشحال تھا تب لالہ شرمپت نے ایکدفعہ مجھے آکر کہا کہ آپ دعا کریں ہم لوگ بہت بیقرار ہیں میں نے رات کو دعا کی تو مجھے دکھلایا گیا کہ میں اس دفتر میں پہنچا ہوں جہاں قیدیوں کی میعاد کے رجسٹر ہیں اور میں نے وہ رجسٹر کھولا جو لالہ بشمبر داس کی میعاد کا رجسٹر تھا اور میں نے اس میں سے نصف قید کاٹ دی اور لالہ شرمپت کو یہ حال بتلا دیا اور پھر ایسا اتفاق ہوا کہ لالہ شرمپت اور اس کے دوسرے بھائیوں نے اپنے قیدی بھائی کی طرف سے چیفکورٹ میں اپیل کیا اور پھر لالہ شرمپت نے مجھے کہا کہ آپ اپنے خدا سے دریافت کریں کہ اس اپیل کا انجام کیا ہوگا تب میں نے محض ہمدردی کے لحاظ سے پھر دعا کی کہ تا خدا تعالے میرے پر انجام کھولدے۔ تب عالم کشف میں میرے پر یہ ظاہر کیا گیا کہ انجام یہ ہوگا کہ چیف کورٹ سے وہ مثل ضلع میں واپس آئیگی اور لالہ بشمبر داس لالہ شرمپت کے بھائی کی نصف قید تخفیف کی جائیگی مگر وہ بری نہیں ہوگا لیکن اسکا دوسرا رفیق خوشحال نام پوری قید بھگتیگا اور ایک دن بھی اسکا تخفیف نہیں ہوگا اور وہ بھی بری نہیں ہوگا میں نے یہ سب حالات انجام اپیل سے پہلے لالہ شرمپت کو سنا دیئے اور آخرکار ایسا ہی ظہور میں آیا ایک ذرہ کا بھی فرق نہ پڑا۔ تب لالہ شرمپت نے میری طرف ایک

رقعہ لکھا کہ آپ کی نیک بختی کی وجہ سے خدا نے یہ سب باتیں آپ پر کھولدیں یہ خدا کا فضل ہے کہ لالہ شرمپت اب تک قادیان میں زندہ موجود ہے اور قسم دینے سے تمام حالات سچ سچ بیان کرنے کیلئے مجبور ہوگا۔ اور میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں بھی جسکو شایع کئے پچیس برس گذر گئے ہیں یہ تمام قصہ شایع کر دیا ہے اب ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ قصہ خلاف واقعہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ لالہ شرمپت اسقدر مدت تک خاموش رہتا اور اس قصہ کی تکذیب شایع نہ کرتا اور مجھے جھوٹا نہ ٹھہراتا۔ اور خود ظاہر ہے کہ ایسا کھلا کھلا جھوٹ بنانا ایک بڑے بدذات اور لعنتی کا کام ہے اور نیز سچ سے بھی وہی انکار کریگا جس کو اپنے پرمیشر کا ایک ذرہ بھی خوف نہیں۔ اور نہ لعنت کا ڈر۔ ✦

اسی طرح ایک اور صاحب قادیان میں ہیں جن کا نام ملاوامل ہے اور لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل بڑے پرجوش آریہ ہیں اور یہی قادیان کی سماج کے بانی بھی ہوئے تھے اور شاید عرصہ تیس برس کا گذرا ہوگا کہ لالہ ملاوامل مرض دق میں مبتلا ہو گیا اور ایک زم اور دائمی تپ لیا اس کے پیچھے پڑا کہ وزات چڑہا رہتا تھا تب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور میرے پاس آیا اور بات کرتا کرتا رو پڑا اور دعا کی خواہش کی مجھکو اس کی حالت پر رحم آیا اور میں نے اس کے لئے دعا کی تب خدا تعالے کی طرف سے مجھکو ان الفاظ کے ساتھ الہام ہوا۔ کہ قلنا یا نار کونی بردا و سلاما یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا۔ تب ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ لالہ ملاوامل اس خوفناک مرض سے نجات پا گیا یہ تمام واقعہ بھی میں نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں شایع کر دیا اس کے شایع کرنے پر بھی پچیس (۲۵) برس گذر گئے مگر لالہ ملاوامل نے کبھی اس واقعہ کی تکذیب شایع نہیں کی۔ آخر ایمان اور دہرم بھی تو ایک چیز ہے اور سچ بولنا سچے مذہب کا اصول ہوتا ہے اس لئے یقین ہے کہ اگر اس کو بھی قسم گنگا کی دیجائے تو اس کو اس بات سے چارہ نہ ہوگا کہ سچ بیان کرے مگر بہتر ہوگا کہ ایسے مجمع میں یہ فیصلہ ہو جس میں مجھے بھی بلایا جائے اور ان دونوں صاحبوں کو میرے روبرو قسمیں دی جائیں۔ کیونکہ بغیر قسم کے قوم کی لحاظ وہ جھوٹ بول سکتے ہیں مگر قسم بھی اولاد کی ہو۔ ✦

ایسا ہی اور بھی کئی آریہ صاحبوں کی نسبت میری الہامی پیشگوئیاں ہیں اور وہ پانچ پیشگوئیاں ہیں جو ظہور میں آگئیں مگر میں اس مجمع میں مناسب نہیں دیکھتا کہ انکا ذکر کروں اور ذکر کی کچھ حاجت بھی نہیں کیونکہ وہ پیشگوئیاں میری کتابوں میں شایع ہو چکی ہیں۔ اب ہم اس سے بڑھ کر اپنے نشانوں کا آریہ صاحبوں کو کیا ثبوت دیں کہ خود آریہ صاحبوں کو بطور گواہ کے پیش کرتے ہیں۔ اور یہ معجزات میرے نہیں بلکہ قرآن شریف کے ہیں کیونکہ ہم اسی کی طاقت اور اسی کی عطا کردہ روح سے یہ کام

کر رہے ہیں۔ ٭

غرض قرآن شریف کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اُس کی پیروی کرنیوالے کو معجزات اور خوارق دیئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دنیا اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ میں یہی دعوےٰ رکھتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ اگر دنیا کے تمام مخالف کیا مشرق کے اور کیا مغرب کے ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور نشانوں اور خوارق میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو میں خدا تعالےٰ کے فضل سے اور توفیق سے سب پر غالب ہونگا اور یہ غلبہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ میری روح میں کچھ زیادہ طاقت ہے بلکہ اس وجہ سے ہوگا کہ خدا نے چاہا ہے کہ اُسکے کلام قرآن شریف کی زبردست طاقت اور اُسکے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت اور اعلیٰ مرتبت کا میں ثبوت دوں اور اُسنے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ میں اُس کے عظیم الشان نبی اور اُسکے قوی الطاقت کلام کی پیروی کرتا ہوں اور اس سے محبت رکھتا ہوں اور وہ خدا کا کلام جس کا نام قرآن شریف ہے جو ربانی طاقتوں کا مظہر ہے میں اُسپر ایمان لاتا ہوں اور قرآن شریف کا یہ وعدہ ہے کہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا۔ اور یہ وعدہ ہے کہ ایّدھم بروحٍ منہ اور یہ وعدہ ہے کہ ویجعل لکم فرقانًا۔ اس وعدہ کے موافق خدا نے یہ سب مجھے عنایت کیا ہے اور ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائیں گے اُنکو مبشر خوابیں اور الہام دیئے جائیں گے یعنی بکثرت دیئے جائیں گے ورنہ شاذ و نادر کے طور پر کسی دوسرے کو بھی کوئی سچی خواب آسکتی ہے مگر ایک قطرہ کو ایک دریا کے ساتھ کچھ نسبت نہیں اور ایک پیسہ کو ایک خزانہ سے کچھ مشابہت نہیں اور پھر فرمایا کہ کامل پیروی کرنیوالے کی روح القدس سے تائید کی جائے گی یعنی اُن کے فہم اور عقل کو غیب سے ایک روشنی ملیگی اور اُن کی کشفی حالت نہایت صفا کی جائے گی اور اُن کے کلام اور کام میں تاثیر رکھی جائے گی اور ان کے ایمان نہایت مضبوط کئے جائیں گے اور پھر فرمایا کہ خدا اُنمیں اور اُن کے غیر میں ایک فرق بین رکھدیگا یعنی بمقابل اُن کے باریک معارف کے جو اُن کو دیئے جائیں گے اور بمقابل اُن کے کرامات اور خوارق کے جو اُن کو عطا ہوں گی دوسری تمام قومیں عاجز رہیں گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم سے خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آتا ہے اور اس زمانہ میں ہم خود اس کے شاہد رویت ہیں۔ ٭

یہ تو ہم نے قرآن شریف کی اُس زبردست طاقت کا بیان کیا ہے جو اپنے پیروی کرنیوالوں پر ڈالتی ہے لیکن معجزات سے بھی بڑھ کر ... ہیں جو اُس نے اسلام کی ترقی اور شوکت اور فتح

کی اُسوقت خبر دی تھی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے جنگلوں میں اکیلے پھرا کرتے تھے اور ان کے ساتھ بجز چند غریب اور ضعیف مسلمانوں کے اور کوئی نہ تھا اور جب قیصر روم ایرانیوں کی لڑائی سے مغلوب ہوگیا اور ایران کے کسرےٰ نے اُس کے ملک کا ایک بڑا حصہ دبا لیا تب بھی قرآن شریف نے بطور پیشگوئی کے یہ خبر دی کہ نو برس کے اندر پھر قیصر روم فتحیاب ہوجائیگا اور ایران کو شکست دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ایسا ہی شق القمر کا عالی شان معجزہ جو خدائی ہاتھ کو دکھلا رہا ہے۔ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا۔ اُس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں کیونکہ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر۔ یعنی قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا اور کافروں نے یہ معجزہ دیکھا اور کہا کہ یہ پکا جادو ہے جس کا آسمان تک اثر چلا گیا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ نرا دعوےٰ نہیں بلکہ قرآن شریف تو اس کے ساتھ اُن کافروں کو گواہ قرار دیتا ہے جو سخت دشمن تھے اور کفر پر ہی مرے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر شق القمر وقوع میں نہ آیا ہوتا تو مکہ کے مخالف لوگ اور جانی دشمن کیونکر خاموش بیٹھ سکتے تھے وہ بلاشبہ شور مچاتے کہ ہم پر یہ تہمت لگائی ہے ہم نے تو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے نہیں دیکھا اور عقل تجویز نہیں کرسکتی کہ وہ لوگ اس معجزہ کو سراسر جھوٹ اور افترا خیال کرکے پھر بھی چپ رہتے۔ بالخصوص جبکہ اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کا گواہ قرار دیا تھا تو اس حالت میں انکا فرض تھا کہ اگر یہ واقعہ صحیح نہیں تھا تو اُس کا رد کرتے نہ یہ کہ خاموش رہ کر اس واقعہ کی صحت پر مُہر لگا دیتے پس یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا تھا اور اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں یہ عذرات بالکل فضول ہیں معجزات ہمیشہ خارق عادت ہی ہوا کرتے ہیں ورنہ وہ معجزے کیوں کہلائیں اگر وہ صرف ایک معمولی بات ہو اور علاوہ اسکے علم ہیئت کی کسی نے اب تک حد بست کرلی ہے ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جن کے بھید کچھ بھی سمجھ نہیں آتے اور ایسے خارق عادت طور پر ظاہر ہوتے ہیں کہ عقل انہیں حیران رہ جاتی ہے۔ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ خدا نے میرے پر ظاہر کیا تھا کہ انگریزی مہینہ کی اخیر تاریخ میں ایک نشان آسمانی ظاہر ہوگا اور میں نے فی الفور اخباروں میں یہ پیشگوئی شایع کردی تھی۔ چنانچہ جب اکتیسویں (۳۱) تاریخ مہینہ کی ہوئی تو ایک روشن ستارہ آسمان سے گرتا ہوا ہزاروں لوگوں کو دکھائی دیا اور ہر ایک نے یہی سمجھا کہ اُنہیں کے گاؤں میں گرا ہے اس کیساتھ ایک گرج اور تند آواز بھی تھی بعض جگہ بعض لوگ

اس کی روشنی اور آواز سے غش کھا کر گر گئے۔ اور ہمیں خبر پہنچی ہے کہ سات سو کوس تک اس ہیبت ناک ستارہ کا گرنا دیکھا گیا بلکہ تبت تک کی ہمیں خبر آئی ہے کہ اُن لوگوں نے بھی اس روشن اور تند آواز ستارہ کو گرتے دیکھا جس کے ساتھ ہیبت ناک آواز تھی۔ اب کوئی ہیئت دان بتلاوے کہ یہ کیا ماجرا تھا۔

غرض قرآن شریف بڑے بڑے نشانوں سے پُر ہے جن کے ذکر کرنے کیلئے یہ مضمون کافی نہیں۔ اور ایک عجیب طریق قرآن شریف کا یہ ہے جو کسی اور کتاب میں نہیں دیکھا گیا اور وہ یہ کہ وہ خدا تعالےٰ کی قدرت اور علم اور رحمت اور بخشش وغیرہ صفات کے بیان کرنے میں عاجز انسان کی طرح ان صفات کو محض معمولی طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ خود زندہ اور تازہ ثبوت اس بات کا دیتا ہے کہ خدا عالم ہے خدا قادر ہے خدا رحیم ہے خدا نجات دہندہ ہے یعنی معجزہ اور پیشگوئی کے طور پر تازہ نمونہ ان صفات کا مشاہدہ کرا دیتا ہے تا انسان کو یقین آجائے کہ جو کچھ دنیا میں اس کی صفات مشہور ہیں وہ درحقیقت اُس میں پائی جاتی ہیں اور تا پڑھنے والے اس کے خدا تعالےٰ کی صفات کی نسبت حق الیقین تک پہنچ جائیں۔

اور قرآن شریف کی اعلیٰ درجہ کی خوبیوں میں سے اس کی تعلیم ہی ہے کیونکہ وہ انسانی فطرت اور انسانی مصالح کے سراسر مطابق ہے مثلاً توریت کی یہ تعلیم ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ اور انجیل یہ کہتی ہے کہ بدی کا ہرگز مقابلہ نہ کر۔ بلکہ اگر کوئی تیری دائیں گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دے مگر قرآن شریف کہتا ہے کہ جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفی و اصلح فاجره علی الله۔ یعنی بدی کا بدلہ تو اُسی قدر بدی ہے لیکن جو شخص اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور اس گناہ کے بخشنے میں وہ شخص جس نے گناہ کیا ہے اصلاح پذیر ہو سکے اور آئندہ اپنی بدی سے باز آسکے تو معاف کرنا بدلہ لینے سے بہتر ہوگا ورنہ سزا دینا بہتر ہوگا کیونکہ طبائع مختلف ہیں۔ بعض ایسی ہیں کہ گناہ معاف کرنے سے پھر اس گناہ کا نام نہیں لیتے اور باز آجاتے ہیں ہاں بعض ایسے بھی ہیں کہ قید سے بھی رہائی پا کر پھر وہی گناہ کرتے ہیں سو چونکہ انسانوں کی طبیعتیں مختلف ہیں اس لئے یہی تعلیم ان کے مناسب حال ہے جو قرآن شریف نے پیش کی ہے اور انجیل اور توریت کی تعلیم ہرگز کامل نہیں ہے بلکہ وہ تعلیم انسانی درخت کی شاخوں میں سے صرف ایک شاخ سے تعلق رکھتی ہے اور وہ دونوں تعلیمیں اُس قانون کے مشابہ ہیں جو مختص القوم یا مختص المقام ہو۔ مگر قرآنی تعلیم تمام طبائع انسانیہ کا لحاظ رکھتی ہے۔ انجیل کا حکم ہے کہ تو غیر عورت کو شہوت کی نظر سے مت دیکھ۔ مگر قرآن شریف کہتا ہے کہ تو ہرگز نہ دیکھ نہ شہوت کی نظر سے نہ بے شہوت کہ یہ کبھی نہ کبھی تیرے لئے ٹھوکر کا باعث ہوگا بلکہ ضرورت کے وقت خوابیدہ چشم سے (نہ نظر پھاڑ کر) رفع ضرورت کرنا چاہئے۔ اور انجیل کہتی ہے کہ اپنی بیوی کو بجز زنا کے ہرگز طلاق نہ دے۔ مگر قرآن شریف اس بات کی مصلحت دیکھتا ہے کہ طلاق صرف زنا سے مخصوص نہیں۔ بلکہ اگر مرد اور

عورت میں باہم دشمنی پیدا ہو جاوے اور موافقت نہ رہے یا مثلاً اندیشہ جان ہو یا اگرچہ عورت زانیہ نہیں مگر زنا کے مقدمات اُس سے صادر ہوتے ہیں اور غیر مردوں کو ملتی ہے تو ان تمام صورتوں میں خاوند کی رائے پر حصر رکھا گیا ہے کہ اگر وہ مناسب دیکھے تو چھوڑ دے۔ مگر پھر بھی تاکید ہے اور نہایت سخت تاکید ہے کہ طلاق دینے میں جلدی نہ کرے۔ اب ظاہر ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم انسانی حاجات کے مطابق ہے۔ اور ان کے ترک کرنے سے کبھی نہ کبھی کوئی خرابی ضرور پیش آئے گی۔ اسی وجہ سے بعض یورپ کی گورنمنٹوں کو جواز طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا۔

اب باقی رہا وہ مسئلہ جو انجیل میں نجات کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مصلوب ہونا اور کفارہ۔ اس تعلیم کو قرآن شریف نے قبول نہیں کیا اور اگرچہ حضرت عیسیٰ کو قرآن شریف ایک برگزیدہ نبی مانتا ہے اور خدا کا پیارا اور مقرب اور وجیہہ قرار دیتا ہے لیکن اس کو محض انسان بیان فرماتا ہے اور نجات کے لئے اس امر کو ضروری نہیں جانتا کہ ایک گنہگار کا بوجھ کسی بے گناہ پر ڈال دیا جائے اور عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کہ گناہ تو زید کرے اور بکر پکڑا جائے اس مسئلہ پر تو انسانی گورنمنٹوں نے بھی عمل نہیں کیا۔ افسوس کہ نجات کے بارہ میں جیسا کہ عیسائی صاحبوں نے غلطی کی ہے ایسا ہی آریہ صاحبوں نے بھی اس غلطی سے حصہ لیا ہے اور اصل حقیقت کو بھول گئے ہیں کیونکہ آریہ صاحبان کے عقیدہ کی رو سے توبہ اور استغفار کچھ بھی چیز نہیں اور جب تک انسان ایک گناہ کے عوض وہ تمام جونیں نہ بھگت لے جو اس گناہ کی سزا مقرر ہے تب تک نجات غیر ممکن ہے اور پھر بھی محدود اور پرمیشر اس بات پر قادر ہی نہیں کہ گناہ بخش دے اور سچی توبہ جو درحقیقت ایک روحانی موت ہے اور ایک آگ ہے جس میں انسان پرمیشر کو خوش کرنے کیلئے جلنا قبول کرتا ہے وہ کچھ چیز ہی نہیں اس سے نعوذ باللہ پرمیشر کی تنگ ظرفی ثابت ہوتی ہے اور جبکہ وہ اپنے بندوں کو ہدایت دیتا ہے کہ تم اپنے قصورواروں کو بخشو اور اپنے نافرمانوں کو معافی دو۔ اور آپ اس بات کا پابند نہیں ہے تو گویا وہ اپنے بندوں کو وہ خلق سکھلانا چاہتا ہے جو خود اُس میں موجود نہیں اس صورت میں ایسے مذہب کے پابند جو لوگ ہیں ضرور اُن کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ جبکہ پرمیشر کسی اپنے قصوروار کے گناہ نہیں بخشتا تو ہم کیونکر وہ کام کر سکتے ہیں جو پرمیشر کے اخلاق کے برخلاف ہے اور اگر رعایا ایسے راجوں اور بادشاہوں کے ماتحت ہو جو پرمیشر کی طرح اپنے قصورواروں کی نسبت معافی کا نام نہیں لیتے تو اس بدقسمت رعیت کا کیا حال ہوگا اور پھر تناسخ ثابت کہاں ہے جس طرح ہم کسی شخص کی جان نکلتی دیکھتے ہیں کب ہمارے مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ وہی جان دوبارہ کسی اور جسم میں پڑ گئی ہے اور اس طرح پر یہ سزا بھی بیجا ہے کیونکہ اگر دوبارہ آنیوالی ہے روح اس بات سے متنبہ نہیں اور اُس کو علم نہیں دیا گیا کہ وہ فلاں گناہ

کی پاداش میں کسی ناکارہ جون میں ڈالی گئی تو پھر وہ کیونکر اس گناہ سے رستگش ہیگی۔ یاد رہے کہ انسان کی فطرت میں اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ یہ عیب بھی ہے کہ اس سے بوجہ کمزوری کے گناہ اور قصور صادر ہو جاتا ہے اور وہ قادر مطلق جس نے انسانی فطرت کو بنایا ہے اس نے اس غرض سے گناہ کا مادہ اس میں نہیں رکھا کہ تا ہمیشہ کے عذاب میں اسکو ڈالدے بلکہ اس لئے رکھا ہے کہ جو گناہ بخشنے کا خلق اس میں جو ہے اس کے ظاہر کرنے کیلئے ایک موقع نکالا جائے گناہ بیشک ایک زہر ہے مگر توبہ اور استغفار کی آگ اس کو تریاق بنا دیتی ہے پس یہی گناہ توبہ اور پشیمانی کے بعد ترقیات کا موجب ہو جاتا ہے اور اس جڑھ کو انسان کے اندر سے کھو دیتا ہے کہ وہ کچھ چیز ہے اور عجب اور تکبر اور خود نمائی کی عادتوں کا استیصال کرتا ہے

اے دوستو! یاد رکھو! کہ صرف اپنے اعمال سے کوئی نجات نہیں پا سکتا محض فضل سے نجات ملتی ہے اور خدا جس پر ہم ایمان لاتے ہیں وہ نہایت رحیم و کریم خدا ہے وہ قادر مطلق اور سرب شکتی مان ہے جس میں کسی طرح کی کمزوری اور نقص نہیں وہ مبدء ہے تمام ظہورات کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا اور خالق ہے تمام مخلوقات کا اور مالک ہے تمام جود و فضل کا اور جامع ہے تمام اخلاق حمیدہ اور اوصاف کاملہ کا اور منبع ہے تمام نوروں کا اور جان ہے تمام جانوں کی اور قیوم ہے ہر ایک چیز کا سب چیزوں سے نزدیک ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ عین اشیاء ہے۔ اور سب سے بلند تر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں اور ہم میں کوئی اور چیز بھی حائل ہے اس کی ذات دقیق در دقیق اور نہاں در نہاں ہے مگر پھر بھی سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے سچی لذت اور سچی راحت اسی میں ہے اور یہی نجات کی حقیقی فلاسفی ہے۔ +

اسی نجات کے بارہ میں قرآن شریف نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ نجات ایک ایسا امر ہے جو اسی دنیا میں ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا۔ من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الآخرۃ اعمیٰ۔ یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا یعنی خدا کے دیکھنے کے حواس اور نجات ابدی کا سامان اسی دنیا سے انسان ساتھ لیجاتا ہے اور بار بار اس نے ظاہر فرمایا ہے کہ جس ذریعہ سے انسان نجات پا سکتا ہے وہ ذریعہ بھی جیسا کہ خدا قدیم ہے قدیم سے چلا آتا ہے یہ نہیں کہ ایک مدت کے بعد اس کو یاد آیا کہ اگر اور کسی طرح بنی آدم نجات نہیں پا سکتے تو میں خود ہی ہلاک ہو کر ان کو نجات دوں۔ انسان کو حقیقی طور پر اسوقت نجات یافتہ کہہ سکتے ہیں کہ جب اس کے تمام نفسانی جذبات جل جائیں اور اس کی رضا خدا کی رضا ہو جائے اور وہ خدا کی محبت میں ایسا محو ہو جائے کہ اس کا کچھ بھی نہ رہے سب خدا کا ہو جائے اور تمام قول اور فعل اور حرکات اور سکنات

اور ارادات اُس کے خدا کیلئے ہو جائیں اور وہ دل میں محسوس کرے کہ اب تمام لذات اس کی خدا میں ہیں اور خدا سے ایک لمحہ علیحدہ ہونا اس کیلئے موت ہے اور ایک نشہ اور سکر محبت الٰہی کا ایسے طور سے اس میں پیدا ہو جائے کہ جس قدر چیزیں اُس کے ماسوا ہیں سب اس کی نظر میں معدوم نظر آویں اور اگر تمام دنیا تلوار پکڑ کر اس پر حملہ کرے اور اس کو ڈرا کر حق سے علیحدہ کرنا چاہے تو وہ ایک مستحکم پہاڑ کی طرح اپنی استقامت پر قائم رہے اور کامل محبت کی ایک آگ اس میں بھڑک اُٹھے اور گناہ سے نفرت پیدا ہو جائے اور جس طور سے اور لوگ اپنے بچوں اور اپنی بیویوں اور اپنے عزیز دوستوں سے محبت رکھتے ہیں اور وہ محبت ان کے دلوں میں دھنس جاتی ہے کہ ان کے مرنے کے ساتھ ایسے بیقرار ہو جاتے ہیں کہ گویا آپ ہی مر جاتے ہیں یہی محبت بلکہ اس سے بہت بڑھ کر اپنے خدا سے پیدا ہو جائے یہاں تک کہ اس محبت کے غلبہ میں دیوانہ کی طرح ہو جائے اور کامل محبت کی سخت تحریک سے ہر ایک دکھ اور ہر ایک زخم اپنے لئے گوارا کرے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے جب انسان پر اس مرتبہ تک محبت الٰہی غلبہ کرتی ہے تب تمام نفسانی آلائشیں اس آتش محبت سے خس و خاشاک کی طرح جل جاتی ہیں اور انسان کی فطرت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو وہ دل عطا ہوتا ہے جو پہلے نہیں تھا اور وہ آنکھیں عطا ہوتی ہیں جو پہلے نہیں تھیں اور اس قدر یقین اُس پر غالب آ جاتا ہے کہ اسی دنیا میں وہ خدا کو دیکھنے لگتا ہے اور وہ جلن اور سوزش جو دنیا داروں کی فطرت کو دنیا کیلئے جہنم کی طرح لگی ہوئی ہوتی ہے وہ سب دور ہو کر ایک آرام اور راحت اور لذت کی زندگی اس کو مل جاتی ہے تب اُس کیفیت کا نام جو اس کو ملتی ہے نجات رکھا جاتا ہے کیونکہ اس کی روح خدا کے آستانہ پر نہایت محبت اور عاشقانہ تپش کے ساتھ گر کر لازوال آرام پا لیتی ہے اور اس کی محبت کے ساتھ خدا کی محبت تعلق پکڑ کر اس کو اس مقام محبوبیت پر پہنچا دیتی ہے کہ جو بیان کرنے سے بلند اور برتر ہے۔ انسان کی ایک ایسی فطرت ہے کہ وہ خدا کی محبت اپنے اندر مخفی رکھتی ہے پس جب وہ محبت تزکیہ نفس سے بہت صاف ہو جاتی ہے اور مجاہدات کی صیقل اس کی کدورت کو دور کر دیتا ہے تو وہ محبت خدا کے نور کا پرتو حاصل کرنے کیلئے ایک مصفا آئینہ کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب مصفا آئینہ آفتاب کے سامنے رکھا جائے تو آفتاب کی روشنی اس میں بھر جاتی ہے اس صورت میں نظر کی غلطی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہی آفتاب ہے مگر دراصل وہ آفتاب نہیں ہے بلکہ بباعث نہایت صفائی کے آفتاب کی روشنی اُس نے حاصل کی ہے پھر ایک اور بات ہے جو خدا کا کلام ہمیں ظاہر کرتا ہے کہ ایسی فطرت جو بباعث اپنی نہایت

صفائی کے آفتاب حقیقی کی روشنی قبول کرتی ہے وہ بھی کئی قسم پر ہے بعض فطرتوں کا دائرہ تنگ ہوتا ہے وہ روشنی تو قبول کرتے ہیں مگر اپنے دائرہ کے قدر کے موافق۔ مثلاً چھوٹا سا شیشہ جو آرسی کا کہلاتا ہے اگرچہ اُس میں بھی کوئی صورت منعکس ہوسکتی ہے بلکہ تمام نقوش اصل صورت کے اسمیں منعکس ہوجاتے ہیں مگر وہ نقوش بہت ہی چھوٹے ہوکر اُس میں نمودار ہوتے ہیں اور بڑے شیشہ میں پورے پورے نقوش صورت کے منعکس ہوسکتے ہیں ایسا ہی ایک صافی شیشہ جس قدر روشنی کو آفتاب کے مقابل ہونے کی حالت میں اندر لیتا ہے دوسرا شیشہ کہ کسی قدر کثافت اپنے اندر رکھتا ہے اس قدر روشنی حاصل نہیں کرسکتا۔ ✻

پھر اس جگہ ایک اور امر بیان کرنے کے لائق ہے کہ وہ حقیقت جس کا نام ہم لوگ شفاعت رکھتے ہیں دراصل اُس کی فلاسفی بھی یہی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب ایک تاریکی ایک روشن جوہر کے مقابل پر آتی ہے تو وہ تاریکی روشنی کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ پس اسی طرح جب ایک مصفا فطرت جو نہایت صافی آئینہ کی طرح ہوجاتی ہے آفتاب حقیقی کے مقابل پر آکر اُس سے روشنی حاصل کرلیتی ہے تو کبھی ایسا اتفاق ہوجاتا ہے کہ ایک تاریک فطرت اُس روشن فطرت کے مقابل پر آجاتی ہے تو بوجہ اُس محاذات کے اُس پر بھی روشنی کا عکس پڑجاتا ہے تب وہ فطرت بھی روشن ہوجاتی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب ایک آئینہ صافی پر آفتاب کی شعاع پڑتی ہے تو وہ آئینہ اپنے مقابل کی در و دیوار کو اُس روشنی سے منور کردیتا ہے یہی شفاعت کی حقیقت ہے۔ ✻

شفع عربی زبان میں جفت کو کہتے ہیں کہ جو طاق کے مقابل پر ہے پس جو شخص ایک پاک فطرت اور کامل انسان سے ایسا تعلق حاصل کرتا ہے کہ گویا اُسکی جزو ہے تو قانون قدرت اسی طرح واقع ہے کہ وہ اُس کے انوار میں سے حصہ لیتا ہے غرض نجات کی فلاسفی یہی ہے کہ خدا سے پاک اور کامل تعلق پیدا کرنیوالے اس لازوال نور کا مظہر ہوجاتے ہیں اور اُس کی محبت کی آگ میں پڑکر ایسی اپنی ہستی سے دور ہوجاتے ہیں کہ جیسا لوہا آگ میں پڑکر آگ کی صورت ہی اختیار کرلیتا ہے مگر درحقیقت وہ آگ نہیں ہے لوہا ہے اور جیسا کہ خدا کی تجلیات سے اُسکے عاشقوں میں ایک حیرت نما تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے ایسا ہی خدا بھی اُن کیلئے ایک تبدیلی پیدا کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ خدا غیر متبدل اور ہر ایک تبدیلی سے پاک ہے مگر اُن کیلئے وہ ایسے عجائب کام دکھلاتا ہے کہ گویا وہ ایک نیا خدا ہے وہ خدا نہیں ہے جو عام لوگوں کا خدا ہے کیونکہ جس قدر خدا کے راستباز بندے اپنے پاک اعمال اور صدق اور وفا کے ساتھ اُس کی طرف [illegible]

اُن کی طرف اکرام اور نصرت کے ساتھ حرکت کرتا ہے یہاں تک کہ اپنی نصرت اور حمایت اور غیرت کو اُن کے
لئے ایسے طور سے دکھاتا ہے کہ وہ معمولی طور پر نہیں بلکہ وہ نصرت خارق عادت طور پر ظاہر ہوتی ہے۔
یہ بالکل غیر ممکن اور خدا کی کریمانہ عادت کے برخلاف ہے کہ خدا تعالےٰ ایسے بندہ کو جہنم میں ڈالے کہ جو
اپنے سارے دل اور ساری جان اور کامل اخلاص سے اُس کی محبت میں محو ہے اور ایسا محو ہے کہ جیسا کہ
سچی محبت کا تقاضا ہونا چاہیئے کسی کو اُسکے برابر نہیں جانتا بلکہ ہر ایک کو اُس کے مقابل پر کالعدم سمجھتا ہے
اور اپنے وجود کو اُس کی راہ میں فنا کرنے کو طیار رہتا ہے پھر ایسا شخص کیونکر مورد عذاب ہو سکتا ہے۔ بلکہ
سچ تو یہ ہے کہ کامل محبت ہی نجات ہے بھلا تم سچ کہو کہ کیا تم اپنے ایک بچے کو جس سے تم بہت ہی محبت رکھتے
ہو دانستہ آگ میں ڈال سکتے ہو؟ پھر خدا جو سراسر محبت ہے ان لوگوں کو جو اُس سے پیار کرتے ہیں اور ذرہ ذرہ
اُن کا اُس کی محبت میں مستغرق ہے۔ کیونکر آگ میں ڈالیگا پس کوئی قربانی اس سے بہتر قربانی نہیں ہے
کہ انسان اُس محبوب حقیقی سے اسقدر محبت کرے کہ خود وہ اس بات کو محسوس کرے کہ درحقیقت
اُس کے سوا کوئی اُس کا محبوب اور پیارا نہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ اُس کے لئے خود اپنے نفس کی
محبت بھی چھوڑ دے اور اُس کیلئے تلخ زندگی اختیار کرے۔ جب اس نکتہ کمال تک پہنچ جائیگا تو بلاشبہ وہ
نجات یافتہ ہے۔ اور اس مرتبہ محبت پر نہ کسی تناسخ کے چکر کی اُس کو حاجت ہے اور نہ اُس کو اپنے لئے کسی
کو صلیب دینے کی ضرورت ہے۔ اور اس مرتبہ محبت پر انسان صرف خیالی طور پر اپنے تئیں نجات یافتہ قرار نہیں دیتا
بلکہ اندر ہی اندر وہ محبت اُس کو تعلیم دیتی ہے کہ خدا کی محبت تیرے ساتھ ہے اور پھر خدا کی محبت اُس
کے شامل حال ہو کر ایک سکینت اور شانتی اُس کے دل پر نازل کرتی ہے اور خدا وہ معاملات اُس سے
شروع کر دیتا ہے جو خاص اپنے پیاروں اور مقبولوں سے کرتا آیا ہے یعنی اُس کی اکثر دعائیں قبول
کر لیتا ہے اور معرفت کی باریک باتیں اُس کو سکھلاتا ہے اور بہت سی غیب کی باتوں پر اُس کو اطلاع دیتا ہے
اور اُس کے منشاء کے مطابق دنیا میں تصرفات کرتا ہے اور عزت اور قبولیت کے ساتھ دنیا میں اُس کو
شہرت دیتا ہے اور جو شخص اُس کی دشمنی سے باز نہ آوے اور اُس کے ذلیل کرنے کے درپے رہے
آخر اُس کو ذلیل کر دیتا ہے اور اس کی خارق عادت طور پر تائید کرتا ہے۔ اور لاکھوں انسانوں کے
دلوں میں اُس کی اُلفت ڈال دیتا ہے اور عجیب و غریب کرامتیں اُس سے ظہور میں لاتا ہے اور محض
خدا کے الہام سے لوگوں کے دلوں کو اُس کی طرف کشش ہو جاتی ہے۔ تب وہ انواع اقسام کے تحائف
اور نقد اور جنس کے ساتھ اُس کی خدمت کیلئے دوڑتے ہیں اور خدا اُس سے نہایت لذیذ اور شیریں کلام
[illegible] ایک دوست کی طرح [illegible] کرتا ہے وہ خدا جو دنیا کی آنکھ [illegible]

سے مخفی ہے وہ اُسپر ظاہر ہو جاتا ہے اور ہر ایک غم کے وقت اپنی کلام سے اُس کو تسلی دیتا ہے۔ وہ اس سے سوال و جواب کے طور پر اپنے فصیح اور لذیذ اور پرشوکت کلام کے ساتھہ باتیں کرتا ہے۔ اور سوال کا جواب دیتا ہے اور جو باتیں انسان کے علم اور طاقت سے باہر ہیں وہ اُس کو بتلا دیتا ہے مگر نہ نجومیوں کی طرح بلکہ اُن مقتدر بادشاہوں کی طرح جن کی ہر ایک بات میں شاہانہ قدرت بھری ہوئی ہوتی ہے وہ ایسی پیشگوئیاں اُسپر ظاہر کرتا ہے جن میں اُس کی عزت اور اُس کے دشمن کی ذلت ہو اور اُس کی فتح اور دشمن کی شکست ہو۔ غرض اسی طرح وہ اپنے کلام اور کام کے ساتھہ اپنا وجود اُس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ تب وہ ہر ایک گناہ سے پاک ہو کر اُس کمال تک پہنچ جاتا ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور بغیر اس کے ممکن نہیں کہ کوئی کسی گناہ سے پاک ہو سکے۔ سب سے زیادہ انسان کیلئے مشکل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہستی پر اُسکو یقین آجاوے اور اُس کے دل میں یہ ایمان پیدا ہو کہ اُس کی اطاعت سے دونوں جہانوں میں راحت اور آرام ملتا ہے اور اُس کی نافرمانی تمام دکھوں کی جڑھ ہے پس اگر یہ معرفت پیدا ہو جائے تو پھر خود بخود انسان گناہ سے کنارہ کش ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ خدا دیکھہ رہا ہے اور وہ قادر ہے کہ اسی دنیا کو اُس کیلئے جہنم بنا وے اور یہ بات تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ جس کسی موذی چیز کا انسان کو علم ہو جاتا ہے اس سے ہمیشہ بھاگتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُسکے چھونے میں میری ہلاکت ہے مثلاً انسان کسی سانپ کے سوراخ میں ہاتھہ نہیں ڈالتا کیونکہ یقین کرتا ہے کہ اس سوراخ میں سانپ ہے۔ ایسا ہی انسان اسی زہر کو نہیں کھاتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ درحقیقت وہ زہر ہے اور ان موذی چیزوں سے بچنے کیلئے اپنے تئیں کسی کفارہ کا محتاج نہیں دیکھتا اور نہ اس بات کی حاجت دیکھتا ہے کہ کوئی شخص صلیب پر چڑھے تا وہ ان موذی چیزوں سے نجات پاوے بلکہ فقط اُس کو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اُسکو یقینی علم ہو جاوے کہ یہ موذی چیز ہے جس کو چھونے سے میری ہلاکت ہے مثلاً جب اُس کو معلوم ہو جاوے کہ اس سوراخ میں سانپ رہتا ہے اور یا یہ چیز زہر قاتل ہے تب اس علم کے بعد خود بخود اُس کی فطرت میں اس موذی چیز سے ایک خوف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اُس کے نزدیک نہیں جاتا بلکہ اُس سے بھاگتا ہے۔ مثلاً جب بیمار دیکھتا ہے کہ فلاں چیز کا کھانا اُس کو نقصان کرتا ہے اور اس کی جان کو سخت خطرہ میں ڈالتا ہے تو وہ ایسی چیز سے پرہیز کرتا ہے بلکہ اگر اُس کو وہ چیز مفت بھی دیجائے تب بھی اُس کو دور پھینک دیتا ہے۔

اب جبکہ انسانی فطرت میں یہ خاصیت ہر جگہ اور ہر موقع پر پائی جاتی ہے تو طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان خدا کے گناہ سے کیوں پرہیز نہیں کرتا اور کیوں اس موذی چیز سے دور نہیں بھاگتا جیسا کہ دوسری موذی چیزوں سے بھاگتا ہے؟

اس سوال کا صاف جواب یہ ہے کہ انسان گناہ کے ضرر پر ایسا یقین نہیں رکھتا جیسا کہ سانپ وغیرہ کے ضرر پر اُسکو یقین ہے اب جب یہ امر تشخیص ہوچکا تو صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ انسان کو گناہ سے بچنے کیلئے کسی کفارہ وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ یہ ضرورت ہے کہ اس کو خدا کی ہستی پر کامل یقین پیدا ہوجائے اور اسبات کا یقین ہوجائے کہ خدا کا گناہ زہر قاتل ہے تب وہ خودبخود گناہ سے ایسا ہی پرہیز کریگا جیسا کہ وہ سانپ وغیرہ سے پرہیز کرتا ہے۔

اے دوستو! گناہ سے بخوف ہونے کی یہی وجہ ہے کہ غافل انسان کو نہ خدا پر یقینی ایمان ہے نہ اس کی سزا پر۔ ورنہ انسان اپنی ذات میں بزدل ہے۔ اگر ایک گھر میں کسی چھت کے نیچے چند آدمی بیٹھے ہوں اور یکدفعہ سخت زلزلہ آوے تو وہ سب کے سب باہر کیطرف دوڑتے ہیں۔ اس کا یہی سبب ہوتا ہے کہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر چند منٹ اور چھت کے نیچے بیٹھے رہے تو موت کا شکار ہوجائیں گے۔ مگر چونکہ گناہ کرنے والوں کو خدا پر یقین نہیں نہ اُس کی سزا پر یقین ہے اس لئے وہ لوگ دلیری سے گناہ کرتے ہیں۔ جو لوگ جھوٹے اور بناوٹی ذریعے نجات کیلئے ڈھونڈ ھتے ہیں وہ اور بھی گناہ پر دلیر ہوجاتے ہیں کیونکہ جھوٹا ذریعہ کوئی یقین نہیں بخشتا۔ مگر جس شخص کو یہ علم یقینی حاصل ہوجاتا ہے کہ درحقیقت خدا ہے اور درحقیقت گناہ گار بے سزا نہیں رہیگا بشرطیکہ یقینی علم نہ ہو محض رسمی۔ وہ بلاشبہ اپنے تئیں گناہ کی راہوں سے بچائے گا یہی فلاسفی نجات کی یہی ہے جو قرآن شریف نے ہم پر ظاہر کی اگر چاہو تو قبول کرو۔

لیکن اگر اس جگہ کوئی یہ سوال پیش کرے کہ اگرچہ یہ بات سچ ہے کہ انسان کی فطرت کچھ ایسی ہی واقع ہوئی ہے کہ جس چیز کو درحقیقت وہ اپنے لئے موذی جانتا ہے وہ اس کے نزدیک نہیں جاتا اور اُس سے دور بھاگتا ہے مگر انسان کے لئے یہ رتبہ کیونکر حاصل ہو کہ خدا پر اور اُسکی سزا پر اس کو اس قدر یقین حاصل ہوجائے کہ وہ خدا کی نافرمانی اور ہر ایک گناہ کے ارتکاب سے ایسا ہی ڈرے جیسا کہ وہ سانپ یا اور کسی موذی چیز سے ڈرتا ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارا اور اُن راستبازوں کا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں یہ چشم دید واقعہ اور ذاتی تجربہ ہے کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی میں جو اخلاص اور صدق قدم سے ہو یہ خاصیت ہے کہ آہستہ آہستہ خدائے واحد لاشریک کی محبت دل میں بیٹھتی جاتی ہے اور کلام الٰہی کی روحانی طاقت انسانی روح کو ایک نور بخشتی ہے جس سے اس کی آنکھ کھلتی ہے اور اسنجام کار عالم باقی کے عجائبات اُس کو دکھائی دیتے ہیں۔ پس اُس دن سے اُس کو علم الیقین کے طور پر پتہ لگتا ہے

کہ خدا ہے اور پہر وہ یقین ترقی کرتا جاتا ہے یہان تک کہ علم الیقین سے عین الیقین تک پہنچتا ہے اور پہر عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے۔ جو شخص قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے پہلے اُسکو کوئی تزکیۂ نفس حاصل نہیں ہوتا اور کئی قسم کے گناہون مین مبتلا ہوتا ہے پہر خدا کی رحمت اُس کی دستگیری کرتی ہے اور خارق عادت طریقون سے اُسکے ایمان کو قوت دی جاتی ہے اور جیسا کہ قرآن شریف مین وعدہ ہے کہ لهم البشری فی الحیٰوة الدنیا یعنے ایمانداروں کو خدا کی طرف سے بشارتین ملتی رہتی ہین۔ ایسا ہی وہ بہی اپنی ذات کے متعلق کئی قسم کی بشارتین پاتا رہتا ہے اور جیسے جیسے بذریعہ ان بشارتون کے اُسکا ایمان قوی ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے وہ گناہ سے پرہیز کرتا اور نیکیون کی طرف حرکت کرتا ہے اسی کی طرف خدا تعالے نے قرآن شریف مین اشارت فرمائی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرات یعنی ایماندار تین قسم کے ہین (۱) اول وہ جو ظالم ہین یعنے اول اقسام کے گناہون کا ارتکاب کرتے ہین۔ اور گناہ کا پلہ اُنکا بہاری ہوتا ہے (۲) دوسرے وہ جو میانہ رو ہین یعنی کچھ تو گناہ کرتے ہین اور کچھ نیک اعمال۔ اور دونون حالتون مین مساوی ہوتے ہین۔ (۳) اور تیسرے درجہ کے وہ لوگ ہین جو عمدہ اخلاق اور عمدہ اعمال مین سبقت لیجاتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ جو صدر اسلام کا وقت تہا اُس زمانہ پر ایک وسیع نظر ڈالکر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے کیونکر ایمان لانیوالوں کو ذکر بالا ادنے درجہ سے اعلیٰ درجہ تک پہنچایا کیونکہ ایمان لانیوالے اپنی حالت مین اکثر ایسے تہے کہ جس حالت کو وہ ساتھ لیکر آئے تہے وہ حالت جنگلی وحشیون سے بدتر تہی اور درندون کی طرح اُن کی زندگی تہی اور اس قدر بد اعمال اور بد اخلاق مین وہ مبتلا تہے کہ ہم بد اعمال ہین یعنے نیکی اور بدی کی شناخت کی حس بہی جا رہی تہی پس قرآنی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے جو پہلا اثر ان پر کیا تو وہ یہ تہا کہ ان کو محسوس ہو گیا کہ ہم پاکیزگی کے جامہ سے بالکل برہنہ اور بد اعمال کے گند مین گرفتار ہین جیسا کہ اللہ تعالے اُن کی پہلی حالت کی نسبت فرماتا ہے۔

اولئك كالانعام بل هم اضل سبيلا

یعنی یہ لوگ چارپایون کی طرح ہین بلکہ اُن سے بہی بدتر۔ پہر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کی پاک صحبت اور فرقان حمید کی دلکش تاثیر سے اُن کو محسوس ہوگیا کہ جس حالت مین ہم نے زندگی بسر کی ہے وہ ایک وحشیانہ زندگی ہے اور سراسر بد اعمالیون سے ملوث ہے، تو اُنہون نے روح القدس سے قوت پاکر نیک اعمال کی طرف حرکت کی جیسا کہ اللہ تعالےٰ اُن کے حق مین فرماتا ہی **وایدھم بروح منہ** یعنی خدا نے ایک پاک روح کے ساتھہ اُن کی تائید کی وہ وہی غیبی طاقت تہی جو ایمان لانے کے بعد اور کسیقدر صبر کرنے کے بعد انسان کو ملتی ہے۔ پھر وہ لوگ اس طاقت کے حاصل ہونے کے بعد نہ صرف اس درجہ پر رہے کہ اپنے عیبون اور گناہون کو محسوس کرتے ہون اور ان کی بدبو سے بیزار ہون بلکہ اب وہ نیکی کی طرف اس قدر قدم اٹھانے لگے کہ صلاحیت کے کمال کو نصف تک طے کرلیا اور کمزوریوں کے مقابل پر نیک اعمال کی بجا آوری مین طاقت بہی پیدا ہوگئی اور اسطرح پر درمیانی حالت ان کو حاصل ہوگئی اور پہر وہ لوگ روح القدس کی طاقت سے بہرہ ور ہوکر ان مجاہدات مین لگے کہ اپنے پاک اعمال کے ساتھہ شیطان پر غالب آجائین، تب اُنہون نے خدا کے راضی کرنے کیلئے اُن مجاہدات کو اختیار کیا کہ جن سے بڑھ کر انسان کے لئے متصور نہین اُنہوں نے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کا خس و خاشاک کیطرح بہی قدر نہ کیا آخر وہ قبول کئے گئے اور خدا نے اُن کے دلوں کو گناہ سے بکلی بیزار کردیا اور نیکی کی محبت ڈال دی جیسا کہ وہ فرماتا ہے **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلنا** یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو اپنی راہ دکہا دیا کرتے ہیں غرض ایمان لانے والوں کے تین درجے ہیں۔ ظالم۔ مقتصد۔ سابق بالخیرات۔ ظالم ہونے کی حالت میں انسان اپنی بداعمالی کی حالت کو محسوس کرلیتا ہے اور مقتصد ہونے کی حالت میں نیکی کے بجالانے کی توفیق پاتا ہے مگر پورے طور پر بجا نہیں لاسکتا۔ اور سابق بالخیرات ہونیکی حالت میں جہان تک اس کی فطرت کی طاقت ہے پورے طور پر نیکی بجالاتا ہے اور نیک اعمال کی بجالانے میں آگے سے آگے دوڑتا ہے اور اس درجہ پر انسان کو خدا تعالےٰ کی عظمت اور جلال اور قدرت کا اس قدر علم ہوجاتا ہے کہ گویا وہ اس کو دیکھتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ خود اُس کو اپنے خارق عادت تصرفات کے ساتھہ راہ دکہا دیتا ہے روح القدس کی تائید جو مومن کے شامل حال ہوتی ہے وہ محض خدا تعالےٰ کا انعام ہوتا ہے جو اُن کو ملتا ہے جو سچے دل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف پر ایمان لاتے ہین وہ کسی

ایمان میں صادق ہو اور قدم میں استوار اور امتحان کے وقت صابر ہو لیکن خدائے عزوجل کی لدنی ہدایت جو اس آیت میں مذکور ہے۔ **وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا** وہ بجز مجاہدہ کے نہیں ملتی مجاہدہ کرنیوالا ابھی مثل اندھے کے ہوتا ہے اور اس میں اور بینا ہونے میں ابھی بہت فاصلہ ہوتا ہے۔ مگر روح القدس کی تائید اُس کو نیک ظن کر دیتی ہے اور اُس کو قوت دیتی ہے جو وہ مجاہدہ کیطرف راغب ہو اور مجاہدہ کے بعد انسان کو ایک اور روح ملتی ہے جو پہلی روح سے بہت قوی اور زبردست ہوتی ہے مگر یہ نہیں کہ دو روحیں ہیں۔ روح القدس ایک ہی ہے صرف فرق مراتب قوت کا ہے جیسا کہ دو خدا نہیں ہیں صرف ایک خدا ہے مگر وہی خدا جن خاص تجلیات کے ساتھہ اُن لوگوں کا ناصر اور مربی ہوتا اور ان کے لئے خارق عادت عجائبات کو دکہاتا ہے وہ دوسروں کو ایسے عجائبات قدرت ہرگز نہیں دکہلاتا بظاہر ایک نادان سمجھے گا کہ گویا دو خدا ہیں کیونکہ جس خدا کے ساتھہ اُس کا معاملہ ہے وہ اس کی نظر میں کچھہ کمزور سا ہے اور جس خدا کے ساتھہ ایک مقبول کا معاملہ ہے وہ بڑی بڑی طاقتیں اس کے لئے ظاہر فرماتا ہے مگر درحقیقت خدا ایک ہی ہے صرف یہ فرق ہے کہ جو شخص بڑا صدق لیکر اس کی طرف دوڑتا ہے وہ بھی اُس کے لئے بڑے بڑے کام دکہاتا ہے یہانتک کہ اپنے زمین و آسمان کو اُس کیلئے غلاموں کی طرح کر دیتا ہے مگر جو شخص اپنے صدق اور وفا اور استقامت اور اپنے ایمان میں کمزور ہے خدا بھی اُس کے لئے کمزور کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور اُس کو طرح طرح کی ذلت اور ناکامی میں چھوڑ دیتا ہے اور وہ مصیبت کے ساتھہ رزق حاصل کرتا ہے اور اسباب کے شکنجوں میں پھنسا رہتا ہے۔ ✲

اب ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کر کے پھر لکھتے ہیں کہ جس خدا پر ایمان لانے کے لئے قرآن شریف ہمیں حکم کرتا ہے ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ نہایت زبردست اور قادر مطلق اور کامل طاقتوں والا خدا ہے جو شخص اُس خدا کی طرف سچے دل سے رجوع کرتا ہے اور وفاداری اور صدق قدم سے اُسکی طرف آتا ہے اُسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ جیسا کہ خدا بے مثل ہے وہ بھی بے مثل ہو جاتا ہے اور آسمانی برکتوں کے دروازے اُسپر کہولے جاتے ہیں اور جیسا کہ خدا نے آسمان اور زمین میں کئی قسم کی قدرتیں دکہلائی ہیں ایسا ہی اس کے ہاتھہ پر بھی کئی قسم کی قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتے ہیں جو دوسرے انسان اُنپر قادر نہیں ہو سکتے اور آسمانی برکتوں کے دروازے اُسپر کہولے جاتے ہیں اور مقابلہ کیوقت کوئی اُسپر غالب نہیں آسکتا کیونکہ خدا اُس کی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور خدا اُس کے ہاتھ

✲ ابھی مجھے تھوڑی سی غنودگی کیساتھہ یہ الہام ہوا۔ انت منی بمنزلۃ النجم الثاقب یعنی تو مجھسے بمنزلہ اُس ستارہ کے ہے جو روشنی کے ساتھہ [illegible] ۱۹۰۵ [illegible]

ہو جاتا ہے جس طرح طرح کے تصرفات زمین پر ظاہر کر سکتا ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے اگر جو شخص قرآن شریف کا پیرو ہو کر محبت اور صدق کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے وہ ظلّی طور پر خدا تعالےٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ یہ سب نتیجہ اس زبردست طاقت اور خاصیت کا ہوتا ہے جو خدا کے کلام قرآن شریف میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ زبردست طاقت اور خاصیت کسی اور کتاب میں نہیں جو کسی قوم کے نزدیک کتاب الہامی سمجھی جاتی ہے شاید اس کا یہ سبب ہو کہ وہ کتابیں بوجہ دور دراز زمانوں کے محرف و مبدل ہو چکی ہیں یا شاید یہ سبب ہو کہ اگرچہ لفظاً اُن کے محرف و مبدل نہیں ہوئے مگر معنے بگاڑ دیئے گئے ہیں یا شاید یہ سبب ہو کہ خدا نے اس آخری زمانہ میں تفرقہ دور کرنے کے لئے اور دنیا کے تمام لوگوں کو صرف ایک کتاب پر جمع کرنے کے لئے اُن تمام پہلی کتابوں کی برکتیں مسلوب کر لی ہیں ورنہ اس کا سبب کیا ہے کہ جس طرح قرآن شریف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی سے انسان جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتا ہے اُن کتابوں میں یہ خاصیت پائی نہیں جاتی اور یہی وجہ ہے کہ اُن کتابوں کے پیرو ان کمالات سے منکر ہیں جو انسان کو قرب کے مکان میں حاصل ہو سکتے ہیں بلکہ وہ کرامات اور خرق عادات پر ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں مگر ہم اُن پر کوئی ہنسی ٹھٹھا نہیں کرتے ہاں اُن کی محرومی کو دیکھ کر رونا ضرور آتا ہے میں اس جگہ کچھ گذشتہ قصوں کو بیان نہیں کرتا بلکہ میں وہی باتیں کرتا ہوں جن کا مجھے ذاتی علم ہے میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقامات ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ خدا اُس کو نہ صرف اپنے قول سے مشرف کرتا ہے بلکہ اپنے فعل سے اُس کو دکھلاتا ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کیا تب اُس کا ایمان بلندی میں دور دور کے ستاروں سے بھی آگے گذر جاتا ہے۔ چنانچہ میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اُس نے نشان دکھلائے ہیں سو اگرچہ میں دنیا کے تمام نبیوں کا ادب کرتا ہوں اور اُن کی کتابوں کا بھی ادب کرتا ہوں مگر زندہ دین صرف اسلام کو ہی مانتا ہوں کیونکہ اُس کے ذریعہ سے میرے پر خدا ظاہر ہوا جس شخص کو میرے اس بیان میں شک ہو اُس کو چاہئے کہ ان باتوں کی تحقیق کیلئے کم سے کم دو ماہ کیلئے میرے پاس آجائے میں اُس کے تمام اخراجات کا جو اُس کے لئے کافی ہو سکتے ہیں اس مدت تک متکفل رہونگا میرے نزدیک مذہب وہی ہے جو زندہ مذہب ہو اور زندہ اور تازہ قدرتوں کے نظارہ سے خدا کو دکھلائے ورنہ صرف دعویٰ صحت مذہب ہیچ اور بلا دلیل ہے۔

خلاصہ مضمون

جب کہ ہم مفصل طور پر اس مضمون میں لکھ چکے ہیں یہ بات یقینی اور قطعی ہے کہ پوری پوری ہدایت اور کامل یقین حاصل کرنے کے لئے الہامی کتاب کی ضرورت ہے کیونکہ جس معرفت تامہ کے ذریعے سے مرتبہ عالیہ تک اپنی نجات کے لئے ہر ایک انسان کو پہنچنا ضروری ہے وہ معرفت تامہ محض عقل کے ذریعے سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ہم اس مضمون میں مفصل بیان کر چکے ہیں کہ نجات محبت تامہ پر موقوف ہے کیونکہ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو تمام مجازی تعلقات کو کالعدم کر کے بجائے ان کے خدا کو قائم مقام کر دیتی ہے۔ انسان کبھی کسی کے لئے اپنی جان نہیں دیتا کسی کے لئے دکھ نہیں اُٹھاتا کسی کے لئے تلخ زندگی اختیار نہیں کرتا مگر جس سے محبت ہے اُس کے لئے مرنا ہی اپنے لئے ایک زندگی دیکھتا ہے پس جبکہ خدا تعالےٰ سے انسان کا تعلق اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ کمال محبت کی وجہ سے اُس کی راہ میں موت کو بھی اپنی راحت سمجھتا ہے اور اُس کی طرف دل ایسا کھینچا جاتا ہے کہ ان اغراض سے اُس کو یاد نہیں کرتا کہ وہ بہشت میں اُس کو داخل کرے گا یا دوزخ سے اُس نجات دے گا بلکہ ایک نامعلوم کشش اُس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خود سمجھ نہیں سکتا کہ وہ کشش کیوں ہے؟ اور کیا چیز ہے؟ اور اس محبت کے لئے محبوب کی معرفت اسقدر ضروری ہے کہ اُس کے وہ محاسن اور وہ خوبیاں جو موجب عشق اور محبت ہوتے ہیں معلوم ہو جائیں جیسا کہ ایک عاشق جو ایک معشوق کی محبت میں گرفتار ہے وہ جوش محبت پیدا ہونے کے لئے صرف اس بات کا محتاج ہے کہ معشوق کی خوبصورتی پر اُس کو اطلاع ہو جائے اور اُس کے دلکش نقش و نگار پر اُس کی نظر پڑ جائے۔ اور اس بات کا محتاج نہیں کہ اُس کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اُس کے سر میں مغز کس قدر ہے اور اُس کا جگر کس قدر بڑا ہے اور اُس کے تمام بدن میں ہڈیاں کس قدر ہیں اور رگیں کس قدر اور پٹھے کس قدر ہیں۔ بلکہ محبت کی راہ میں ان تشریحات کی ضرورت نہیں۔ ایسا ہی جو لوگ محبت آلٰہی میں مست و مدہوش ہو جاتے ہیں اُن کو ان تحقیقاتوں کی ضرورت نہیں ہوتی کہ خدا کیونکر روحوں کو پیدا کر لیتا ہے اور کس دلیل سے سمجھا جائے کہ ذرات یعنی پرمانو اُس کے پیدا کردہ ہیں۔ کیونکہ محبت کی راہ میں ان تحقیقاتوں کی ضرورت نہیں۔ تم خود سوچ لو کہ تم مثلاً اپنے بچوں اور بیویوں سے محبت رکھتے ہو یہاں تک کہ اگر بچہ یا بیوی ایک خطرناک بیماری میں مبتلا ہو جائے

تو تمہارے حواس اُڑ جاتے ہیں آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہے اور اس محبت کی تکمیل کے لئے کبھی تمہیں خیال نہیں آتا کہ اُن کی اندرونی بناوٹ کی تمہیں اطلاع حاصل ہو۔ صرف بچہ یا بیوی ہونے کی وجہ سے جو تمہیں یقین ہے کہ وہ ہمارا بچہ اور یہ ہماری بیوی ہے اِس لئے اِس قدر اُن کی بیماری سے بیچینی اور بیقراری تم میں پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح خدا تعالےٰ کی راہ میں اور اُس کے عشق اور محبت کیلئے اُس کے بے انتہا اندرونی اسرار کا معلوم کرنا ضروری نہیں اور نہ انسان کی طاقت ہے کہ معلوم کرے جیسا کہ اُس نے خود قرآن شریف میں فرمایا لاتدرکہ الابصار دھویں رک لاالبصار یعنی عقلیں اُس کی حقیقت تک پہنچ نہ سکیں اور وہ تمام عقلوں پر محیط ہے۔ پس خدا تعالےٰ کی معرفت کے بارہ میں صرف یہ معلوم کرنا کافی ہے کہ وہ موجود ہے اور قدرت اور رحم اور علم اور حکمت وغیرہ تمام صفات اُس میں پائے جاتے ہیں جو کامل ربوبیت اور جزا کے لئے ضروری ہیں اور نیز یہ کہ وہ ہمارا خالق ہے یا یہ کہ اُس کا ہم پر یہ فضل و احسان ہے کیونکہ محبت پیدا ہونے کے لئے اس قدر معرفت کا پیدا ہونا ضروری ہے اگر کسی کا باپ یا ماں ہو اور وہ کسی جگہ رات کے وقت اپنے باپ یا ماں کو شناخت نہ کرے تو وہ اُس کی وہ عزت نہیں کرے گا جو کرنی چاہئے پس محبت اور ادب پیدا ہونے کیلئے معرفت ضروری ہے مگر اُسیقدر جس کو محبت چاہتی ہے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں معرفت محبت پر مقدم ہے اور محبت معرفت سے ہی پیدا ہوتی ہے اسی طرح خدا تعالےٰ کی محبت سے پہلے اس کی معرفت ضروری ہے مگر اُسیقدر معرفت جو محبت کے لئے ضروری ہے لیکن اُس معرفت کو اس جگہ کچھ تعلق نہیں جو ایک ڈاکٹر پیٹ چیر کر یا سر پھوڑ کر حاصل کرتا ہے بلکہ صرف اس قدر معرفت چاہئے جو بیٹے کے لئے اپنے باپ کی شناخت کیلئے ضروری ہے۔ اگر قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ اسی معرفت کو سکھاتا ہے جس سے محبت پیدا ہو اور عشق الٰہی دل میں جوش مارے تم سمجھ سکتے ہو کہ ایک شخص کو کسی پر عاشق بنانے کے لئے صرف اسقدر ضروری ہے کہ یہ بیان کیا جائے کہ وہ حسن میں یکتا ہے وہ خوبصورتی میں بے نظیر ہے اُس کی صورت میں ملاحت ہے اُس کی آنکھیں دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اُس کے لب شیریں ہیں اور اُس کی آواز دلکش ہے اور چہرہ اُس کا چاند کی طرح چمکتا ہے اور وہ اپنے حسن اور خوبی اور ملاحت میں بے نظیر اور وحدہٗ لاشریک ہے یہ تو ضروری نہ ہوگا کہ آپ اس کی اندرونی بناوٹ اور معدہ اور تلی اور پھیپھڑہ اور گردوں وغیرہ کا کچھ ذکر کریں کہ یہ امور حسن سے بے تعلق ہیں۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے جو کچھ اپنی خوبیوں کا قرآن شریف میں ذکر کیا ہے وہ تمام حسن اور محبوبانہ اخلاق کے بیان میں ہے اور اُس کے پڑھنے سے صریح معلوم ہوتا ہے

کہ وہ پڑھنے والے کو خدا کا عاشق بنانا چاہتا ہے چنانچہ اس نے ہزار ہا عاشق بنائے اور میں بھی اُن میں سے ایک ناچیز بندہ ہوں کون ہے جو خدا کے اندرونی حالات کی تشریح کرے خدا کے رگ پٹھے پہچاننے والا کون ساڈاکٹر ہے اور جب کہ انسانی بناوٹ کی اب تک تشریح ختم نہیں ہوئی اور ایسی خوردبین اب تک میسر نہیں آئی کہ وہ کیڑے دکھائی دے جائیں جو انسان کو ایک دم میں ہلاک کر دیتے ہیں تو پھر خدا کے صفات کی تشریح کیونکر ہو سکتی ہے؟ پس یہ جرأت اور بیباکی ہے کہ یہ دعوٰے کیا جاتا ہے کہ روح اور ذرات خدا کی مخلوق نہیں کیونکہ وہ نیستی سے ہست نہیں کر سکتا اسی وجہ سے وہ دائمی نجات کبھی نہیں دے سکتا گویا خدا کی تمام حد بست کر لی گئی ہے اور تمام طاقتیں اُس کی انسان نے جانچ لی ہیں اور وہ محدود ہو گیا ہے اے ہم وطن پیارو! یہ باتیں صحیح نہیں ہیں اور میں کبھی تسلیم نہیں کرونگا کہ اگر ایسی عبارت کوئی وید میں ہے تو وید کا یہی منشاء ہے جو آپ نے سمجھ لیا ہے ہم خدا کی عمیق در عمیق قدرتوں تک کہاں پہنچ سکتے ہیں ہر ایک امر اُس کا ہمارے علم سے بلند تر ہے کیا جس نے سورج اور چاند اور ستارے بنائے اور زمین کو ہمارے رہنے کے لئے بچھایا ہم کوئی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان چیزوں کے بنانے کے لئے وہ مدت اُس کو درکار تھی جو انسان کو کسی چیز کے بنانے میں درکار ہوتی ہے؟ کیا کوئی بیان کر سکتا ہے کہ ان چیزوں کے لئے کہاں کہاں سے گارا اکٹھا کر لیا پر مصالح آیا تھا یعنی اینٹیں وغیرہ۔ اور کن معماروں نے بنایا تھا؟ بلکہ اُس کے حکم سے سب چیزیں بن گئیں تو کیا ہم انسان کے کاموں پر اُس کے کاموں کا قیاس کر سکتے ہیں؟ جو شخص اُس کی قدرتوں پر محیط ہونا چاہتا ہے وہ دراصل اُس کا منکر ہے خدا نے ہمیں صرف اتنا علم دیا ہے کہ یہ تمام روحیں اور سب چیزیں خدا کے کلمے ہیں یعنی کلمہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ ایک ربوبیت کا بھید ہے اور اُس کے کارخانہ قدرت میں ہزاروں اسرار ہیں کون اُن کو حل کر سکتا ہے۔ مجھے یاد آیا کہ ایک دفعہ میں نے عالم کشف میں اپنے خدائے ذوالجلال کو تمثلی طور پر دیکھا اور میں نے کئی پیشگوئیاں لکھکر چاہا کہ اُس پر دستخط کرا لوں اور عالم مثالی میں خدا تعالے کی تمثلی صورت مجھے نظر آئی اور جب میں نے وہ کاغذ پیش کیا تو خدائے عزوجل نے سُرخی کی سیاہی سے اُس پر دستخط کر دیئے۔ اور دستخط کرنے سے پہلے قلم کو چھڑکا تو وہ سُرخ رنگ کا پانی میرے کپڑوں پر پڑا اور ایک مخلص عبداللہ نام سنور کا رہنے والا جو ریاست پٹیالہ میں ملازم ہے وہ میرے پاس بیٹھا تھا اُس پر بھی وہ پانی سُرخ رنگ کا پڑا اور میرا کرتہ اس پانی سے بھر گیا حالانکہ ہم چھت کے نیچے بیٹھے تھے اور محال تھا کہ وہ پانی کسی جگہ سے گرا ہو۔ میاں عبداللہ سنوری نے تبرک کے طور پر سنبھال لیا اور اب تک موجود ہے

اب کوئی اس قصہ کو باور کرے یا نہ کرے۔ مگر اسپر ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ بھی خدا نے ایک بارہ نیست سے ہست کیا تہا۔ یہ اعتقاد کہ نیست سے خدا ہست نہیں کرسکتا محض اُس شخص کے لئے زیبا ہے کہ جسنے خدا کے تمام اسرار پر اطلاع پالی ہے ورنہ محض دخل بیجا ہے۔ جو کچھ خدا سے پیدا ہوتا ہے اگرچہ نیست سے ہست ہوتا ہے مگر وہ اس قسم کا نیست نہیں ہوتا جو انسان سمجھ سکتا ہے بلکہ یہ بھید خدا کو معلوم ہے۔ اگر یہ عقیدہ چھوڑ دیا جائے کہ سب چیزیں خدا تعالے سے نکلی ہیں اور اُس کی مخلوق ہیں تو پھر خدا اور چیزوں کے برابر ہو جاتا ہے اور تمام چیزوں سے خدا کا تصرف اُٹھ جاتا ہے اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ ان خود بخود چیزوں کو خدا کے سہارے کی کچھ بھی ضرورت نہیں اور اگر اُس کا وجود نہ ہو تب بھی اُن کا کچھ حرج نہیں۔ اور اس صورت میں روح کے ترکیہ کے متعلق دعا بھی محض بیکار اور عبث ہو جاتی ہے کیونکہ جن چیزوں کو اُس نے پیدا ہی نہیں کیا اُن کی کمی بیشی اُس کے اختیار میں کیونکر ہو سکتی ہے اور نیز اس صورت میں اس کے وجود پر کوئی دلیل باقی نہیں رہتی کیونکہ جبکہ تمام روح خود بخود ہیں اور اُن کی تمام طاقتیں بھی خود بخود۔ اور ذرات یعنی پرمانو بھی خود بخود ہیں اور اُن کی طاقتیں بھی خود بخود۔ تو پھر پرمیشر کے وجود پر قطعی طور پر کونسی دلیل باقی رہی کوئی نہیں سمجھاوے کیونکہ صرف جوڑنا اور جدا کرنا اُن روحوں اور ذرات کا جو خود بخود ہیں پرمیشر کی ہستی پر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی کیا جایز اور ممکن نہیں کہ وہ روحیں اور ذرات جو خود بخود ہیں اُن کا اتصال اور انفصال بھی خود بخود ہو اور خود بخود مل جائیں اور خود بخود علیحدہ ہو جائیں۔

یاد رہے کہ اگر انسان اپنے جھوٹے فلسفہ اور منطق کا شیفتہ ہو کر خدا تعالے کی ہستی اور صفات کی نسبت اس طرز سے تحقیقات کرنا چاہے جس طرز سے مخلوقات کے وجود کی تحقیقات کی جاتی ہے تو پھر وہ اس گرداب سے ہرگز سلامت نہیں نکلے گا بلکہ کسی مرحلہ پر جاکر ضرور ہلاک ہوگا مثلاً وہ سوچے گا کہ خدا نے یہ بنایا اور یہ بنایا تو اُس کے دل میں سوال پیدا ہوگا کہ خدا کو کس نے بنایا اور ایسا ہی اُس کے دل میں گمراہ کرنیوالے بہت سے سوال پیدا ہوں گے مثلاً یہ کہ وہ کہاں ہے اور کیوں دکھائی نہیں دیتا اور ان سوالوں کے پیچ میں آکر اُس کا ایمان ایسا پیسا جائیگا جیسا کہ چکی میں پڑکر دانہ پیسا جاتا ہے۔ بلکہ جاننا چاہئے کہ خدا تعالے کی معرفت اور شناخت کی یہ طرز نہیں ہے جس طرز کو دوسری قوموں نے اختیار کیا ہے اور اس بیجا دخل کا ہمیشہ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یا تو ایسے لوگ آخر کار دہریہ بنگئے ہیں کیونکہ خدا کے وجود اور اُس کی صفات کی عقلی طور پر تشریح معلوم کرنے کے لئے جن باتوں پر انہوں نے بھروسہ کیا تھا وہ باتیں ان کے دلوں کو کامل تسلی نہ دے سکیں آخر اپنے دلایل

کو ناکافی سمجھ کر خدا کے وجود سے ہی منکر ہو گئے اسی وجہ سے یہ فرقہ ناستک مت کا آریہ ورت میں سب ملکوں سے زیادہ اور بکثرت پایا جاتا ہے اور بعض ایسے فرقے اسی وجہ سے پیدا ہو گئے کہ انہوں نے اپنے دلوں کو تسلی دینے کے لئے اور چیزوں کو بمنزلہ خدا کے بنا لیا پس آریہ ورت میں جس قدر ایسی قومیں پیدا ہو گئیں کہ وہ سورج اور چاند اور آگ اور پانی اور پتھروں وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں وہ پرستش دراصل اسی گھبراہٹ کا ایک نتیجہ ہے اگر یہ بے جا دخل خدا کی ذات اور صفات میں نہ دیا جاتا تو یہ فرقے بہت کم پیدا ہوتے۔ اسی وجہ سے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں خدا کے وجود کی ایک ڈاکٹر یا جراح کی طرح تشریح کرنا ناجائز قرار دیا ہے اور فرمایا کہ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ یعنی جس طرح خدا کی ذات انسان کے علم اور فہم سے برتر ہے اسی طرح خدا تعالےٰ کے افعال بھی انسان کے علم اور فہم سے برتر ہیں اور خدا نے قرآن شریف میں زبردست نشانوں کے ساتھ اپنی ذات اور صفات کو ثابت کیا ہے اور انسانی عقل کو وہ تکلیف نہیں دی جس کے وہ لایق نہیں ہاں اپنی بعض ایسی مخلوقات کا بھی ذکر کیا ہے کہ یہ معمولی عقل ان کے وجود کو سمجھ نہیں سکتی جیسے فرشتے جو پوشیدہ طور پر خدا نے بعض بعض خدمات کیلئے مقرر کئے ہیں مثلاً جیسا کہ وحی اور الہام کے پہنچانے کے لئے۔ ایک نادان کہیگا کہ جبکہ خدا قادر مطلق ہے تو پھر فرشتوں کے بنانے کے لئے کیا ضرورت پیش آئی؟ اس کا یہی جواب کافی ہے کہ اسی طرح ضرورت پیش آئی جیسا کہ باوجود خدا کے قادر ہونے کے کانوں تک آواز پہنچانے کے لئے ہوا کی ضرورت پیش آئی اور آنکھوں کو راہ دکھانے کے لئے سورج کی ضرورت پیش آئی۔ اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ نظام جسمانی میں خدا نے بعض چیزوں کی تکمیل کے لئے بعض اسباب رکھے ہیں اسی طرح نظام روحانی میں بھی وہ اسباب ہیں تا دونوں نظام باہم مطابق ہو کر ایک خدا پر دلالت کریں۔ ٭

اسی طرح شیطان کے وجود پر بھی بعض ناسمجھ اعتراض کرتے ہیں کہ گویا خدا نے خود لوگوں کو گمراہ کرنا چاہا مگر یہ بات نہیں ہے بلکہ ہر ایک دانا اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ ہر ایک انسان میں دو قوتیں ضرور پائی جاتی ہیں جن میں سے ایک قوت کو عربی میں لمۂ شیطان کہتے ہیں اور دوسری قوت کو لمۂ ملک یعنی انسانی فطرت میں یہ بات مشہور ہے کہ کبھی نامعلوم اسباب سے نیک خیال اس میں پیدا ہوتا ہے اور نیک کاموں کی طرف دل رغبت کرتا ہے۔ اور پھر کبھی بد خیال

اُس کے دل میں اُٹھتا ہے اور بدی اور بدکاری اور ظلم اور شر کی طرف اس کی طبیعت مائل ہو جاتی ہے پس وہ قوت جو بد خیال کا منبع ہے۔ قرآنی تعلیم کی رو سے وہ شیطان ہے اور وہ قوت جو نیک خیال کا منبع ہے وہ فرشتہ ہے۔ پس ان دونوں قوتوں کو جو مشہود و محسوس ہیں بہر حال ماننا ہی پڑتا ہے خواہ تم کسی رنگ میں مان لو اسی طرح بہت سے اعتراضات محض نادانی اور ناسمجھی سے قرآن شریف پر کئے گئے ہیں حالانکہ وہ تمام باتیں حق اور حکمت کا سرچشمہ ہیں۔ مگر تعصب ایک ایسی بلا ہے جو غور کرنے نہیں دیتا۔ اس مضمون کے لکھنے کے وقت مندرجہ ذیل مجھے الہام ہوئے۔ اور میں نے بہتر سمجھا کہ انکو لکھدوں اور وہ یہ ہیں۔ انہم اصنعوا ھو کید ساحر۔ ولا یفلح الساحر حیث اتی۔ انت منی بمنزلۃ وحی۔ انت منی بمنزلۃ النجم الثاقب۔ جاء الحق وزھق الباطل۔ اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تمام حاضرین کو بلکہ تمام دنیا کو راہ راست پر لاوے۔ آمین۔ والسلام علی من اتبع الہدے۔ الراقم خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود۔ ۲ر دسمبر ۱۹۰۶ء روز دوشنبہ ۲۵ شوال ۱۳۲۵ھ ۱۷ مگھر سمت ۱۹۶۳۔

کیا کوئی پستک ایشور وکت ہو سکتی ہے؟ اگر ہو سکتی ہے تو کونسی؟

(از ڈاکٹر چرنجیو جی بھاردواج آریہ)

بیشتر اس کے کہ میں اس سوال پر بحث کروں۔ کہ آیا کوئی کتاب الہامی ہو یا کہ نہیں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑا سا ایشور کے صفات و افعال و خواص کا بھی ورنن کیا جاوے۔ تا کہ مقررہ مضمون پر بحث کرنے میں آسانی ہو۔ وید ہم کو بتاتا ہے کہ:۔

स पर्य्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं शुद्धमपापविद्धम्
कविर्मनीषी परिभूः स्वयम्भूर्याथातथ्यतोऽर्थान् व्यदधा
च्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः॥ यजुः

وہ پرماتما سب میں حاضر و ناظر بہت تیزی سے کام کرنے والا۔ لا حد طاقت والا۔ پاک۔ عالم کل۔ عالم الغیب۔ سب کا حاکم۔ سناتن سویم سدھ پرمیشور ہے۔ اور وہ اپنی جیو روپ سناتن رعایا کو اپنی انادی ودیا سے ٹھیک ٹھیک ارتھوں کے بودھ کراتا ہے

یجروید باب ۴۰۔ منتر ۸

हिरण्यगर्भः समवर्त्तताग्रे भूतस्य जातः पतिरेक
आसीत् स दाधार पृथिवीं द्यामुतेमां कस्मै देवाय हवि
षा विधेम॥ यजु १२ अ० मं० ४

جو دنیا کی پیدائش سے پہلے سب سورج روشن کرتوں کا پیدا کرنے والا - اور
دھارن کرنے والا - اور جو کچھ پیدا ہوا تھا ہے - اور ہوگا - اس کا مالک تھا ہے اور
ہوگا - وہ زمین سے لے کر سورج لوک تک سب دنیا کو پیدا کر کے دھارن کر رہا ہے

…स्य प्रतिमास्ति यस्यनाम महद्द यशः

اس پرماتما کی مورتی یا تصویر نہیں ہے :- یجروید

पुरुष एवेदं सर्वं यद्भूतं यच्च भाव्यम्॥ उतामृतत्व
स्यातनो यदन्ने नाति रोहति॥ यजुर्वेदे

جو سب میں پورن پرش اور ناش رہت کارن اور جیو کا مالک اور جو زمین وغیرہ
مادی اور جیو سے الگ ہے - وہی پرش ہے - سب ماضی مستقبل - اور حال کی دنیاؤں
کا بنانے والا ہے +

नद्वितीयो न तृतीय श्चतुर्थाप्युच्यते।
न पञ्चमो न षष्ठः सप्तमे नाष्टमो न नवमे दशमो नापु

پرمیشور ایک ہے اور اس کے علاوہ دوسرا تیسرا اور نہ کوئی چوتھا پرمیشور ہے -
نہ پانچواں - نہ چھٹا اور نہ کوئی ساتواں ایشور ہے - نہ آٹھواں اور نہ کوئی دسواں ایشور
ہے - بلکہ وہ ایک اکیلا لاثانی خدا ہے - اس کے علاوہ دوسرا کوئی خدا نہیں ہے - اس
کے ایک ہونے میں کوئی بھید نہیں ہے - وہ ایک ہے - ایک ہے - صرف ایک ہے -
اسی خدا کی طاقت سے سب زمین وغیرہ لوک ٹھہرے ہوئے ہیں - اور پرے میں بھی
ہے ہو کر - اسی میں سب رہتے ہیں +

الغرض وہ پرماتما بے مثال اور ایک ہے - اس کی نہ کوئی شکل صورت اور نہ کوئی تصویر
ہے - اس کا نہ آغاز اور نہ انجام ہے - نہ وہ پیدا ہوتا اور نہ مرتا ہے - پاک پوتر سب قسم
کے دکھوں سے مبرا - نارٹری نس کے قیود سے آزاد - سب قسم کے جذبات غصہ کینہ
وغیرہ سے الگ - سب رکار کے گناہ - اور انسانی کمزوریوں سے علیحدہ - عالم کل جس
کے اوپر کسی قسم کی جہالت کا غلبہ نہیں ہو سکتا - قادر مطلق جس کو کسی کی مدد اپنے کسی
کام میں درکار نہیں - اور سب دنیا کا پیدا اور دھارن کرنے والا مالک - جو اوپر نیچے
اندر باہر سب جگہ موجود ہے - منصف جس میں طرفداری کسی قسم کی نہیں - اور کسی پر کسی قسم
کا ظلم و زبردستی و قہر نہیں کرتا - بلکہ سب کے اوپر دیالو (رحیم) سب کا دوست کی مانند ہے

کرنے والا اور سب کا بھلا چاہنے والا۔ پر ویکاری ۔ سب کا ماتا پتا کے سمان پالن۔ پوشن۔ اور حفاظت کرنے والا جس کے صفات افعال و خواص لاحد ہیں ۔ سدا آنند سروپ اور ایک رس رہنے والا۔ جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ اور جس کا ناش ہونا ہے ۔ سب سے بڑا سب سے باریک عالموں یا اور دھرماتما ؤں کے نزدیک اور جاہلوں اور گناہ گاروں سے دور سب سورج وغیرہ لوک لوکانتروں کو نیم میں رکھنے والا۔ جس کا سنگ موکش آنند دینے والا ہے ۔ اور جس سے علیحدگی ہی دکھ کا کارن ہے۔ اب سوال یہ ہے ۔ کہ کیا ایسے خدا نے انسانوں کی رہبری کے لئے وید یا کا پرکاش کیا ہے ۔ یا کہ نہیں +

علم کے دو مقصد ہیں ۔ ایک اپنا فائدہ اور دوسرا اوروں کا۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ دنیا میں دیکھنے میں آتا ہے ۔ کہ جو نیک مرد ہیں ۔ وہ حسد خود غرضی وغیرہ جذبات سے آزاد ہو کر اپنا علم اپنے ہی تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اُن کے دلوں میں اپنے علم کو دوسروں تک پہنچانے کی نیک خواہش پیدا ہوتی ہے ۔ اور بڑی خوشی سے اپنے علم کا دوسروں پر اظہار کرتے ہیں۔ جب انسانوں کا یہ حال ہے ۔ تو یہ اس علیم کل پر اُپکاری سب کے کلیان چاہنے والے خالق کے ہرگز ہرگز شایان نہیں معلوم دیتا کہ وہ اپنے علم کو اپنے ہی تک محدود رکھے ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے علم کا دوسرا مقصد فوت ہو جاتا ہے اور یہ بڑی خود غرضی کا کام بھی ہے ۔ انسانوں میں تو ایسی کمزوری ہو سکتی ہے ۔ کہ وہ کسی خود غرضی کی وجہ سے مثلاً روپیہ کمانے یا طاقت حاصل کرنے یا عزت کی زبردست خواہش رکھنے کی وجہ سے یا حسد و کینہ رکھنے یا کسی قسم کا انتقام لینے کے خیال سے علم کو دوسروں سے چھپاویں ۔ لیکن علیم کل پرم پر ویکاری پاک پوتر سبھاؤ سب کی حفاظت و پرورش کرنے والے پربھو میں تو ان میں سے کوئی وجہ اسباب کے لئے حارج نہیں ہو سکتی ۔ کہ وہ اپنے علم کو انسانوں پر ظاہر کرے ۔ جیسے کہ آنکھ کا ہونا اسی وقت کار آمد ہو سکتا ہے ۔ جس وقت کہ انسان اُس سے دیکھے۔ کان کا ہونا اُسی وقت مفید ہو سکتا ہے ۔ کہ شخص اس سے سُنے ۔ دماغ کا ہونا اس وقت فائدہ مند ہو سکتا ہے ۔ کہ جب انسان اس سے سوچے ۔ ٹھیک اسی طرح علیم کل پربھو پرماتما کا علم تب ہی چرتارتھ ہو سکتا ہے ۔ جبکہ وہ اُس کا ظہور انسانوں کے دل میں کرے ۔ ورنہ وہ ایک خود غرض انسان سے افضل

نہیں ہوگا +

۲۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ خدا نے اپنی جیو روپ رعایا کے لئے ہر قسم کے سامان پیدا کئے ہیں۔ آنکھ کے لئے طرح طرح کے خوب صورت اشیاء کان کے لئے میٹھی سے میٹھی آوازیں۔ زبان کے لئے ذائقہ دار چیزیں۔ اسی طرح پیاس بجھانے کے لئے اوتم سے اوتم پانی۔ بھوک مٹانے کے لئے مختلف اقسام کے بھوجن پیدا کئے ہیں اور سورج چاند تارا اگن۔ پربت۔ سمندر۔ نانا پرکار کے برکھش۔ بنیتی۔ پھل پھول۔ آگ ہوا۔ بجلی۔ بادل وغیرہ ہر قسم کے پدارتھ انسان کے جسم اور اندریوں کے جائز استعمال اور سکھ کیلئے پیدا کئے تو کیا کبھی ممکن ہو سکتا ہے کہ اس نے انسان کی روح کی خوراک پیدا نہ کی ہو۔ خدا رحیم ہے۔ لیکن اگر ہم مان لیں۔ کہ اس نے انسانوں کو پیدا کرکے اور اُن کے جسموں اور اندریوں کے سب بھوگ اتپن کرکے بنا دیئے کسی قسم کے علم کے جس سے وہ دہرم۔ ادہرم۔ ٹھیک و بد میں تمیز کر سکیں۔ چھوڑ دیا تو اس سے بڑھ کر کیا بے رحمی ہو سکتی ہے جیسے کہ اندھیری رات جبکہ چاند ہم کو راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔ خاص کر جبکہ ہمارا گذر کسی جنگل بیابان میں سے ہو بہت ڈراونی ہوتی ہے۔ ٹھیک اسیطرح بلکہ اس سے لاکھ درجہ بڑھ کر خوف ناک روحانی اندھیرا ہوتا۔ اگر ایشور ابتدائے آفرنیش میں اپنے علم کا سورج روشن نہ کرتا۔ بچوں کو اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دینا کتنی بڑی سختی والدین کی طرف سے سمجھی جاتی ہے۔ خاص کر اگر کوئی والدین اپنے بچوں سے ایسا سلوک عام طور پر کیا کریں۔ تو کتنے بڑے ظالم اور بے رحم تصور کئے جاتے ہیں۔ اور قانون کے رو سے بھی مجرم ٹھہرتے ہیں۔ لیکن اُس رحیم کل سب کے خالق کی طرف سے جو کہ منور بالذات ہے۔ اور جس نے انسان کی جسمانی ضروریات کے لئے چاند اور سورج اور بجلی وغیرہ پیدا کئے ہوئے ہیں۔ کتنے ظلم اور بے رحمی کی بات ہوتی۔ اگر وہ انسانوں کو پیدا کرکے اُن کے واسطے سب جسمانی سامان مہیا کرکے اور انسانوں کے اندر سوچنے و سمجھنے کے واسطے دماغ بھی پیدا کرکے علم سے محروم رکھتا۔ چونکہ ایسا ماننے سے ایشور کی ذات پر بےرحمی کا الزام آتا ہے۔ اس واسطے ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ خداوند ضرور اپنے علم کا اظہار کرتا ہے۔ اور نیز تمام دنیا کی اچھی سے اچھی نعمتوں کے ملنے سے جو سکھ ہوتا ہے۔ وہ حصول علم کے سکھ کے ہزارویں حصہ کے برابر نہیں ہو سکتا

اس لئے یہ یقین جاننا چاہیئے۔ کہ ایشور ضرور الہام دیتا ہے +

اب میں اس سوال پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آیا انسان کے لئے اپنی فطرت سے علم کا خود بخود حاصل کرنا ممکن ہے۔ یا کہ نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ انسان اپنی فطرت سے دھیرے دھیرے ترقی کرتے ہوئے موجودہ اعلےٰ درجہ پر پہنچ گیا ہے۔ لیکن یہ قرین قیاس نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت جبکہ انسان اتنے درجہ کی ترقی کر چکا ہے۔ اور بڑا مہذب ہونیکا فخر کرتا ہے۔ اس کے بچوں کو اگر باقاعدہ طور پر تعلیم و تربیت نہیں دی جاتی۔ تو وہ مطلق حیوانوں کی مانند رہتے ہیں۔ تو کب ہم باور کر سکتے ہیں۔ کہ ابتدائے عالم میں جبکہ انسان بالکل وحشی تھا۔ اور اس کے چاروں طرف بھی کوئی مہذب اور تعلیم یافتہ اشخاص نہ تھے۔ بلکہ ہر طرف وحشی انسانوں اور جانوروں سے گھرا ہوا تھا۔ خود بخود ترقی کر سکتا ہے۔ دوسری یہ بات ہے۔ کہ فطرتی علم یا انسٹنکٹ Instinct جس کو عقل حیوانی بھی کہتے ہیں۔ اس سے بتدریج ترقی کرنا ممکن ہے۔ کیونکہ وہ آنکھ کی طرح ایک ذریعہ یا آلہ ہے۔ جسطرح کہ آنکھ من کی ہمراہی یا توجہ کے بغیر بیکار ہے اسی طرح دوسرے عالموں یا ایشور سے علم حاصل کرنے کے بغیر عقل حیوانی بالکل فضول اور بیکار ہے۔ اگر عقل حیوانی سے ہی انسان ترقی کر سکتا۔ تو آج تک ایسی قومیں موجود نہ ہوتیں۔ جو ابھی تک سات گننا بھی نہیں جانتیں۔ سنٹ اڈیمنز کے اصلی باشندے بالکل گننا نہیں جانتے یہ پایونیر Pioneer اخبار کے ایک نامہ نگار نے ابھی حال کے قریب ہوا اس اخبار میں لکھا تھا۔

تیسرے علم اور زبان کا باہمی تعلق ایسا ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ کوئی انسان کتنی ہی کوشش کرے لیکن وہ نہ صرف یہ کہ اپنے خیالات دوسرے انسانوں تک بغیر کسی نہ کسی قسم کی زبان کے استعمال کے نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ وہ اپنے من میں بھی الفاظ استعمال کرنے کے بغیر سوچ نہیں سکتا یہ ایسی بات ہے جس سے کسی انسان کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ میں ابھی ثابت کر چکا ہوں۔ کہ انسان خود بخود علم حاصل نہیں کر سکتا پس جو علم کا چشمہ ہے جس نے انسانوں کو اپنے لاحد رحم سے علم بخشا۔ اسی نے انسانوں کو زبان عطا کی ہے۔ اچھے اچھے عالم جیسے کہ میکس مولر۔ افلاطون اور سنسکرت کے سب علماء رشی منیوں کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ زبان ایشور یا خدا کا عطیہ ہے۔ انسان کی ایجاد ہرگز ہرگز نہیں۔ اور اگر [illegible] تو زبان کا انسانی ایجاد ہونا سمجھنا ممکن معلوم

ہو جاوے گا۔ جو لوگ زبان کو انسانی ایجاد مانتے ہیں۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں۔ کہ جس وقت زبانیں بنی تھیں۔ اس وقت سب انسان جاہل مطلق اور بالکل وحشی حالت میں تھے ان وحشیوں نے سنسکرت لاطینی جیسے اعلےٰ زبانوں کو کہ جو مہذب دنیا کے لیے اس وقت بھی سائنس کی اصطلاحوں کے گھڑنے کے واسطے مصالحہ کا کام دے رہی ہیں صرف اپنی کوشش سے بنا لیا۔ کیا کوئی عقلمند آدمی ایسی لچر بات کو تسلیم کر سکتا ہے۔ وحشی انسانوں کی بات چھوڑ دیجئے۔ مہذب سے مہذب تعلیم یافتہ سے تعلیم یافتہ انسان بھی جس نے دس بارہ زبانوں میں کمال حاصل کیا ہو۔ ایک نیا لفظ بھی جس کے اجزاء دوسری زبانوں سے نہ لئے گئے ہوں نہیں بنا سکتا۔ آپ صاحبان بھی جن میں کہ بہت سے دو دو تین تین زبانیں ضرور جانتے ہوں گے۔ کوشش کر کے دیکھیں آیا آپ کوئی نیا لفظ بنا سکتے ہیں۔ جس کے اجزاء۔ اردو۔ فارسی۔ بھاشا۔ سنسکرت۔ انگریزی عربی۔ وغیرہ زبانوں میں سے اخذ نہ کئے گئے ہوں۔ یہ قابل یقین یا عجیب بات معلوم دے۔ لیکن تھوڑی سی کوشش کرنے سے ثابت ہو جاویگا۔ کہ آپ ایک لفظ بنانے سے قاصر ہیں۔ جب یہ حالت بیسویں صدی میں عالم سے عالم انسانوں کی ہے۔ تو کب قرین قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ وحشی مطلق جاہل انسان جو حیوانوں سے کچھ ہی بہتر ہوں گے۔ اور فطرتی علم (Instinct) میں بہت سے حیوانوں سے کم ان شستہ سے شستہ زبانوں کا جن کے مطالعہ کے بنا اس وقت بھی ایک انسان کلچرڈ ہونے کا فخر نہیں کر سکتا۔ موجد ہو۔ اس وقت بھی تعلیم یافتہ اور مہذب انسانوں کے بچے بن سکھانے کے زبان کو نہیں جان سکتے۔ اور ذرا غور سے دیکھیں تو معلوم ہو جاوے گا۔ کہ کتنی محنت اور مایوسی اور ناکامیابیوں کے بعد انسانی بچہ اپنے ماں باپ کی زبان ٹوٹی پھوٹی صورت میں سیکھ سکتا ہے۔ تو ہم کیسے مان سکتے ہیں۔ کہ ابتدائے آفرینش میں وحشی انسانوں نے شستہ اور مکمل زبانیں خود بخود گھڑ لیں +

نیز جتنے تجربے انسان کی قدرتی زبان دریافت کرنے کے لئے کئے گئے ہیں ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ انسان خود بخود کوئی بولی نہیں بول سکتا جب تک کوئی زبان اس کو سکھائی نہ جاوے۔ آپ نے سنا ہی ہوگا۔ کہ اکبر بادشاہ نے ایک بار اس بات کا امتحان کرنے کے لئے کہ انسان کی قدرتی زبان کیا ہے۔ چند بچوں کو ایک مکان میں بند

گیا۔ اور اس کا نام گنگ محل رکھا تھا کیونکہ وہاں جو لوگ بچوں کو روٹی پانی پہنچانے کے لئے تعینات تھے۔ وہ بول نہیں سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب بچوں کو دربار میں لاکر پیش کیا گیا۔ تو وہ جانوروں کی طرح غائیں بائیں کرنے کے سوائے اور کچھ نہیں بول سکتے تھے۔

یونان میں ایک بادشاہ سارڈناپلیس نامی نے بھی اسی طرح انسان کی قدرتی زبان جاننے کے لئے تجربہ کیا تھا۔ اور وہ بچہ سوائے ایک خاص قسم کی آواز پیدا کرنے کے جو کہ یونانی زبان کے ایک لفظ سے مشابہت رکھتی تھی۔ اور کچھ نہیں بول سکتا تھا۔ سارڈنا کو بعدہ یہ معلوم ہوا کہ وہ یونانی لفظ نہیں تھا۔ بلکہ بھیڑ کی آواز تھی۔ جس کو کہ اس بچے نے کبھی سنا تھا +

یتیم خانہ سکندرا کی رپورٹ ۱۸۵۵ء میں مرقوم ہے۔ کہ اس یتیم خانہ میں دو بچے بھیڑیوں کے غار میں سے لائے گئے۔ ان کو اُن کی خوش قسمتی سے بھیڑیوں نے کھایا نہ تھا۔ بلکہ پرورش کی تھی۔ دیکھا گیا۔ کہ وہ نہ تو انسانوں کی طرح پاؤں کے بل چلتے تھے۔ بلکہ حیوانوں کی طرح ہاتھ پاؤں پر چلتے تھے۔ اور نہ ہی کوئی زبان بول سکتے تھے +

ان تجربوں اور مشاہدوں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ زبان انسانی ایجاد نہیں ہو سکتی۔ اور میں اوپر ثابت کر چکا ہوں۔ کہ زبان کا علم سے ایسا گہرا تعلق ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے سے کسی صورت میں بھی الگ نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے ہم کو ماننا پڑتا ہے۔ کہ پرماتما علیم کل ہی انسان کا معلم اول ہے۔ جس نے کہ اپنے علم کا ظہور ابتدائے آفرینش میں کیا۔ یوگ شاستر میں بھی لکھا ہے +

स पूर्वेषामपि गुरुः कालेनानवच्छेदात्॥ योगस०

۵۔ ایک اور دلیل الہام کے حق میں یہ ہے۔ کہ اگر پرماتما نے انسان کو علم نہیں دیا۔ جس سے کہ وہ بھلے اور بُرے کے درمیان تمیز کر سکے۔ برائی کو چھوڑ سکے۔ اور بھلائی کو اختیار کر سکے۔ تو انسانوں کو اُن کے بداعمال کا پھل سزا وغیرہ دینا بڑی بھاری زبردستی ہوگی۔ لیکن سب لوگ جو کہ خدا کی ہستی کے قائل ہیں۔ اسبات کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ خدا بھلے اور بُرے کا بدلہ انسان کو دیتا ہے۔ اگر خدا نے انسان کی رہبری کے لئے الہام نہیں دیا ہوتا تو وہ سزا وغیرہ دینے سے بے انصاف ٹھہرتا۔ لیکن خدا پرلے درجہ کا منصف ہے۔ جس کی کوئی مثال دنیا بھر میں نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے الہام کا ہونا ضروری ثابت ہوتا ہے +

چونکہ الہام کے نہ ماننے سے خدا پر خود غرضی بے رحمی اور بے انصافی وغیرہ کے الزام

عاید ہوتے ہیں۔ یعنے دوسرے الفاظ میں ایسا ماننے سے ہم کو خدا کی ہستی ہی سے انکار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ تو ہم کبھی نہیں مان سکتے۔ کہ خدا کبھی خود غرض بے رحم ظالم ہوسکتا ہے لہٰذا ازروئے منطق الہام کا ماننا خدا کے ماننے کے لئے ضروری ٹھیرتا ہے +

اب میں اس سوال پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کسی کتاب کے ایشورو کت (الہامی) ہونے کے لئے کیا کیا ضروری شرائط ہیں۔ یعنے کون کون سی ایسی کسوٹیاں ہیں۔ جن پر کہ ہم ہر ایک پستک کو جو کہ الہامی ہونے کا دعوے کرتی ہو پرکھ سکیں +

الہام ابتدائے آفرینش میں ہونا چاہیے۔ اسمیں میں سمجھتا ہوں کہ کسی باسمجھ آدمی کو کلام نہیں ہوسکتا۔ کہ جب اس زمین پر انسان پیدا ہوا تو ضروری ہے۔ کہ اسکی رہبری کے واسطے اسیوقت ایشور نے اپنے علم کا اظہار کیا ہو۔ کیونکہ اگر ایسا ایشور اسیوقت نہ کرے۔ تو ابتدائے عالم کے انسان اس علم سے محروم رہ کر بھلے برے نیک و بد کو نہ جان کر مثل حیوانوں کے رہیں گے۔ اور جیسا کہ میں پہلے عرض کرچکا ہوں۔ کہ خدا کے علم پانے کے بغیر کوئی انسان بھی کسی قسم کا علم حاصل نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی کسی قسم کی ترقی کرسکتا ہے۔ ولیسا ہی حال سب انسانوں کا ہو۔ اگرچہ پرماتما اپنے لاحد رحم سے انسانوں کو اپنے علم کی خیرات نہ دیں۔ دوسرے یہ بھی ہے۔ کہ اگر اس وقت الہام نہ ہو یعنے کچھ سالوں یا صدیوں کے بعد ہو تو اس وقت سے پہلے کے سب کے سب انسان اس سے محروم رہیں گے۔ اور یہ سخت بے انصافی کی بات ہوگی۔ جو کہ ہرگز ہرگز خداوند تعالےٰ کے شایان نہ ہوگی +

خدا کے علم کا اظہار انسانوں کے دلوں میں ہی ہوسکتا ہے۔ لیکن جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں۔ کہ کاغذ پر لکھی ہوئی نوشت نازل ہونے کو الہام کہتے ہیں۔ وہ بالکل غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں اس نوشت کے سمجھنے کا علم مقدم ہونا لازمی ٹھیرتا ہے۔ پس اس صورت میں اس کتاب کے سمجھنے کا علم جو کہ کتاب سے مقدم ہے۔ الہام ہوا نہ کہ کتاب اور اگر کتاب کے سمجھنے کا علم مقدم نہ ہو۔ تو حصول الہام قطعی ناممکن ہے۔ الہام ہونے کا مقدم نشان اس الہام ہونے کا براہ راست دل میں علم دآگاہی ہونی چاہیئے۔ پس جو لوگ یہ مانتے ہیں۔ کہ الہام وہ ہے۔ جو کتاب کی شکل میں آسمان سے اترے۔ وہ بالکل غلطی پر ہیں۔ اول تو آسمان چھت یا مکان کا نام نہیں ہے۔ کہ وہاں ایشور بیٹھا ہے۔ دوم

آسمان ولوح وقلم وعرش وکرسی وغیرہ کا ماننا ایشور کو انسان کی طرح ایک جگہ محدود اور محتاج الغیر بناتا ہے۔ سوم جو چیز بہت اونچے سے گرتی ہے۔ تو آکاش کے اندر سے گذرتی ہوئی گرم ہوجاتی ہے۔ چنانچہ گینوز فزکس Ganot's Physics میں لکھا ہے۔ کہ شہابہ (جسے تارا ٹوٹنا کہتے ہیں) چند مرکب دھاتوں کا سرد پنڈ ہے جو تیزی سے گرنے کی وجہ سے گرم ہوکر شعلہ کی طرح بھڑک اٹھتا ہے۔ اس قسم کا مادہ کسی ایک ستارے سے دوسرے تارے کی کشش غالب آنے سے ٹوٹ پڑتا ہے۔ مکہ کا کالا پتھر جسے حجر اسود کہتے ہیں۔ اسی قسم کا شہابہ ہے جو آسمان سے گرا ہوگا۔ مگر مسلمان لوگ اس کو خدا کی طرف سے آیا ہوا سمجھتے ہیں۔ اس میں پتھر کا جزو زیادہ ہوتا ہے۔ اسی قسم کا ایک پتھر فرانس میں پیرس کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ پس علم طبیعات کے بموجب جو الہام اوپر سے اترے وہ شہابہ ہو تو ہو کتاب نہیں ہوسکتا کیونکہ کوئی کتاب اتنے اونچے سے گرے تو راستہ میں ہی جل جاوے اور زمین تک پہنچنے ہی نہ پاوے۔ علم طبیعات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ۲۳ ہزار فٹ کی بلندی پر کاغذ بکھر جاتا ہے۔ چنانچہ گینوز فزکس میں غبارے کے بیان میں لکھا ہے "کہ جب غبارہ ۲۳ ہزار فٹ سطح سمندر سے اونچا پہنچ گیا۔ تو اس درجہ خشکی تھی۔ کہ کاغذ اور پارچمنٹ بالکل سوکھ گئے اور اس طرح بھربھر کر گر پڑے۔ کہ جیسے زمین آگ کی پٹ چڑھ گئی" پس سالم کتاب کا آسمان سے گرنا جہالت کی بات نہیں تو کیا ہے +

۲۔ کوئی بات اس میں خلاف قانون قدرت نہیں ہونی چاہیئے +

چونکہ قانون قدرت بھی اسی خدا کا قائم کردہ ہے۔ جس نے انسانوں کو الہام دیا ہے۔ ان میں باہمی مطابقت ہونا لازمی امر ہے۔ پس جس کتاب میں ایسے واقع درج ہوں گے۔ کہ جو قانون قدرت کے خلاف ہیں۔ وہ کتاب ہرگز خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتی۔ قدرت کو اگر ہم ایک چیز یا تصویر مانیں۔ جس کو پرماتما نے بھیجا ہے۔ تو الہام اس تصویر کے علم کی مانند ہے۔ جو اسی کاریگر نے تصویر کے سمجھنے کے لئے انسان کے دل میں ظاہر کیا ہے۔ اس علم اور تصویر میں بالکل فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دونوں ایک ہی صانع کے بنائے ہیں۔ اور وہ صانع بھی ایک معمولی الپگیہ جیو نہیں کہ جس کی طاقتیں اور علم محدود ہیں۔ بلکہ علیم کل اور لاحد طاقتوں کے رکھنے والا خدا ہے

لہٰذا جس کتاب میں قوانین قدرت کے برخلاف کوئی امر درج ہو وہ الہامی نہیں ہو سکتی اب اس پر بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ خدا چونکہ قادر مطلق ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے وہ قوانین قدرت کو بھی پلٹ سکتا ہے۔ کیونکہ قانون کے بنانے والا جس وقت چاہے اس کا اختیار ہے۔ اس کو بدل دے۔ اس اعتراض کے جواب میں عرض ہے۔ کہ اگر لفظ سرو شکتیمان یا قادر مطلق کے یہ معنے سمجھے جاویں۔ کہ ایشور جو چاہے۔ سو کر سکتا ہے تو کیا ایشور اپنے افعال و صفات و خواص کے برخلاف بھی کر سکتا ہے۔ مثلاً کیا وہ اپنے آپ کو نیست و نابود کر سکتا ہے۔ اپنے جیسے اور بہت سے خدا بنا سکتا ہے۔ خود جاہل بن سکتا ہے۔ چوری زناکاری وغیرہ گناہوں کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ کیا وہ دُکھی ہو سکتا ہے؟ ان سب سوالوں کا جواب صرف نفی میں ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ایسے کام خدا کے صفات افعال و خواص کے برعکس ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ایسے بھی کام ہیں۔ جو ایشور نہیں کر سکتا۔ اور پھر بھی قادر مطلق کہلا سکتا ہے۔ لہٰذا ہمارا یہ ماننا کہ ایشور قوانین قدرت کے برخلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے قادر مطلق ہونے پر کوئی دھبہ نہیں لگاتا۔ لفظ سرو شکتیمان یا قادر مطلق کے یہی معنے ہو سکتے ہیں۔ کہ ایشور کو اپنے بڑے سے بڑے کام مثلاً دنیا کو پیدا کرنے پرورش کرنے۔ اُس کو انتظام میں رکھنے سب انسانوں کو ان کے نیک و بد اعمال کی سزا جزا دینے وغیرہ میں ذرا سی بھی کسی کی مدد درکار نہیں ہے۔ وہ اپنی لازوال طاقت سے ہی سب اپنے کام پورے کر سکتا ہے +

دوسرے ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ قانون میں تبدیلی کی کیوں ضرورت پڑتی ہے۔ گورنمنٹ آج ایک قانون بناتی ہے۔ اور کچھ عرصہ کے تجربہ کے بعد اس میں کچھ نقص دیکھتی ہے۔ اس واسطے اس کی ترمیم و تنسیخ کرتی ہے۔ اگر گورنمنٹ کو ان تمام نقائص کا علم قانون بنانے سے پہلے ہوتا۔ تو اس کو کبھی اس کے ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن گورنمنٹ چونکہ لاانتہا علم نہیں رکھتی۔ بلکہ محدود علم رکھتی ہے۔ اور وہ علم تجربہ سے بڑھتا ہے اس لئے اس کے مطابق قوانین میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن ایشور کیا گورنمنٹ کی طرح محدود علم والا ہے۔ کہ اس کو بھی اپنے قوانین کے برخلاف کام کرنا پڑتا ہے۔ اور حسب موقعہ قانون میں تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ ایشور کے بارے میں یہ ہرگز ہرگز نہیں مانا جا سکتا کیونکہ وہ عالم الغیب اور علم کل اس کے سب کام مکمل اور مبرا از نقائص

ہیں۔ پس میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ بات ثابت کر دی گئی ہے۔ کہ الہامی کتاب میں کوئی ایسا واقعہ مندرج نہیں ہونا چاہیئے۔ جو معلومہ قوانین قدرت کے خلاف ہو +

اس ٹسٹ یا معیار کو مان کر بھی ایک آدمی اعتراض کر سکتا ہے۔ کہ گو میں تسلیم کرتا ہوں کہ الہامی کتاب میں کوئی بات خلاف قانون قدرت نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ جو ہمارے محدود مشاہدے اور علم کے خلاف ہوتی ہیں۔ اور اس لئے کم علم لوگ جھٹ اُن کو خلاف قانون قدرت کہہ دیتے ہیں۔ لیکن ایسا کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی بھی انسان محدود عقل و طاقتیں رکھنے کی وجہ سے سب کے سب قوانین قدرت سے واقف ہونے کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ اس صورت میں ایسا کہنا امر محال ہی نہیں بلکہ امر ناممکن ہے۔ کہ فلاں کتاب الہامی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں فلاں بات خلاف قانون قدرت درج ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں عرض پرداز ہوں۔ کہ گو انسان سب قوانین قدرت سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس میں بھی تو شک نہیں کہ بہت سے قوانین قدرت سے ہم واقف ہیں۔ اور ہو سکتے ہیں۔ اور چونکہ سب قوانین ایک ہی خدا کے قائم کردہ ہیں۔ نامعلوم قوانین معلوم شدہ قوانین کے ہرگز ہرگز برعکس نہیں ہو سکتے۔ مثلاً قانون کشش ثقل Law of Gravitation اب جب سے انسان کو اس قانون کا علم ہوا ہے۔ اور بھی بہت سے قوانین قدرت دریافت ہوئے ہیں۔ لیکن کوئی بھی قانون اس کے برعکس معلوم نہیں ہوا۔ اور نہ ہوگا۔ اب جو واقعات کسی کتاب میں اس قانون یا ایسے اور معلوم شدہ قوانین قدرت کے برخلاف درج ہیں۔ وہ الہامی نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کا اعتراض کرنے والے لوگ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ قوانین قدرت اور چیز ہیں۔ اور ان کا اطلاق اور چیز۔ مثلاً کشش ثقل ایک قانون قدرت ہے۔ اور اس کے اطلاق Applications ہزاروں لاکھوں ہوں گے۔ نئی نئی ایجادیں اس قانون کے اطلاق کی بنا پر ہوتی رہتی ہیں۔ اور ہوں گی۔ لیکن اس سے اس قانون میں فرق نہیں آجاتا۔ اسیطرح بھاپ کا اوپر چڑھنا یہ ایک قانون قدرت ہے۔ ایک گنوار اسباب کے باور کرنے میں تو شاید تامل کرے۔ کہ ایک گاڑی بنا گھوڑے یا بیلوں کے سینکڑوں مسافروں اور سینکڑوں من بوجھ اُٹھاتے ہوئے ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل سکتی ہے لیکن اس کے

محدود مشاہدہ اور علم سے بھی اس کو معلوم ہے۔ کہ دیگچی کا ڈھکن بھاپ سے حرکت پذیر ہوتا ہے۔ اور ریل گاڑی کا چلنا بھی اس ایک سادے اصول کا اطلاق ہے۔ اور ایک قانون قدرت یہ ہے پانی ہمیشہ (Water seeks its own level) اپنی سطح پر رہتا ہے۔ اب باوجود سائنس کی ترقی اور نئے نئے قوانین قدرت کے معلوم ہو جانے کے کیا اسکے برعکس کوئی قانون قدرت دریافت ہوا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ عالموں نے اس ایک اصول کو جان کر ہزاروں مختلف طریقوں سے اس کے اطلاق سے مختلف قسم کی کلیں وغیرہ بنا کر دنیا کو فائدہ پہنچایا ہے۔ لیکن وہ اصول میں تبدیلی یا ایزادی نہیں معلوم کر سکے۔ اور نہ یہ ممکن ہے۔ علیٰ ہذالقیاس دیگر قوانین کا بھی یہی حال ہے۔ میری مراد قوانین قدرت سے Theories خیالوں سے نہیں ہے تھیوریز بدلتی رہتی ہیں۔ لیکن قوانین قدرت قائم شدہ سچائیاں ہیں Established truths۔ ان میں آج تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور نہ ممکن ہے۔ اگرچہ اُن کے نئے نئے اطلاق معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ تھیوریز یا Hypotheses داناؤں کے خاص واقعات کو account for یعنے توجیح کرنے کے لئے خیال ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اٹامک تھیوری Atomic Theory یعنے کہ یہ خیال کہ مادہ ذروں سے بنا ہوا ہے Evolution of Theory ارتقا یا ڈارون کا خیال یا Nebular Theory نیبولر تھیوری +

بفرض محال اگر ہم مان بھی لیں۔ کہ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی ایک باتیں جو کہ مختلف کتابوں میں جو کہ الہامی ہونے کا دعوے کرتی ہیں مندرج ہیں۔ ہمارے موجودہ علم قوانین قدرت کے خلاف ہیں۔ کچھ زمانہ کے بعد نئے دریافت شدہ قوانین کے مطابق ہوں۔ تو بھی اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ نئے قوانین کے مطابق ہونا صرف ممکنات میں سے ہے۔ اغلب نہیں کیونکہ ہمارے موجودہ معلوم شدہ قوانین قدرت کے برخلاف ہیں۔ جب تک ایسے نئے قوانین دریافت نہ ہو جاویں۔ اور ان باتوں کی اُنکے ساتھ مطابقت قائم نہ کر دی جاوے۔ وہ باتیں درست یا راست نہیں مانی جاسکتیں یعنے ایک طرف تو وہ باتیں انسانی جماعت کے معلوم شدہ علم اور مشاہدہ کے خلاف ہونے سے غلط ہیں۔ اور دوسری طرف ابھی تک اس کی راستی کا کوئی ثبوت نہیں

اسی سے معترض کا دعوے (پوزیشن) کوئی مضبوط نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ لوگ تو ان کی کتابوں کو جن کے الہامی ہونیکا وہ دعوے کرتے ہیں۔ تب ہی تسلیم کر سکتے ہیں۔ جبکہ وہ قوانین قدرت کے مطابق ثابت کر دی جاویں +

علاوہ بریں منطق دان اصحاب سے یہ بات مخفی نہیں ہے۔ کہ معلوم شدہ باتوں سے ہی نامعلوم باتوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ہمارے معترض ہم سے معلوم شدہ قوانین کے خلاف باتوں کو اس بنا پر باور کرنے کی اُمید کرتے ہیں۔ کہ ان کا نہ معلوم شدہ قوانین کے ساتھ مطابق ہونا ممکنات میں سے ہے۔ اس قسم کی دلیل کو قوت استدلال رکھنے والے اصحاب کبھی بھی کسی وقعت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ علم منطق میں اس خیال کو (Hypothesis) کا درجہ ہرگز نہیں دیا جا سکتا۔ جو نہ تو صحیح ہی ثابت ہو سکے اور نہ غلط۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے۔ کہ جتنے ستارے اور سیارے ہیں۔ اُن کو نظر نہ آنے والے بھوت آکاش میں تھمے ہوئے ہیں۔ اس بات کو کوئی ذی شعور شخص قابل بحث قرار نہیں دے سکتا۔ کیونکہ یہ تحقیقات کے دائرہ سے باہر ہے۔ چہ جائیکہ اُن باتوں کو تسلیم کیا جاوے۔ جن کو ہم اپنے موجودہ مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر غلط تو ثابت کر سکتے ہیں۔ لیکن جن کے صحیح ہونیکے حق میں سوائے اس کے اور کوئی دلیل پیش نہیں ہو سکتی۔ کہ ممکن ہے۔ کہ ہمارے موجودہ Premises مسلمات غلط ہوں +

پس میں سمجھتا ہوں۔ کہ میں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ کلام الٰہی میں کوئی ایسا امر یا واقع درج نہیں ہونا چاہیئے۔ جو قوانین قدرت کے خلاف ہو +

۳۔ ایشورو کت پستک کی تعلیم عالمگیر ہونی چاہیئے۔ یعنے سب انسانوں سب ملکوں اور سب قوموں کے واسطے یکساں ہونی چاہیئے۔ کسی خاص ملک قوم یا گروہ یا تنفس کی طرف داری اور رعایت یا حمایت سے پاک اور پُر انصاف ہونی چاہیئے +

میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ ایک ایسا اصول ہے۔ کہ جس کے ماننے میں کسی بھی انصاف پسند آدمی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ خدا چونکہ عادل اور سب انسانوں نہیں نہیں سب جان داروں کے لئے باپ کی بجائے ہے۔ اس کی کتاب کی تعلیم بھی ایسی ہونی چاہیئے کہ جس سے سب کی اعلےٰ بہبودی مقصود ہو۔ کیونکہ اگر وہ کسی خاص قوم یا ملک کے لئے

ہو۔ اور دوسرے ملک یا گروہ کیواسطے مقصود نہ ہو بلکہ اُنکے لئے مضر ہو تو وہ کبھی بھی الہامی کتاب نہیں کہلا سکتی +

۴۔ ایشور کی کتاب میں خدا کے جیسے افعال اور خواص ہیں۔ ویسے ہی درج ہونے چاہئیں۔ مثلاً اگر خدا کی نسبت جو کہ رحیم اور کریم ہے۔ غصہ۔ ظلم سے مبرا ہے۔ کسی پستک میں ان صفات کے خلاف یہ درج ہو۔ کہ فلاں موقعہ پر اس نے بے انصافی کی۔ یا اس کو غصہ آیا۔ یا وہ پچھتایا۔ یا اُس نے مکاری کی یا اس نے دوسروں کو لوٹنے مارنے کا حکم دیا۔ تو وہ کتاب کبھی بھی خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتی۔ یا جیسے کہ ایشور سب جگہ حاضر و ناظر ہے۔ کسی جگہ محدود نہیں ہے اگر ایشور کو ایک خاص چیز مثلاً پتھر یا زبان یا ارض یا انسان میں محدود لکھا ہو۔ تو وہ کتاب ایشورکرت نہیں ہوسکتی۔ یا جیسے کہ ایشور کا جوکہ جسم یا موت تنزل یا ناش سے بری ہے اگر کسی کتاب میں پیدا ہونا یا مرنا یا دُکھی ہونا وغیرہ لکھا ہو۔ وہ ہرگز ہرگز الہامی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ انسان کی تصنیف اور انسان بھی ایک معمولی سمجھ کا۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس پر کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ خدا کی کتاب میں خدا کے صفات افعال و خواص کے برعکس کچھ درج نہ ہونا چاہئے اس سے کسی باسمجھ انسان کو انکار نہیں ہوسکتا +

۵۔ الہامی کتاب کی تعلیم راست اور عقل اور اخلاق کے مطابق ہونی چاہئے +

جو کچھ اس دُنیا کی چیزوں معدنیات۔ نباتات حیوانات انسانوں وغیرہ مادہ روح اُن کے تعلقات پربت۔ زمین۔ پانی۔ ہوا۔ آگ۔ بجلی۔ آکاش۔ سورج۔ چاند۔ سیاروں دُنیا کی پیدائش و فنا ہونے کے بارے میں درج ہو۔ وہ راست اور عقل کے مطابق ہونا لازمی ہے۔ خاوند اور عورت۔ ماں اور باپ بھائی اور بہن لڑکے اور لڑکیوں۔ راجہ اور پرجا۔ غربا۔ اور امرا۔ عالم اور جاہل سپاہی اور سوداگر۔ مالک و نوکر۔ استاد و شاگرد۔ مجرد و گرہستی وغیرہ کے فرائض و باہمی تعلقات کے بارے میں جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہو وہ بالکل عقل۔ اور اخلاق۔ ایمان داری اور انصاف کے مطابق ہونا چاہئے۔ کیونکہ جس کتاب میں علم معدنیات نباتات و حیوانات۔ علم روحانی۔ علم طبیعات۔ علم ہیئت وغیرہ کے برخلاف درج ہو۔ وہ بھلا ایشور کی کتاب کیسے ہوسکتی ہے؟ اسیطرح جس کتاب میں بداخلاقی یا جھوٹھ۔ فریب۔ دھوکہ دہی دوسروں

کو قتل کرنے۔ لوٹنے یا چوری کرنے یا نقصان پہنچانے یا ظلم کرنے خود غرضی سے اپنی مطلب براری کرنے وغیرہ کاموں کی ہدایت یا تعلیم موجود ہو یا ایسے کاموں کے کرنے سے منع نہ کیا ہو۔ وہ کتاب الہامی نہیں ہوسکتی +

۶۔ خدا کی کلام میں پوربپر وردھ نہیں ہونا چاہیئے۔ یعنے اس میں ایک دوسرے کے متضاد باتیں نہیں ہونی چاہیئے۔ یعنے جو کچھ پہلے ایک جگہ کہا ہے۔ دوسری جگہ میں اس کے خلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسا کام تو کوئی عالم کبھی نہیں کرے گا۔ تو بھلا علیم کل عالم الغیب کی کتاب میں ایسی بات کب ہوسکتی ہے کیونکہ ایسا کام محدود علم والے کی تصنیف میں بھی نہیں ہوسکتا سب علموں کے چشمہ سب عقل کے خزانے پرم وددان پرماتما کی پستک میں ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اور نہ ہی خدا کی کتاب میں ترمیم تنسیخ ہوسکتی ہے۔ اس سوال پر میں پہلے بھی بحث کر آیا ہوں۔ سب قسم کی ترمیم و تنسیخ مکمل علم نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر سب حالات و واقعات کی پہلے ہی سے خبر ہو۔ اور ان سب کا پورا پورا علم پہلے ہی سے حاصل ہو۔ تو ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ خدا چونکہ عالم کل ہے۔ ماضی۔ حال۔ مستقبل سب زبانوں اور سب انسانوں اور سب جگہوں کا حال پہلے ہی سے جانتا ہے۔ اس کو ترمیم و تنسیخ کی کوئی ضرورت نہیں پڑ سکتی ہے۔ ترمیم و تنسیخ کی ضرورت صرف محدود علم محدود طاقت محدود عقل والے انسان کو ہی پڑتی ہے +

۷۔ ایشور کی پستک کی زبان کسی خاص دیش کی زبان نہ ہونی چاہیئے۔ بلکہ وہ زبان بھی ایسی ہو کہ سب انسانی زبانوں سے افضل ہو۔ اور اس کی ساخت میں کچھ ایسا ہونا چاہیئے۔ جو کہ انسانی زبان سے مختلف اور جس کا نقل کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہو +

اگر ایشور اپنی ودیا کو کسی ملک کی زبان میں ظاہر کرے۔ تو اس ملک کے باشندوں کو اس الہامی کتاب کا مطالعہ کرنا بہ نسبت دوسرے ملکوں کے رہنے والوں کے مشکل ہوگا۔ اس واسطے اس صورت میں سب انسانوں سے یکساں سلوک خدا کی طرف سے نہ ہوگا۔ لہذا خدا متعصب ٹھہریگا۔ جو کہ خدا کے ہرگز شایان نہیں ہے۔ اس واسطے انصاف کا تقاضا ... ہرگز زبان کا ظہور کسی دیش کی بھاشا میں نہ کرے

دوسرے میں یہ بھی پہلے ثابت کر آیا ہوں۔ کہ الہام آفرینش دنیا میں ہونا چاہیے۔ جبکہ انسان کی کوئی زبان نہ تھی۔ اس وجہ سے خدا کسی ملک کی زبان میں اپنے علم کا اظہار کیسے کر سکتا تھا۔ تیسرے میں یہ بھی ثابت کر چکا ہوں۔ کہ زبان انسان کی ایجاد نہیں ہے۔ بلکہ خدا کا عطیہ ہے۔ علاوہ بریں زبان اور علم آپس میں ایسے پیوستہ ہیں۔ کہ ایکدوسرے سے کبھی علیحدہ نہیں ہو سکتے + اسواسطے خدا نے جب علم دیا۔ اسی کے ساتھ زبان بھی عطا کی +

اس معیار کے دوسرے حصہ کی سچائی بھی ظاہر ہے۔ کہ خدا کی کتاب کی زبان سب انسانی زبانوں سے افضل اور اسکی ساخت وغیرہ میں کچھ ایسی خوبیاں ہونی چاہئیں۔ کہ جنکی وجہ سے وہ تمام انسانی زبانوں سے مختلف ہو اسلئے انسان کی طاقت میں ویسی زبان کا بنانا ناممکن ہو۔ اس مضمون پر میں آگے چلکر ویدوں کی زبان پر بحث کرتا ہوا کچھ تفصیل سے عرض کرونگا۔

۹۔ خدا کی کتاب میں کوئی تاریخی واقعات اور قصے کہانیاں نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ معیار شرط نمبر ا پر مبنی ہے۔ اگر پہلے معیار کو مان لیا جاوے۔ تو یہ معیار بطور ایک نتیجہ یا کورلری (Corollary) کے اس میں سے نکل آتا ہے۔ کیونکہ تواریخی واقعات قصے کہانیاں تو جنکی نسبت ہونگے وہ انکی پیدائش کے بعد ہی ہو سکتے ہیں۔ جبکہ الہامی کتاب کا آفرینش دنیا میں ہونا مان لیا جاوے۔ تو اس میں کسی قوم یا شخص کی نسبت کچھ درج ہونا ناممکن امر ہے +

۱۰۔ الہامی کتاب سب دینی و دنیوی علوم کا سرچشمہ ہونی چاہیے۔ میں ثابت کر آیا ہوں۔ کہ انسان کے لئے بذات خود اپنی فطرت سے علم کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ پرماتما بیج کی شکل میں سب علم کا اُپدیش کرے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ علت کے بغیر معلول نہیں ہو سکتا۔ بیج کے بنا درخت پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر خدا درختوں کا بیج نہ پیدا کرتا۔ تو کوئی بھی درخت اس دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح اگر خدا سب علوم کو بیج کی شکل میں اپنی کتاب میں ظاہر نہ کرے۔ تو اس وقت جو علوم کی ہم ترقی دیکھتے ہیں۔ مختلف علوم جو درخت بنکر پھل پھول سے لدے ہوئے ہیں۔ انسان کے لئے برکت کا باعث بن رہے ہیں۔ وہ بالکل ناممکن ہوتا +

۱۱۔ الہامی کتاب اپنے میں ہی مکمل ہونی چاہیے۔ اور تکمیل کے لئے محتاج بالغیر نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ اور سب کتابیں اپنی صداقت اور تکمیل کے لئے اس کی

محتاج ہوں +

چونکہ الہامی کتاب میں خدا کا علم ہے اور خدا ہر طرح سے مکمل اور عالم کل عالم الغیب اور قادر مطلق یعنے اپنی صفات و افعال اور خواص میں مکمل ہے تو اس کا دیا ہوا علم بھی مکمل ہونا لازمی ہے۔ چونکہ اور سب کتابیں انسانوں کی بنائی ہوئی ہیں اور انسان محدود عقل و علم والا ہے۔ اس واسطے ان میں غلطی کا امکان ہے۔ اور اپنی صداقت اور تکمیل کے لیے خدا کی کلام کی محتاج ہیں +

۱۲۔ ملہموں سب یعنے جن لوگوں کے آتماؤں میں پرماتما اپنے علم کا اظہار کرے وہ شدھ پوتر پاک پاکیزہ زندگی رکھنے والے دل و حواس و نفس امارہ پر پورا پورا تصرف رکھنے والے ہونے چاہئیں۔ یہ ایک معیار ہے جس کی سچائی میں شاید کسی کو بھی اعتراض ہو۔ کیونکہ جب انسان باہر اور باطن میں پاکیزہ نہیں ہوتا۔ اندریوں کو دمن کر کے من پر اختیار نہیں کر سکتا۔ اس کا سردے شیشہ کی طرح صاف اور نرمل نہیں ہوتا وہ پرماتما کے ساتھ تعلق پیدا نہیں کر سکتا۔ اور اس لائق نہیں کہ پرماتما اپنے گیان کو اس کے ذریعہ سے منشوں تک پہنچا دیں۔ اس وقت بھی اگر کوئی خاص علم کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے لیے قابلیت کا رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً انجینئرنگ کے لیے ریاضی وغیرہ خاص مضامین میں بھی اچھی لیاقت ڈاکٹری کے لیے اسی طرح خاص سائنسوں سے واقفیت روحانی علم کے حصول کے لیے خاص قابلیت اور سادھنوں کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ تو کیا پرماتما سے گیان کے پرکاش کا طالب بننے کے لیے جسمانی دماغی اور روحانی قابلیت کا ہونا لازمی نہیں؟ ایسے اشخاص کو تو اول درجہ کا پاکیزہ دعالی و فارغ من اندھ حواسوں پر قابو رکھنے والے یوگیوں کی سی حیثیت و رتیاں والے ہونا ضروری ہے +

اب میں ان کتابوں کو جو کہ الہامی ہونے کا دعوےٰ کرتی ہیں۔ ان کسوٹیوں پر رکھ کے دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہ کونسی ان میں در حقیقت الہامی ہے۔ انجیل قرآن پوران وید چار کتابیں ہیں جن کا یہ دعوےٰ ہے کہ ہم خدا کی طرف سے ہیں۔ ان میں سے پورانوں کو میں چھوڑ دیتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ ہر ایک پوران وید کا اعتراف کر [illegible] ہے [illegible] سے فرماتے ہیں [illegible] وغیرہ کتابیں جو

ویدکے خلاف ہیں۔ وہ قابل تسلیم نہیں ہیں۔ وہ جلدی ناش ہو جاتی ہیں (دیکھو منو سمرتی ادھیائے ۱۲ شلوک ۹۵) پرآن کے ماننے والے وید کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ اور پوران کے احکام کو ویدوں پر ہرگز ترجیح نہیں دیتے۔ پس مقابلہ انجیل قرآن اور وید کارہ جاتا ہے +

پہلے میں بائبل کو مذکورہ بالا کسوٹیوں پر پرکھتا ہوں :-

۱- بائبل کا دنیا کی پیدائش میں دیا جانا کبھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ (۱) بائبل کی پہلی پانچ کتابیں جو عیسائی لوگ بھی مانتے ہیں کہ موسےٰ کو دی گئی تھیں۔ نہ کہ آدم کو جو کہ پہلا آدمی تھا۔ (ب) تحقیقات سے یہ بھی غلط ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ کتابیں موسےٰ کی تصنیف نہیں خود بڑے بڑے پادریوں کے بیانات اس کی شہادت ہیں۔ کتاب موسومہ Encyclopaedia Biblica جو بڑے بڑے لائق عیسائی صاحبان نے جمع کی ہے۔ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں ثابت کیا ہے۔ کہ جو بائبل کی پہلی پانچ کتابیں موسےٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور مانی جاتی ہیں۔ موسےٰ کی تصنیف ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ موسےٰ کے کئی صدیوں کے بعد اور لوگوں نے لکھی تھیں۔ اور موسےٰ کے نام منڈھ دی تھیں +

(ج) Human Origins by Laing نامی کتاب میں یہ بخوبی ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ جو موسےٰ کی نسبت بائبل میں بیانات موجود ہیں۔ وہ بالکل غلط ہیں +

بائبل کی اور کتابیں جو خود تسلیم کرتی ہیں۔ کہ وہ دھیرے دھیرے خدا کی طرف سے نازل ہوئیں۔ ابتدائے دنیا میں نہیں +

قرآن تو آغاز دنیا میں ہونے کا دعوےٰ ہی نہیں کرتا۔ اور حضرت محمد صاحب جن کے اوپر قرآن نازل ہوا۔ وہ بھی آج سے تیرہ سو برس کچھ اوپر عرصہ ہوا۔ کہ پیدا ہوئے تھے۔ اس واسطے الہام کی پہلی شرط قرآن میں پوری نہیں ہوتی +

دوسرا معیار خدا کی کتاب میں کوئی بات خلاف قانون قدرت نہ ہونی چاہیئے +

بائبل اور قرآن میں تو سینکڑوں باتیں قوانین قدرت کے برخلاف پائی جاتی ہیں۔ جس سے ہمارے مسلمان اور عیسائی بھائی انکار نہیں کرتے۔ بلکہ یہ جواب دیتے ہیں کہ کیا خدا جو کہ قادر مطلق ہے۔ قاعدوں کا غلام ہو سکتا ہے۔ وہ ہر دو شکتمان ہے۔ اس واسطے

جو چاہے کر سکتا ہے۔ گویا کہ خدا کا اپنے قاعدوں کا ماننا غلامی ہے۔ ان لوگوں نے یہی سمجھ رکھا ہے۔ کہ آزادی سے قاعدہ یا قانون کو نہ ماننا۔ حالانکہ کوئی مہذب آدمی آزادی کی اس تعریف کو قبول نہیں کرے گا۔ آزادی قانون کی پابندی ہی کا نام ہے۔ کسی قانون کا نہ ماننا لائسینس License کہلاتا ہے۔ نہ کہ آزادی۔ اُن مہذب مغربی قوموں کی طرف دیکھئے۔ جو کہ آزاد ہونے کا فخر کرتی ہیں۔ اور آزادی کو جان سے بھی عزیز سمجھتی ہیں۔ اور جس کو انہوں نے اپنے خون بہا کے اور بڑی بڑی قربانیاں کرکے حاصل کیا ہے۔ کیا وہ کسی قانون کو نہیں مانتیں۔ کیا ان کے ہاں کوئی قانون نہیں ہے؟ اس کا جواب مثبت میں ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن تس پر بھی وہ آزاد ہونے کا فخر کرتی ہیں۔ اور اُن کا فخر کرنا بجا بھی ہے۔ پس جب یہ ثابت ہے۔ کہ قانون کا ماننا آزادی کو کھونا نہیں۔ اور نہ ہی انسان کو غلام بنا دیتا ہے۔ تو پرماتما کو اپنے قائم کردہ قوانین قدرت کا ماننا ہرگز ہرگز اسکی آزادی اور شان میں فرق نہیں لاتا۔

کئی ایک مسلمان اور عیسائی صاحبان یہ بھی جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم مانتے ہیں کہ خدا ہمیشہ قوانین قدرت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ لیکن کوئی انسان ایسا نہیں ہے۔ کہ جس نے سب قوانین قدرت کا علم حاصل کر لیا ہو۔ پس اس کے لئے یہ کہہ دینا۔ کہ فلاں فلاں بات جو کہ قرآن یا بائبل میں لکھی ہے۔ قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ کیونکہ وہ اس کے مشاہدہ اور علم کے برعکس ہے۔ بالکل غلط ہے۔ میں اس اعتراض کا جواب پہلی فصل میں دے آیا ہوں۔ یہاں صرف اتنا عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ بجا ہے۔ کہ کوئی انسان سب قوانین قدرت کا عالم نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ بھی سچ ہے۔ کہ سب قوانین قدرت ایک ہی خدا کے جو عالم کل اور مکمل اور مبرا از خطا ہے۔ بنائے ہوئے ہیں۔ اسکا ایک قانون دوسرے قانون کے متضاد نہیں ہو سکتا۔ لیکن جن قوانین قدرت کا علم انسان کو ہو چکا ہے۔ اگر کوئی بات اُن قوانین کے خلاف ہو تو وہ دوسرے نامعلوم قوانین کے مطابق نہیں ہو سکتی۔ دوسرے بفرض محال اگر مان بھی لیا جاوے۔ کہ وہ نامعلوم قوانین کے شاید مطابق ہو۔ تو یہ صرف ممکنات سے ہے۔ کیونکہ موجودہ معلوم شدہ قوانین کے خلاف ہے۔ جب تک ایسے قوانین دریافت نہ ہو جاویں۔ جن کے کہ وہ مطابق ہو۔ تب تک وہ بات درست تسلیم نہیں ہو سکتی۔ تیسرے یہ علم منطق کے طریقہ کے برخلاف ہے۔ کہ ہم کسی

خلاف قانون قدرت بات کو اس بنا پر راست تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ اس کا نامعلوم شدہ قوانین قدرت کے مطابق ہونا ممکنات میں سے ہے +

اب میں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند ایک باتوں کا ذکر کرتا ہوں۔ جو کہ بائبل اور قرآن میں قوانین قدرت کے خلاف ہیں۔ اور جب تک وہ کسی قانون قدرت کے مطابق ثابت نہ کر دی جاویں۔ تب تک عیسائی اور مسلمان صاحبان کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ غیر مذہب والوں کو اُن پر ایمان لانے کے لئے مدعو کریں +

۱۔ خدا کا صرف کُن یا حکم سے دنیا کا پیدا کرنا +

۲۔ ۶ دن میں زمین اور آسمان کا پیدا کرنا اور ساتویں دن آرام کرنا۔ چھ دن میں دنیا کا پیدا ہونا علم جیالوجی نے غلط ثابت کر دیا ہے۔ یہ علم ہم کو بتاتا ہے۔ کہ زمین کو بنتے ہزاروں اور لاکھوں برس لگے تھے +

۳۔ حوّا کو آدم کی ایک پسلی میں سے پیدا کرنا۔ پسلی میں سے ایک وجود کا ثابت ہونا قانون قدرت کے خلاف ہے۔ عورتوں سے مرد تو ضرور پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں مرد سے عورت پیدا کی گئی۔ اور وہ بھی صرف ایک پسلی کی ہڈی سے۔ علم فزیالوجی کے جاننے والے ہم کو یہ بتلاتے ہیں۔ کہ خون سے گوشت چربہ فائبرس ٹشو اور مسوڑے اور دیگر نارڈی ونبیں اور ہڈی اور ہڈی کے اندر کی مجّا بنتی ہیں۔ لیکن یہاں اس قانون قدرت کے برعکس ہڈی سے گوشت وغیرہ سب چیزیں بنائی گئیں +

۴۔ ایک درخت کے کھانے سے بھلے بُرے کی پہچان آدم کو ہونا +

۵۔ طوفان سے پہلے نوح کی ایک ناؤ میں جس کی لمبائی ۳۰۰ ہاتھ چوڑائی ۵۰ ہاتھ اور اونچائی ۳۰ ہاتھ اپنے بیٹے جورو اور اپنے بیٹوں کی جوروؤں اور سب جانوروں اور چرندوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو یعنی نر و مادہ مثلاً ہاتھی گھوڑے اونٹ گائے بھینس شیر۔ چیتے۔ وغیرہ اور پرندوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو اپنے اور ان سب جانوروں چرندوں اور پرندوں کے لئے خوراک جمع کر لینے کا خدا کی طرف سے حکم ہونا اور اس کا اس حکم کو بجا لانا خلاف از علم و قانون قدرت ہے +

۶۔ بائبل کی گنتی کی کتاب میں درج ہے کہ "سو گدھی نے خداوند کے فرشتہ کو دیکھ کر راہ میں کھڑا ہے اور اُس کے ہاتھ میں کھنچی ہوئی تلوار ہے [illegible]

موڑا۔ اور میدان کو چلی۔ تب بلعام نے گدھی کو مارا تاکہ اسے راہ پر لاوے۔ تب خداوند نے گدھی کا منہ کھولا۔ اور اُس نے بلعام کو کہا۔ میں نے تیرا کیا کیا ہے۔ کہ تو نے تین بار مجھے مارا؟" باب ۲۲۔ آیت ۲۳ و ۲۸+

یہاں گدھوں کا انسان کے ساتھ بات چیت کرنا اور فرشتوں کو دیکھنا صاف درج ہے۔ بچوں کے دل بہلانے والی کہانیوں اور علم سیاست وغیرہ سکھانے کے لئے پنچ تنتر (Panchatantra) وغیرہ کتابوں میں جانوروں کا انسانوں کی طرح باتیں کرنے کا ضرور ذکر ہے۔ لیکن یہاں خدا کی کتاب میں گدھوں کا پینچنے کی بجائے سمجھداری طرح باتیں کرنا لکھا ہے۔ کیا اسی واسطے حضرت عیسیٰ نے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر تم لوگ ...... چھوٹے لڑکوں کی مانند نہ ہو۔ تو آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے؟" نیا عہد نامہ باب ۱۸ آیت ۳+

کیا عیسائی صاحبان آج کل کے تعلیم یافتہ اور مہذب لوگوں سے بچوں کی مانند ان ناممکن اور خلاف قانون قدرت باتوں کو بلا چون و چرا اس امید پر باور کر لینے کی اُمید کرتے ہیں۔ کہ شاید کبھی کوئی قانون قدرت دریافت ہو جاوے۔ جس سے گدھی کا بھی انگریزی فارسی عربی میں لیکچر دینا۔ یا ظلم و سختی کے برخلاف پروٹسٹ کرنا راست ثابت ہو جاوے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ آج کل کے لوگوں سے تو وہ گدھی ہی اچھی ہے۔ جو کہ خدا کے فرشتوں کا درشن تو کرتی ہے+

۷۔ مریم کا روح القدس سے حاملہ ہونا۔ اور اس حمل کا نتیجہ یسوع مسیح کا پیدا ہونا اب یہ ایسی بات ہے۔ کہ جس کو کوئی بھی عالم موجودہ معلوم شدہ قوانین قدرت کے مطابق ثابت نہیں کر سکتا۔ اور جب تک کوئی عیسائی عالم ایسا کوئی قانون قدرت دریافت نہ کرے۔ کہ جس کے مطابق مسیح کی پیدائش ثابت ہو جاوے۔ تب تک عیسائی لوگ ہم کو ایسی باتوں کے ماننے سے معذور سمجھیں+

۸۔ مسیح کے ان لوگوں کو جن کو بھوت چمٹے ہوئے تھے۔ اور مرگی والوں اور جھولے کے مارے ہوؤں اور کوڑھیوں اور اندھوں کو چنگا کرتے اور مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے+

یہاں کوئی عیسائی عالم ... کہ ترقی نے عیسائی عالموں

کو اس پر مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ ان معجزوں کی تاویل کریں۔ چنانچہ بہت سے عیسائی پادری اب یہ کہنے لگے ہیں۔ کہ بھوت چمٹنے سے مراد پاپ آلودہ زندگی کا ہونا۔ کوڑھ کی بیماری سے مراد جسمانی کوڑھ سے نہیں۔ بلکہ روحانی جذام سے ہے۔ اور اندھوں سے مراد بھی روحانی اندھوں سے ہے۔ جو کہ سچائی کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جو صاحبان مفصل اس کا بیان دیکھنا چاہیں۔ وہ کتاب بنام انسائکلوپیڈیا ببلیکا (Encyclopaedia Biblica) کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ جو کہ بڑے بڑے عیسائی پادریوں کی تصنیف ہے اسکے مطالعہ سے صاف معلوم ہو جاوے گا۔ کہ ہوا کا رخ کدھر ہے +

۹۔ "سورج کا اندھیرا ہو جانا۔ چاند کا اپنی روشنی نہ دینا۔ اور ستاروں کا آسمان سے گر پڑنا" جیسا کہ انجیل متی باب ۲۴ آیت ۲۹ میں لکھا ہے۔ "ان دنوں کی مصیبت کے بعد ترت سورج اندھیرا ہو جاوے گا۔ اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا۔ اور ستارے آسمان سے گر جائیں گے۔ اور آسمان کی طاقتیں ہل جاویں گی" یہ سب باتیں بھی خلاف قانون قدرت ہیں۔ اور انجیل کے مصنف کو معلوم نہ تھا کہ ستارے سب مختلف کرے ہیں اور وہ کیونکر گر سکتے ہیں +

۱۰۔ مسیح کا مصلوب ہونے کے تیسرے دن بعد قبر میں سے زندہ اٹھنا اور شاگردوں سے باتیں کرنا۔ اور پھر وہ بے ہڈی گوشت سمیت آسمان پر چڑھ جانا +

ایسے اور بہت سے امور خلاف قانون قدرت درج ہیں +

اسی طرح قرآن میں بھی بہتیری باتیں ۔ علاوہ ان کے جو بائبل سے مشترکہ ہیں خلاف قانون قدرت لکھی ہوئی ہیں۔ لیکن طوالت کے خیال سے یہاں صرف چند ہی درج کیجاتی ہیں۔

۱۔ جب موسے نے ہم سے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا۔ ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مار اس میں سے بارہ چشمے نکلے۔ سورہ بقر آیت ۵۷ +

۲۔ شق القمر یعنے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانیکا معجزہ۔ سورہ قمر +

۳۔ سورج کا چشمہ دلدل میں ڈوبنا +

۴۔ حضرت محمد صاحب کا بر سواری براق آسمان پر جانا اور خدا سے ہمکلام ہونا۔ (سورہ نجم)

۵۔ پہاڑوں کا باتیں کرنا داؤد کے ساتھ اور گیت گانا +

۶۔ قیامت کے روز آسمانوں کا دھواں ہو جانا + سورہ دخان +

۷ - زمین کا بیٹس کرنا + سورہ الزلزال

(۳) اب میں تیسرا معیار لیتا ہوں - اور اُس پر بائبل اور قرآن کو پرکھتا ہوں +

تیسرا معیار یہ ہے - کہ الہام کی تعلیم عالمگیر ہونی چاہئے - یعنے سب انسانوں سے ... سب ملکوں اور قوموں کے واسطے یکساں ہونی چاہیئے - کسی خاص ملک گروہ شخص کی طرف داری اور رعایت یا حمایت سے پاک اور برابر انصاف ہونی چاہئے +

عیسائی لوگ بڑے زور سے یہ دعوے کرتے ہیں - کہ اُن کا مذہب عالمگیر ہے - یعنے کہ حضرت عیسےٰ مسیح سب انسانوں کو گناہ سے چھڑانے کے لئے آئے تھے - اور اُن کی خاطر سولی پر اپنی جان دے دی تھی - لیکن اُن کے اس دعوے کی تصدیق بائبل نہیں کرتی چنانچہ متی کی انجیل میں لکھا ہے - کہ ایک کنعانی عورت اُس کے پاس آئی - اور اُس نے پکار کر کہا کہ اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر - ایک بدروح میری بیٹی کو بُری طرح ستاتی ہے - مگر اُس نے کچھ جواب اُسے نہ دیا - اور اُس کے شاگردوں نے پاس آکر اس سے یہ عرض کی - کہ اُسے رخصت کر دے - کیونکہ ہماری پیچھے چلّاتی ہے - اس نے جواب میں کہا - کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا - مگر اُس نے آکر اُسے سجدہ کیا - اور کہا اے خداوند میری مدد کر - اس نے جواب میں کہا - کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں - اس نے کہا - ہاں خداوند کیونکہ کتے بھی اُن ٹکڑوں میں سے کھاتے ہیں - جو ان کے مالکوں کی میز سے گرتے ہیں " +

یہاں صاف الفاظ میں حضرت عیسےٰ نے کہہ دیا ہے - کہ وہ صرف یہودیوں کی رہبری کے واسطے آئے اور کسی قوم کے واسطے نہیں - اور اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ یہودیوں کو اپنے لڑکے کہا - اور غیر یہودیوں کو کتے - حیرانی کی بات ہے - کہ اس پر بھی عیسائی لوگ اپنے مذہب کو عالمگیر ہونے اور حضرت عیسےٰ کو اخوت انسانی (Universal brotherhood) کے بانی ہونے کی ڈینگ مارتے ہیں - زمانہ حال میں کوئی مہذب شخص غیر قوم کی نسبت کتے کا لفظ استعمال کرنا پسند نہ کرے گا - تو پھر حضرت عیسیٰ کا دوسری قوموں کے لوگوں کو کتا کہنا عیسائی دین کو عالمگیر بنانے میں مدد نہیں دے سکتا

پھر متی باب ۷ آیت ۶ میں حضرت مسیح فرماتے ہیں "جو چیز پاک ہے۔ کتوں کو مت دو۔ اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ پھینکو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ انہیں پامال کریں اور پھر کر تمہیں پھاڑیں۔" یہاں کتوں اور سوروں سے مراد غیر قوموں کی ہے۔ کیونکہ حضرت عیسےٰ نے خود اقتباس نمبر ۱ میں غیر قوموں کو کتا کہا ہے۔ مورسنز آف کرسچینٹی Sources of Christianity کے صفحہ ۱۳۴ پر مولف کتاب مذکور نے الفاظ کتے اور سورے مراد غیر قوموں کی لی ہے +

۲۔ بائبل کے سرسری مطالعہ سے بھی ہر کسی پر واضح ہو جاوے گا۔ کہ بائبل کا خدا ہمیشہ اسرائیل کے گھرانے کے ارد گرد ڈولتا رہا ہے۔

۳۔ بائبل یہ تعلیم دیتی ہے۔ کہ صرف غریب لوگ ہی خدا کی بادشاہت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ دولت مند کبھی نہیں +

۴۔ حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ "مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں۔ صلح کروانے نہیں۔ بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں" وغیرہ +

۵۔ بائبل میں یہودیوں کو دوسرے لوگوں پر سختی کرنے اور ان کے زر و زمین لے لینے کی بہت جگہ ہدایت پائی جاتی ہے۔ پرانا عہد نامہ ایسی باتوں سے بھرا پڑا ہے +

۶۔ بائبل یہ بھی تعلیم دیتا ہے۔ کہ ہم اپنے روزمرہ کے گذارے کے لیے اپنی محنت پر انحصار نہ رکھیں۔ بلکہ صرف خدا پر بھروسہ رکھیں۔ پرندوں اور جنگلی پھولوں کی مثال دے کر حضرت عیسےٰ فرماتے ہیں "وہ محنت نہیں کرتے اور نہ کاتتے ہیں۔ اگر خدا میدان کی گھاس کو جامہ پہناتا ہے۔ تو تم کو زیادہ نہ پہنائے گا +

اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا قرآن کی تعلیم عالمگیر ہو سکتی ہے؟

میرے خیال میں قرآن کی تعلیم ہرگز عالمگیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ:-

۱۔ قرآن سورہ سجدہ میں خود اقراری ہے کہ قرآن عربی میں اس واسطے اترا کہ جن کی وہ بولی ہے۔ وہ اس کو سمجھیں +

پس صاف ظاہر ہے۔ کہ قرآن کا الہام صرف عرب کے لوگوں کے واسطے ہوا نہ کہ تمام دنیا کی قوموں کے لئے +

۲۔ بالغرض محال اگر مان بھی لیا جاوے۔ کہ الہامی کتابوں میں مختلف پیغمبروں اور نبیوں کے

تذکرات درج ہو سکتے ہیں۔ تو بھی قرآن عالمگیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں سوائے عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ کے پیغمبروں کے چین جاپان آریہ ورت۔ یورپ۔ امریکہ وغیرہ بیشمار ملکوں کے کسی پیغمبر یا نبی کا ذکر نہیں ہے +

۴۔ قرآن غیر مسلمان لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے اور قتل کرنے کا حکم دیتا ہے اور باعث ثواب ٹھیراتا ہے۔ جیسا کہ آیات مندرجہ ذیل سے ثابت ہے :-

"جنگ کرو اُن سے الغرض جو ایمان نہیں لاتے خدا پر اور نہ قیامت پر اور حرام نہیں جانتے جن کو خدا اور پیغمبر نے حرام کیا اور سچے دین کو اختیار نہیں کرتے" سورہ توبہ

"اور جہاد کرو اپنے مال سے اور اپنی جان سے خدا کے راستہ میں یہ تمہارے واسطے بہتر ہے۔ اگر تم چاہتے ہو" سورہ توبہ +

"پھر اگر نہیں (مسلمان ہوتے) تو اُن کو پکڑو اور مارو جہاں پاؤ۔ اور نہ ٹھیراؤ اُن میں سے کسی کو رفیق اور مددگار" سورہ نساء +

"جو لوگ اعتراض یا طعنہ کرتے ہیں تمہارے دین پر پس قتل کرو۔ ایسے بڑے کافروں کو" سورہ توبہ +

"اگر تم مسلمان ہو تو جنگ کرو اُن کے ساتھ تا خدا تمہارے ہاتھوں سے ان کو عذاب دے اور اُن کو رسوا کرے۔ اور تم کو فتح دے" سورہ توبہ +

"اے پیغمبر جہاد کر کافروں سے اور جہاد کر منافقوں سے اور سختی کر اُن پر۔ اور جگہ اُن کی دوزخ ہے" سورہ توبہ +

"تحقیق خدا نے خرید لیں مسلمانوں کی جانیں۔ اور اُنکا مال بعوض اس کے کہ اُن کو بہشت دے گا۔ اُن کو جو جنگ کرتے ہیں۔ خدا کے راستہ میں۔ پس قتل کرتے اور قتل ہو جاتے ہیں بموجب سچے وعدہ خدا کے" سورہ توبہ +

"جو جہاد کرتے ہیں اپنے مال سے اپنی جان سے ایسے ہی پرہیزگاروں کو خدا جانتا ہے" سورہ توبہ +

کیا اس پر ہمارے مسلمان بھائی یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن میں سوائے حفاظت خود اختیاری Self defence کے کسی غیر قوم کو مارنے کی ہدایت نہیں ہے۔ قرآن کی آیات تو صرف کافروں کی ... مسلمان ... تو دریغ ... سچ

غیر مسلمانوں کے خون سے لکھی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کی دوسروں کے قتل و خون کرنے اور لوٹنے مارنے کی سینکڑوں مثالیں تواریخ سے دی جا سکتی ہیں۔ لیکن طوالت کے خیال سے یہاں درج نہیں کی جاتیں +

۴۔ اب میں چوتھی کسوٹی پر بائبل اور قرآن کو پرکھتا ہوں :۔

چوتھا معیار یہ ہے۔ کہ الہامی کتاب میں خدا کے جیسے صفات افعال و خواص ہیں وہ ویسے ہی درج ہوں +

بائبل سے خدا کا علم چھپانے والا۔ کینہ ور کشتی لڑنے والا۔ باغ میں پھرنے والا۔ جھاڑی میں آگ کی صورت میں نمودار ہونے والا۔ عورتوں اور جانوروں پر ظلم۔ اور ان کو قتل کرنے کا حکم دینے والا۔ شرابیوں اور زناکاروں کے ساتھ خاص دوستی رکھنے والا + آسمان پر رہنے والا جسم میں رہنے والا۔ وغیرہ وغیرہ ثابت ہوتا ہے۔ اس واسطے بائبل الہامی کتاب نہیں مانی جا سکتی +

پرانے عہد نامہ کے مطالعہ سے ہمارا دعوےٰ ہر طرح سے پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے +

یہی حال قرآن کا ہے۔ اس میں بھی خدا کو عرش نشین۔ تمسخر کا عادی۔ مکار۔ جبار۔ قہار۔ طرف دار۔ حیلہ کرنے والا۔ زمین و آسمان سورج چاند ستارہ شہاب ثاقب کی اصلیت سے ناواقف۔ قسمیں کھانیوالا۔ قتل اور خون ریزی لوٹ مار کے احکام نافذ کرنے والا۔ وغیرہ وغیرہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کسوٹی پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے قرآن بھی کلام الٰہی نہیں۔ علاوہ اس بیان کی تائید میں بیسیوں آیتیں درج کی جا سکتی ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر وقت کی تنگی کے خیال سے ان کو پیش نہیں کرتا۔ ناظرین خود قرآن کا مطالعہ کر کے اپنے لئے فیصلہ کر سکتے ہیں +

۵۔ اب میں پانچویں معیار کو لیتا ہوں۔ جو کہ یہ ہے۔ خدا کی تعلیم درست و عقل اور اخلاق کے مطابق ہونی چاہیئے۔ لیکن بائبل اور قرآن کی تعلیم اس معیار کے رو سے ٹھیک نہیں اترتی +

دنیا کی پیدائش کا خلاف علم و عقل طریقہ۔ نیستی سے ہستی۔ مادہ اور روح کی پیدائش کی تعلیم سورج چاند وغیرہ کی اصلیت اور ماہیت سے لاعلمی۔ خاوند و عورت کے باہمی تعلقات میں بے انصافی۔ (ایک خاوند کو ایک وقت میں بہت سی عورتوں سے

شادی کرنے کی اجازت اور قرآن میں خاوند کی مرضی پر عورت کو طلاق کی اجازت) قریبی رشتہ داروں سے شادی کی اجازت غلام اور لونڈیاں رکھنے کا جواز۔ لونڈیوں کے ساتھ ہمبستر ہونے کی اجازت (قرآن) حفاظت منی اور برہمچریہ وغیرہ اصولوں کی غیر موجودگی وغیرہ باتیں قرآن اور انجیل دونوں میں برابر پائی جاتی ہیں۔ اس واسطے پانچویں کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں کتابیں کلام الٰہی نہیں ٹھہرتیں +

۶۔ چھٹی شرط بھی بائبل اور قرآن میں پوری نہیں ہوتی ہے۔ کیونکہ باہمی تضاد کا نقص ان دونوں کتابوں میں پایا جاتا ہے جو بات پہلے کہی گئی ہے۔ عین اس کے برخلاف دوسری جگہ موجود ہے۔ مثلاً پرانے عہدنامے میں یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ "آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت"۔ لیکن خلاف اس کے نئے عہدنامہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ "اگر کوئی تمہاری دائیں گال پر تمانچہ مارے۔ تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دینا چاہیئے" وغیرہ بیسیوں مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح قرآن میں بھی بہتیری متضاد باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ پر لکھا ہے۔ کہ زمین اور آسمان کو خدا نے ۶ دن میں بنایا ہے۔ دوسرے مقام پر پیدائش ۷ دن میں بتائی گئی ہے۔ بیت الحرم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم موجود ہے۔ پھر دوسرے مقام پر اس کے خلاف مکہ کو قبلہ بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں +

۷۔ ساتویں شرط بھی یعنی کلام ربانی کی زبان انسانی نہ ہونی چاہیے۔ بائبل اور قرآن میں پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایک تو عبرانی زبان اور دوسری عربی زبان میں نازل ہوئی۔ جو کہ خاص ملکوں اور قوموں کی زبانیں ہیں۔ اس واسطے یہ کتابیں الہامی نہیں ہو سکتیں +

۸۔ آٹھویں شرط ہے کہ الہامی کتاب میں کوئی تاریخی واقعات اور قصہ کہانیاں نہیں ہونی چاہئیں۔ لیکن اس بات سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ مسلمان اور عیسائی صاحبان خود اس امر کے قائل ہیں۔ کہ انجیل و قرآن میں قصے کہانیاں موجود ہیں۔ اس واسطے یہ شرط بھی بائبل اور قرآن میں پوری نہیں ہوتی +

۹۔ نویں شرط یعنے الہامی کتاب سب دینی و دنیوی علوم کا سرچشمہ ہونا چاہیئے کو بھی بائبل اور قرآن پورا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ علمی اور سائنٹیفک مسائل کا اول تو

ان کتابوں میں ذکر کہیں نہیں اور اگر کہیں ہے بھی تو عموماً غلط اور عقل کے خلاف ۔ دینی باتیں جیسی کہ خدا کے صفات افعال اور خواص اور روح کی اصلیت و ماہیت معرفت الٰہی کے حقیقی وسائل اور ذرائع وغیرہ کے متعلق ان کی تعلیم بالکل طفلانہ ہے ۔ جو کسی عالم حق پسند کی تسلی نہیں کر سکتی +

۱۰ - دسویں کسوٹی پر بھی بائبل اور قرآن پورے نہیں اُترتے ۔ کیونکہ نہ صرف قرآن کا بہت سا حصہ تالمد اور پارسیوں کی کتب مقدسہ سے لیا گیا ہے ۔ اور بائبل کا منبع پارسی مذہب اور بدھ مذہب ہیں ۔ بلکہ اُن کی تعلیم ہر پہلو میں مکمل نہیں ہے ۔ کیونکہ بہت سے سوالوں مثلاً ارواح خدا نے کیسے اور کیوں بنائے ۔ ان کو بلا وجہ کیوں مختلف حالات میں پیدا کیا ۔ شیطان کو کیوں بنایا ۔ اور اس کو خلق خدا کو بہکانے سے کیوں نہ روکا ۔ یا اُس کو سزا کیوں نہ دی وغیرہ وغیرہ ۔ پر کچھ روشنی نہیں ڈالتے + اس واسطے یہ کتابیں الہامی نہیں ہو سکتیں +

۱۱ - گیارہویں شرط بھی بائبل اور قرآن میں پوری نہیں اُترتی ۔ کیونکہ جن کو بائبل کے ملہم قرار دیا جاتا ہے ۔ اُن کی زندگیاں ایسی پاکیزہ اور اعلےٰ درجہ کی نہ تھیں ۔ جیسے کہ خدا رسیدہ لوگوں کی ہونی چاہیے ۔ مثلاً حضرت موسےٰ قاتل تھا ۔ ابراہیم نے اپنی جان بچانے کے واسطے جھوٹھ بولا ۔ داؤد نے اپنے جرنیل کی عورت کو قبضہ میں لانے کے لئے مکروفریب کیا ۔ حضرت محمد صاحب کی زندگی بھی ایسی پوتر نہ تھی ۔ کہ وہ خدا سے الہام پانے کے لائق سمجھے جا سکیں ۔ جذبات پر انھوں نے بالکل غلبہ نہیں پایا تھا ۔ مکروفریب سے کام نکالنے سے بھی اُن کو عار نہ تھی ۔ اس بارہ میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ۔ اُن کی زندگی کے موٹے موٹے واقعات سے بھی اس امر کے باور کرنے میں کوئی شبہ نہیں رہتا ۔ کہ روحانیت کا وہ کمال ان میں موجود نہ تھا ۔ جس کو پا کر انسان کا آتما ہر قسم کی دنیاوی خواہشات اور جذبات کی غلامی سے رہائی پا کر ایشوریہ گیان کے عطیہ سے فیضیاب ہو سکتا ہے +

اب میں ویدوں کو ان کسوٹیوں پر آپ کے سامنے پرکھتا ہوں ۔ اور آپ دیکھیں گے ۔ کہ کیسے وید ان کسوٹیوں پر پورا اترنے کی وجہ سے ایشوری گیان (کلام الٰہی) ۔ ٹھہرتے ہیں :-

۱ - پہلی کسوٹی یہ کہ کتاب الٰہی ۔ آفرینش دنیا میں ہونی چاہیئے ۔ اس کے بارے میں یہ

عرض ہے۔ کہ وید ماننے والوں کا دعوےٰ ہے۔ کہ ویدوں کا ظہور شروع دنیا میں ہوا اور اس کے اثبات مختصراً یہ ہیں:۔

۱۔ مغربی عالم جیسے کہ موکس مولر وغیرہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ وید دنیا کے کتب خانہ میں سب سے پُرانی کتاب ہے۔ چنانچہ پروفیسر موکس مولر کے ترجمہ رگ وید سنگھتا کے دیباچہ مطبوعہ ۱۸۶۹ء صفحہ ۱۰ پر درج ہے "وید بنی نوع کے کتب خانہ میں سب سے پرانی کتابیں ہیں" جبکہ موکس مولر اور دیگر مغربی عالم جو کہ وید کے پیرو نہیں بلکہ مسیحی مذہب کے ماننے والے ہیں۔ اپنی علمی تحقیقات کے بعد یہ فتوے دیتے ہیں۔ تو اس بات کو کون باور کر سکتا ہے (کئی مسلمان صاحبان ایسا کہا کرتے ہیں) کہ پارسیوں کی مذہبی کتاب ژند اوستھا ویدوں سے پرانی ہے +

اس میں کوئی شک نہیں کہ موکس مولر اور عیسائی محققوں نے وید کی تصنیف کا زمانہ ۱۰۰۰ برس سے ۱۵۰۰ برس قبل مسیح قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ عیسائی دین کے عالموں نے انجیل کی بنا پر دنیا کی پیدائش ۱۶۶۲ قبل مسیح سے ۵۸۹۹ برس قبل مسیح قرار دی ہے۔ اور موکس مولر وغیرہ عیسائی محقق انجیل کی تعلیم کے اثر سے کب باہر نکل سکتے ہیں۔ اس واسطے ویدوں کی پیدائش کی تاریخ صرف ۱۰۰۰ برس قبل مسیح سے ۱۵۰۰ برس قبل مسیح کے اندر ہی اندر قرار دیتے ہیں۔ لیکن عیسائی مذہب کے اثرات سے جو لوگ کچھ آزاد ہو گئے ہیں۔ وہ ویدوں کو اتنا نیا نہیں بتلاتے۔ مثلاً

Elphinstone صاحب اپنی کتاب کے ۱۲۷ صفحہ پر لکھتے ہیں۔ کہ آریہ ورت میں علم نجوم ۱۵۰۰ برس قبل مسیح پایا جاتا ہے۔ اور یاد رہے۔ کہ جیوتش یا نجوم ویدوں کی تعلیم کا ایک حصہ ہے اور اسی واسطے اس کو وید انگ کہتے ہیں۔ پلیفیئر (Pleayfair) اور بیلی (Bailey) وغیرہ صاحبان اپنے علم ہیئت کی رو سے رائے دیتے ہیں کہ سنسکرت کی کتابوں میں اکثر ۳۰۰۰ برس قبل مسیح سے پہلے کی آسمانی حالتوں کا بیان ہے مسٹر تلک نے (Tilak) اپنی کتاب اورین (Orion) میں پایہ ثبوت کو پہنچا دیا ہے۔ کہ وید کم سے کم ۶۲۶۵۰ برس قبل مسیح کی تصنیف ہیں۔ اور پروفیسر بلوم فیلڈ (Bloomfield) وغیرہ نے ان کی اس بات کو مان لیا ہے۔ اور اپنی کتاب The Arctic Home in the

موسومہ دی آرکٹک ہوم ان دی ویدز میں ویدوں کی تاریخ کی پیدائش کو اور بھی زور پہنچا دیا ہے +

الغرض جتنی جتنی زیادہ تحقیقات ہوتی جاتی ہیں - اور جتنا تعصب کی عینک کو اتار کر عالم لوگ فراخ دلی سے کام لیتے جاتے ہیں - وید کی قدامت ثابت ہوتی جاتی ہے +

۲- ہمیں تو ویدوں کی قدامت کی نسبت ایسے خیال پڑھ کر ہنسی آتی ہے - کیونکہ جبکہ کلیگ کا زمانہ مسیح سے ۳۱۰۲ برس پہلے ثابت ہے - تو ویدوں کی نسبت یہ خیال کرنا کہ مسیح سے ۱۵۰۰ یا ۲۰۰۰ برس پہلے بنے - کتنا بیہودہ اور لچر ہے۔ Prof Wilson پروفیسر ولسن صاحب بھی ۳۱۰۲ برس قبل مسیح سے کلیگ کا آغاز مانتے ہیں - جب ایسا ہے تو خیال کا مقام ہے - کرت یگ - ترتیا - اور دواپر کا تو کیا ٹھکانا ہے - یہ چاروں یگ ملکر ایک چتریگی بنی ہے - اور ایسی سینکڑوں چتریگیاں بیت چکی ہیں +

۳- سنسکرت میں علم نجوم کی ایک کتاب ہے جس کا نام سوریہ سدھانت ہے - اس میں ایک شلوک درج ہے - جس میں سیاروں کے باہمی تعلقات کے رو سے مصنف نے کتاب کی تصنیف کی تاریخ دی ہے - اس کا حساب لگانے سے وہ ۲۰ لاکھ برس کی پرانی کتاب ثابت ہوتی ہے - یہ بات اس کتاب کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے +

جب وید کے ایک ویدانگ کا یہ حال ہے - تو خود وید جس سے سوریہ سدھانت کے مصنف کیا بلکہ سب رشی منیوں نے جو کہ ہر قسم کے علوم و فنون میں ماہر ہوئے ہیں مختلف علموں کے حاصل کرنیکا اقرار کیا ہے - کتنے پرانے ہوں گے - اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے +

۴- ویدوں کے ابتدائے آفرینش میں ہونے کا ثبوت یہ بھی ہے - کہ ویدوں کا حوالہ اور کتابوں میں ہے - یہاں تک کہ ژند اوستا میں بھی بیاس کا جو کہ مہابھارت کے زمانہ میں کلیگ کے شروع میں ہوا اور جس سے پیشتر سینکڑوں اور ہزاروں رشیوں نے وید پڑھا اور پڑھایا ذکر آتا ہے - لیکن ویدوں میں کسی کتاب یا کتاب بنانے والے یا اور کسی آدمی کا نام نہیں ہے -

۵- ویدوں کے مصنّف ہونے کا کسی آدمی نے دعوےٰ نہیں کیا۔ یہ غلط ہے کہ رشی جن کے نام
وید منتروں کے اوپر لکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے وید بنائے ہیں۔ نرکت میں جو کہ وید کی پرانی
شرح ہے صاف لکھا ہے ऋषयो मन्त्रद्रष्टारः کہ رشی وید منتروں
کے ارتھوں [illegible] والوں کو کہتے ہیں۔ اور [illegible] دلیلیں [illegible] ویدوں کے [illegible]
دنیا کے آغاز میں پیدا ہونے کی [illegible] سکتی ہیں۔ لیکن [illegible] کتاب میں لکھا
کیجاتی ہے +

(۲) دوسری شرط یعنی یہ کہ الہامی کتاب میں کوئی بات قدرت قانون کے خلاف نہ ہونی
چاہیئے۔ ویدوں میں ٹھیک طور پر پوری ہوتی ہے۔ وید تو اپنی سچائی کے لئے قوانین قدرت
کو اپیل کرتے ہیں۔ اس واسطے اور سب مذہبوں سے عجیبات ویدک۔ علوم میں یہ ہے۔
کہ اور مذہب تو علم کی روشنی سے بجھا گئے ہیں اور سائنس اور
علم کی ترقی میں کم سے کم [illegible] راہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ سائنس کی تواریخ سے معلوم ہے۔
Galilio گلیلو اور برونو Bruno وغیرہ بیسیوں عالموں پر ظلم ہوا اور
قتل وغیرہ کیا جانا کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ اور اسی طرح اہل اسلام کا اسکندریہ وغیرہ
کے کتب خانوں کا جلا دینا سب پر عیاں ہے۔ لیکن وید اپنی تعلیم کے راست ہونے کے
لئے قوانین قدرت کے ساتھ مطابقت لازمی قرار دیتا ہے۔ اس واسطے رشیوں
نے علم صرف و نحو۔ علم منطق۔ علم جیالوجی۔ علم ریاضی۔ علم ڈاکٹری علم موسیقی
اور فلسفہ کو ویدانگ اور اُپ وید یعنی ویدوں کے مددگار قرار دیا ہے۔ آج تک کوئی
ایسی وید کی بات نہیں ہے جو کسی مخالف نے پیش کی ہو جو قانون قدرت کے خلاف
ہو۔ پس اس کسوٹی پر پرکھنے سے وید الہامی ثابت ہوتا ہے +

(۳) تیسری شرط یعنی عالمگیر ہونے کی پوری طرح ویدوں پر گھٹتی
ہے کیونکہ کسی قوم یا ملک یا گروہ کا پاس نہیں کیا۔ سب کے لئے یکساں ہدایت کی ہے
جیسا کہ ایشور نے وید میں فرمایا ہے +

यथेमां वाचं कल्याणी मवदानि जनेभ्यः ब्रह्मराजन्याभ्यां
शूद्राय चार्याय च स्वाय चारणाय॥ यजु॰ २६-२

ترجمہ جس طرح میں [illegible] کے لئے اس کلیان [illegible] سے اس جہان اور

نجات کے سکھ دینے والے رگوید وغیرہ چاروں ویدوں کی کلام کی ہدایت کرتا ہوں۔ اسیطرح تم بھی کیا کرو۔ ہم نے سب لوگوں مثلاً برہمن۔ کھشتری۔ ویش شودروں اور نوکروں اور عورتوں وغیرہ۔ اور نہایت اونے سے اونے درجہ کے شودروں وغیرہ کے لئے بھی ویدوں کا اظہار کیا ہے یعنے سب انسان ویدوں کو پڑھ پڑھا اور سن سنا کر علم کو بڑھاویں۔ اچھی باتوں کو اختیار اور بری باتوں کو ترک کرکے دکھوں سے چھوٹیں اور راحت حاصل کریں؛

ویدوں میں کہیں بھی کسی خاص قوم یا ذات یا گروہ۔ یا ملک والوں کے لئے کوئی خاص ہدایت نہیں کی گئی ہے۔ اور نہ ہی کسی کی کسی قسم کی طرفداری پائی جاتی ہے۔ یہ خیال کہ آریہ قوم کا وید ہے۔ بالکل باطل ہے۔ وید کے رو سے آریہ کوئی قوم نہیں ہے۔ بلکہ نیک اور بھلے آدمیوں کا نام آریہ ہے۔ اور برعکس اس کے دشٹ یعنے شریر فتنہ انگیز بدچلن آدمیوں کا نام دسیو ہے۔ پس ہر ایک قوم اور ملک میں آریہ اور دسیو ہو سکتے ہیں اور ہیں۔ اور وید ہی محض اس سے طرفدار ٹھیرتا ہے کیونکہ اس نے کسی خاص قوم کے لئے وید نہیں بنایا ہے۔ بلکہ جیسا کہ اس منتر سے ظاہر ہے سب انسانوں کے واسطے ویدوں کا اظہار کیا ہے؛

۴۔ چوتھے معیار کی رو سے بھی وید ہی ایشور کا کلام ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ ایشور کے صفات افعال اور خواص جیسے کہ درحقیقت ہیں۔ ویسے ہی وید میں پائے جاتے ہیں۔ کہیں ایشور کو جسم سے خالی۔ کینہ یا غصہ والا۔ مکار یا جھوٹا۔ یا جھوٹے یا فریب کرنے والوں کا حامی۔ بے انصافی یا کسی اور گناہ کا مرتکب نہیں لکھا۔ اور نہ ہی لکھا ہے کہ وہ کسی خاص جگہ چوتھے یا ساتویں آسمان پر کرسی پر بیٹھا ہے۔ نہ ہی اسکی جورو یا بیٹا لکھا۔ نہ اس کا جسم میں مقید ہونا لکھا ہے۔ ویدوں میں ایشور کی صفات اور افعال اور خواص اسطرح پر لکھے ہیں:۔

तमीशानं जगतस्तस्थुषस्पतिं धियंजिन्वमवसे हूमहे वयं
पूषा नो यथा वेदसामसद्वृधे रक्षिता पायुरदब्धः
स्वस्तये॥ ऋग्वेद॥

ہم اس پرمیشور کو جو تمام دنیا کا بنانے والا۔ ساکن و متحرک کائنات کا مالک اور

عقل کو روشن و منوّر کرنے والا ہے - اپنی حفاظت کے لئے مدعو کرتے ہیں - وہ
سب کو قوت عطا کرنے والا - اور ہمارا سہارا ہے - اے پرمیشور آپ علم اور
دولت و حشمت وغیرہ کو بڑھانے والے ہیں - آپ اپنی عنایت سے ہماری حفاظت
اور پرورش کریں + (رگوید)

परीत्य भूतानि परीत्य लोकान् परीत्य सर्वाः
प्रदिशो दिशश्च ॥ उपस्थाय प्रथमजामृतस्यात्मना
त्मानमभिः संविवेश ॥ यजुर्वेदे ॥

ترجمہ - جو انسان اس آکاش وغیرہ عناصر اور سورج وغیرہ اجرام - اور
مشرق وغیرہ سمت - اور شمال مشرق وغیرہ درمیانی سمتوں میں - اور العرض محیط و موجود
علیم کل پرمیشور کا جو کہ اپنی قدرت سامرتھ - آتما - اور ابتدائی عناصر لطیف کو پیدا
کرنے والا عین راحت و عین نجات ہے - اپنی آتما کی تمام قوت اور انتھکرن سے
بذریعہ دھیان قرب حاصل کر لیتا ہے - اور اس کو جان لیتا ہے - وہی ٹھیک ٹھیک اس
پرمیشور کو پاکر موکھش یعنے نجات کے سکھ کو بھوگتا ہے + (یجروید)

महद्यक्षं भुवनस्य मध्ये तपसि क्रान्तं सलिलस्य
पृष्ठे ॥ तस्मिञ्छ्रयन्ते य उ के च देवा वृक्षस्य स्कन्धः
परित इव शाखाः ॥ अथर्ववेदे ॥

ترجمہ - جو سب سے بڑا اور سب کا معبود اور تمام کائنات میں سمایا ہوا علیم کل
انترکھش کا قائم کرنے والا - اور پرے ہیں تمام ذرّوں سے ملکر بنی ہوئی دنیا کی حالت
علت میں چلے جانے کے بعد بھی قائم رہتا ہے - اسی کو خدا جاننا چاہیئے + (اتھروید)

नद्वितीयो नतृतीयश्चतुर्थो प्युच्यते ॥ इत्यादि ॥

ترجمہ - اس پرمیشور کے علاوہ کوئی دوسرا - تیسرا - چوتھا - پانچواں - چھٹا - ساتواں - آٹھواں - نواں - یا دسواں ایشور نہیں ہے۔

नतस्य प्रतिमास्ति यस्यनाम महद्यशः॥ यजुर्वेद

ترجمہ - اس خدا کی کوئی تصویر - مثال شکل و صورت نہیں +

ایسے ہی ویدوں میں خدا کے صفات افعال و خواص کے بیان میں ہزاروں منتر ہیں - یہاں نمونے کے طور پر دو چار منتر لکھے گئے ہیں +

۵ - پانچویں معیار - کے رو سے بھی وید ایشور کی پستک ٹھیرتی ہے - کیونکہ اسکی ساری تعلیم راست ہے - اور عقل اور اخلاق کے عین مطابق ہے - مثلاً مادہ اور روح کے بارے میں جو وید بتاتا ہے وہ عین عقل اور علم کے مطابق ہے - عقل سے ثابت ہے - اور سائنس نے اس کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے - کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوسکتی اور مادہ کا ایک ذرہ بھی نہ پیدا ہوا ہے - اور نہ فنا ہوسکتا ہے - صرف صورت تبدیل ہوسکتی ہے چنانچہ وید میں درج ہے :-

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते।
तयोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्त्यनश्नन्नन्यो अभिचाकशीति
यजुर्वेद ॥

ترجمہ - برہما اور جیو دونوں چیتنا (علم ذاتی) اور پرورش وغیرہ صفات سے یکساں بیاپیہ بیاپک کے رشتے سے جڑے ہوئے ایکدوسرے کے ساتھی ہونے کی وجہ سے ازلی ابدی ہیں - اور ویسا ہی ازلی وہ درخت ہے - جس کی جڑ علت اور شاخیں معلول کی صورت میں ہیں - یعنی جس کی کثیف شکل پرلے (قیامت) کے وقت ذرے ذرے ہو جاتی ہے - وہ تیسری ازلی چیز ہے - ان تینوں کی صفات افعال اور خواص بھی ازلی ہیں وغیرہ + (یجر وید)

دھرم اور اخلاق کے بارے میں بھی دیکھئے کہ وید کی تعلیم کیسی اعلے ہے +

संगच्छध्वं संवदध्वं सं वो मनांसि जानताम्। देवा
भागं यथा पूर्वे संजानाना उपासते॥ ऋ० अ० ८ मं० २

ترجمہ - اے انسانوں تم میرے بنائے ہوئے پر انصاف اور بے تعصب ہستی

کی صفت سے موصوف دھرم پر چلو۔ اور ہمیشہ اس پر قائم رہو۔ اور اس کے حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی مخالفت کو چھوڑ کر آپس میں ملو تاکہ تمہارے درمیان اعلےٰ درجہ کا سکھ ہمیشہ ترقی پاوے اور تمام دُکھ مٹ جاویں۔ تم آپس میں ملکر حجت تکرار اور مخالفانہ بحث کو چھوڑ کر باہم محبت کے ساتھ بطریق سوال و جواب گفتگو کرو۔ تاکہ تمہارے درمیان سچے علوم اور عمدہ صفات بخوبی ترقی پاویں۔ اور تم صاحب علم و معرفت بن جاؤ۔ تم ہمیشہ ایسی لگاتار سعی و کوشش کرو کہ جس سے تمہارے دل علم کے نور سے روشن اور آنند سے بھرپور ہوں۔ تم کو دھرم ہی پر عمل کرنا چاہئے۔ ادھرم اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ (یہاں منظر دیتے ہیں) جس طرح زمانہ قدیم کے دیو یعنے صاحب علم و معرفت راستی شعار طرف داری اور تعصب سے خالی۔ عالم اور ایشور اور دھرم کے حکم کو عزیز جاننے والے تمہارے بزرگ تمام علوم سے ماہر اور لائق فائق گذر چکے ہیں۔ مجبھاگ یعنی بھجن (اطاعت یا عبادت) کرنے کے لائق قادر مطلق وغیرہ صفات سے موصوف ایشور کے حکم کی تعمیل یا میرے بتائے ہوئے دھرم پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح تم بھی اسی دھرم کے پابند رہو تاکہ وید میں بتائے ہوئے دھرم کا تم کو بلاشک و شبہ علم ہو جاوے (رگ وید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۸۔ ورگ ۴۹۔ منتر ۲) +

اتفاق رائے اتحاد و محبت

اے انسانو! تمہارا منتر (وچار یا مشورہ) سب کی بھلائی کرنے والا یکسان و متفق یعنی باہمی مخالفت سے آزاد ہو (جس میں یا جس کی معرفت ایشور سے لے کر مٹی تک تمام ظاہر و مخفی فوائد صفات اور اشیاء کا بیان کیا جاتا ہے یا علم ہوتا ہے۔ اس کو منتر یا وچار کہتے ہیں۔ مثلاً راجہ کے وزیر کو منتری اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ حق و ناحق کی تمیز کرنے والا ہوتا ہے۔ گو یہاں بھی منتر سے واقفیت کا نتیجہ مراد ہے) جب کسی زیر بحث یا تصفیہ طلب معاملہ پر بہت سے آدمی ملکر وچار یا غور کریں۔ تو اس وقت اگرچہ سبھا سدوں (اہالیان مجلس) کی رائے جدا جدا ہو تاہم سب کی رائے کا لب لباب لے کر جو بات سب کی بہتری اور رفاہ عام کی معلوم ہو۔ یا جو رائے سچی و صائب ثابت ہو اس کو منتخب یا جمع کر کے ہمیشہ اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ تاکہ عوام الناس میں ہمیشہ اعلےٰ درجہ کا سکھ خواہش۔ دن بدن بڑھتا رہے) سمتی (مجلسی انتظام کے قواعد یعنے وہ پرانصاف اور نیک اصول جن سے ہر انسان کی عزت اور علم کی ترقی مقصود ہو۔ جو

برہم چریہ اور حصول تعلیم وغیرہ عمدہ اوصاف پیدا کرنے والے ہوں۔ جن سے بذریعہ عمدہ راجی سبھاؤں (عدالتوں) کے نظم ونسق سلطنت باسلوبی انجام پاویں۔ اور جو پرمارتھ (اعلیٰ مقصد انسانی یعنی نجات) کے راستے کو صاف کرنیوالے اور روحانی اور جسمانی طاقتوں اور صحت کو ترقی دینیوالے ہوں وہ بھی سب انسانوں کو یکساں آزادی دینے اور اُن کی راحت کو بڑھانے کے لئے) یکساں ہی ہونے چاہئیں۔ تمہارا من یعنی سنکلپ وکلپ (ارادہ وتامل) کرنے والا دل بھی یکساں یعنے باہم متفق رہنے کا عادی ہو۔ (سنکلپ خواہش یا ارادہ اور وکلپ نفرت یا تامل کو کہتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ اچھے گنوں کی خواہش اور بُرے گنوں سے نفرت رکھنی چاہئے) تمہارا چِت یعنی اگلی اور پچھلی باتوں کو یاد رکھنے والی قوت حافظہ اور دھرم اور ایشور کی یاد شنکر بھی یکساں ہو۔ یعنے تمام جانداروں کے دکھوں کو دور کرنے اور اپنی آتما کی طرح سب کو سکھ پہنچانے کے لئے سعی وکوشش کرنی چاہئے۔ تم کو باہمی راحت اور بہتری اور فائدہ کے لئے تمام طاقتیں مجتمع کرنی چاہئیں۔ میں ایشور اُن لوگوں پر جو تمام جیووں کو مثل اپنی آتما کی مثال برتاؤ کرتے ہیں۔ اور دوسروں کی بھلائی کرنے والے اور سب کو سکھ دینے والے ہیں۔ اپنی نظر رحمت رکھتا ہوں۔ اور تم کو پہلے بیان کئے ہوئے یا آگے ذکر ہونے والے دھرم کو بتاتا ہوں۔ تم سب کو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ تاکہ تمہارے درمیان کبھی حق کا زوال اور ناحق کا عروج نہ ہو۔ نہیں۔ ہوئی یعنے ہر قسم کا لین دین سچائی کے ساتھ کرنا چاہئے۔ میں تم کو یکساں و سچے لین دین وغیرہ دھرم میں ہدایت کرتا ہوں۔ اس لئے تم کو میرا بتایا ہوا دھرم ماننا چاہئے۔ اور اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا چاہئے۔"

(رگ وید اشٹک ۸۔ ادھیائے ۸۔ ورگ ۴۹۔ منتر ۳)

تمام قوت نیک کاموں میں لگانی چاہئے۔

"اے انسانو! جس قدر تمہاری طاقت ہے۔ اس کو اتفاق کے ساتھ دھرم کے کام میں لگاؤ۔ اور ہمیشہ سب کے سکھ کو بڑھاؤ۔ تمہاری آکوتی یعنی قوت وحوصلہ وطریقہ راست شعاری بھی سب کی بھلائی کے لئے اور سب لوگوں کو سکھ دینے والا ہو۔ تم کو ایسی تدبیر کرنی چاہئے۔ کہ میرا یہ ہدایت کیا ہوا دھرم زوال نہ پاوے۔ تمہارے فعل دلی محبت پیدا کرنے والے اور ہمیشہ خصومت ودشمنی سے پاک یکساں اور متفق ہوں۔ تمہارا من یکساں و برابر ہو (من دل کی تعریف میں

شت پتھ براہمن کانڈ ۱۴ - ادھیائے ۴ کا حوالہ نیچے درج کیا جاتا ہے -
پہلے دل سے حق وناحق کی تمیز کرکے پھر کسی بات پر عمل کرنا چاہیئے - من کی دس قوتیں ہیں - کام یعنے نیک گنوں کی خواہش - سنکلپ یعنے نیک گنوں کے حاصل کرنیکا عزم وارادہ - وچکتسا یعنے شک یا اعتراض پیدا کرکے تحقیقات واطمینان کرنیکی خواہش - شردھا یعنے ایشور اور سچے دھرم وغیرہ گن کی باتوں پر پورا پورا اعتقاد ہونا - اشردھا یعنے ایشور کی ہستی سے منکر ہونے وغیرہ ادھرم کی بات پر قطعی یقین نہ رکھنا - دھرتی یعنی سکھ دکھ سہکر بھی ایشور اور دھرم پر ہمیشہ اعتقاد قائم رکھنا - ادھرتی یعنے برے گنوں کو اختیار نہ کرنا - اور ان میں قائم نہ ہونا - ہری یعنے پاپ کے کام کرنے اور کھوٹے یا برے چلن سے دل کو روکنا یا نفرت کرنا - دھی یعنے اچھے گنوں کو فوراً اختیار کرنے کا عادی ہونا - بھی یعنے جھوٹ کھوٹے چلن اور ایشور کے حکم کی نافرمانی اور پاپ وغیرہ کرنے سے یہ سمجھ کر کہ ایشور ہم کو سب جگہ دیکھتا ہے ہمیشہ خوف کرنا)" اے انسانو! تمہیں ہمیشہ ایسی کوشش کرنی چاہیئے کہ باہمی امداد سے تمہارا سکھ ترقی پاوے سب کو سکھی دیکھکر دل میں خوش ہونا چاہیئے - اور دوسرے کو دکھی دیکھ کر کسی کو ہرگز دکھ نہ دینا چاہیئے - بلکہ ہمیشہ ایسی کوشش کرنی چاہیئے کہ سب فارغ البال اور سکھی رہیں" (رگ وید - اشٹک ۸ - ورگ ۹ - منتر ۴) +

مخلوقات کا مالک ومحافظ پرمیشور دھرم کا اپدیش (ہدایت) کرتا ہے کہ اے وے سب لوگوں کو ہمیشہ سچائی پر پورا پورا اعتقاد رکھنا چاہیئے - اور جھوٹ پر کبھی یقین نہ لانا چاہیئے - مخلوقات کے مالک ومحافظ پرمیشور نے دھرم یا سچائی اور ادھرم یا جھوٹ کی ماہیت یعنے ظاہر ومخفی نشانات کو دیکھ کر اپنے علم کامل سے دونوں کی تقسیم کردی ہے یعنے پرمیشور نے تمام

سچ اور جھوٹ کی قدرتی تمیز

انسانوں کو جھوٹ ناحق - ادھرم اور ناانصافی میں بے اعتقادی دی ہے - یعنے اس کی ہدایت ہے - کہ ادھرم پر اعتقاد یا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے - اسی طرح مخلوقات کے مالک ومحافظ - عالم کل ایشور نے وید میں بیان کئے ہوئے سچے اپدیش (علم الیقین) وغیرہ پرمانوں (دلائل) سے ثابت ہوئے رو رعایت انصاف اور دھرم میں اعتقاد یا اعتبار عطا کیا ہے" (یجروید ادھیائے ۱۹

منتر ۲۰)

اس لئے ہر انسان کو اپنی طبیعت ہمیشہ ادھرم سے ہٹاکر دھرم کیطرف مائل کرنی چاہئے۔ سب لوگوں کو ہمیشہ سب کے ساتھ بڑی محبت اور ملنساری سے برتنا چاہئے اور سب کو ایشور کا بتایا ہوا دھرم قبول کرنا چاہئے۔ اور ایشور سے پرارتھنا (استدعا) کرنی چاہئے کہ دھرم پر اعتقاد جما رہے۔ مثلاً (اس طرح پرارتھنا کرے)۔

باہم محبت سے ملکر رہنا چاہئے

اے سب دکھوں کے مٹانے والے ایشور! میرے اوپر رحم کر تاکہ میں سچے دھرم کو ٹھیک جان سکوں۔ اور تمام جاندار مجھ پر بے تعصب دوستانہ محبت کی نظر رکھیں۔ یعنے سب میرے دوست ہوں۔ آپ میری اس نیک خواہش کو مضبوط کیجئے۔ اور مجھے سچے سکھ اور نیک گنوں میں ہمیشہ ترقی عطا کیجئے۔ میں تمام جان داروں کو اپنی آتما کے مثال دوستانہ محبت و پیار کی نظر سے دیکھوں۔ اور ہم سب ہر قسم کی مخالفت کو چھوڑکر باہم ایک دوسرے کو محبت کی نظر سے دیکھیں اور ہمیشہ ایک دوسرے کو سکھ پہنچانے کی کوشش کرتے رہیں (یجر وید ادھیائے ۳۶ منتر ۱۸)

اس ایشور کے اُپدیش (ہدایت) کئے ہوئے دھرم کو ماننا ہر انسان پر یکساں فرض ہے اور چونکہ اُس کی مدد کے بغیر سچے دھرم کا گیان (علم) انُشٹھان (پابندی)، اور پورنی (تکمیل و کامیابی) نہیں ہوسکتی اس لئے ہر انسان کو ایشور سے اسطرح مدد مانگنی چاہئے کہ:

نیک اراووں میں ایشور بھی مدد کرتا ہے۔

اے اگنی (پرمیشور) عہد و صداقت کے مالک و محافظ (برت پتی) میں سچے دھرم پر چلوں گا۔ یعنی اسکی پابندی کروں گا۔ (شتپتھ براہمن کانڈ ۱۔ ادھیائے ۱ میں لکھا ہے کہ "جن میں سچائی ہے۔ اُن کا نام دیو ہے۔ اور جن میں جھوٹ ہے۔ اُن کا نام منُش (انسان) ہے۔ دیو ہی برت (عہد) کرتے ہیں۔ کہ سچ بولیں" سچائی پر عمل کرنے سے منش ہوتے ہیں۔ اس لئے سچ پر عمل کرنے ہی کو دھرم کہتے ہیں) اے پرمیشور مجھے سچے نیک چلن اور دھرم پر عمل کرنے کی طاقت ہو آپ مجھ کو ہمت دیجئے کہ میرا یہ سچے دھرم کا عہد آپ کی عنایت سے پورا ہو (عہد مذکور یہ ہے کہ) میں آج سے سچے دھرم کی پابندی اور جھوٹ کھوٹے چلن اور ادھرم سے دوری اختیار کرتا ہوں"

(یجر وید ادھیائے ۱ منتر ۵)

ہمت مرداں مدد خدا

اس دھرم کے عہد کو نباہنے کے لئے ایشور سے پرارتھنا اور خود بھی پرشارتھ یعنی کوشش و ہمت کرنی چاہیئے۔ جو شخص خود محنت و کوشش نہیں کرتے۔ اُن پر ایشور مہربانی نہیں کرتا۔ مثلاً[1] جسے آنکھ دی ہے۔ وہی دیکھتا ہے۔ نہ کہ اندھا اسیطرح جو شخص دھرم پر عمل کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اور اس کے لیے خود تدبیر و کوشش اور ایشور کی مہربانی کے لئے پرارتھنا (استدعا) کرتا ہے۔ اسی پر ایشور مہربان ہوتا ہے۔ نہ کہ اُس کے خلاف کرنیوالے پر۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اسباب کو پیدا کرنیکا سامان اور ذریعہ ایشور نے پہلے ہی سے جیو کو عطا کر دیا ہے۔ اور اس کو اس مقصد کے حصول کے لیے عین موزوں و مناسب بنایا ہے۔ جس شئے سے جس قدر فائدہ لینا ممکن ہے۔ اس کو حاصل کرنیکے لئے خود ہمت اور کوشش کرنی چاہیئے۔ اور اس کے بعد ایشور کی مہربانی و رحمت کا خواستگار ہونا چاہیئے۔ جب کوئی انسان دھرم کے جاننے کی خواہش اور سچائی پر عمل کرتا ہے تب ہی اس کو سچائی کا علم ہوتا ہے۔ اور ہر انسان کو سچائی پر ہی اعتقاد رکھنا چاہیئے + نہ کہ جھوٹ پر۔

سچائی کا انعام

اور جو شخص سچا برت (عہد) کرتا ہے۔ وہ دکھشا (اعلےٰ درجہ) کو پاتا ہے اور جب وہ دکھشا پاکر عمدہ اور اعلےٰ گنوں کے ذریعہ سے صاحب رتبہ ہو جاتا ہے۔ اسوقت ہر طرف سے اُس کی عزت اور قدر و تعظیم ہوتی ہے۔ یہی اس کی دکشنا (انعام) ہے۔ اس انعام کو وہ اسی دکھشا یعنے اچھے گنوں پر عمل کرنے سے حاصل کرتا ہے۔ جب وہ برہمچریہ وغیرہ سچے برتوں (عہدوں) سے خود اپنی ذات اور نیز دوسروں سے تعظیم یافتہ ہوتا ہے۔ تب وہی قدر (دکشنا) اس پر سب کا پختہ اعتقاد اور اعتبار جما دیتی ہے۔ کیونکہ سچ پر عمل کرنے ہی سے عزت و اعتبار ہوتا ہے۔ جب درجہ بدرجہ اس کا اعتبار بڑھتا جاتا ہے۔ تب اسی اعتبار سے وہ پرمیشور۔ موکش اور دھرم وغیرہ کو حاصل کرتا ہے ؛؛

(یجر وید۔ ادھیائے ۱۹۔ منتر ۳۰)

اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ سچائی تب ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ جبکہ انسان میں دھرم ہمت اور تدبیر اور محنت ہوں +

---

[1] مثلاً دیکھنے کے لئے آنکھ وہی کام کرنے کے لئے ہاتھ چلنے کے لئے پاؤں اور نیک و بدکی تمیز کیلئے عقل الغرض ایک سے ایک اعلےٰ قوت اور طاقت عطا کی ہے جن کا نیک کاموں میں استعمال کرنا انسان کا فرض ہے [illegible]

تپ - رت - ستیہ شری وغیرہ

"ایشور نے شرم (تدبیر - محنت و سعی) اور تپ (دھرم کی پابندی) سے تمام انسانوں کو بنایا یا پیدا کیا ہے - اس لئے انسان کو اُس برہم یعنی وید - پرمیشور کے گیان (معرفت) سے عالم و عارف ہونا چاہئے - رت یعنی برہم یا محنت پر بھروسہ کر کے ہمیشہ اُن کی پابندی کرنی چاہئے"

(اتھروو ید کانڈ ۱۲ - انوواک ۵ - منتر ۱)

ہر انسان کو ستیہ یعنی وید اور شاستروں اور پرتکش (علم الیقین) وغیرہ پرمانوں (دلائل) سے خوب آزما کر بے شک و شبہ سچائی کو حاصل کرنا چاہئے - اور بڑی تدبیر و کوشش سے شری یعنی نیک گن اور نیک چلن یا عالمگیر حکومت وغیرہ اعلےٰ درجہ کی لکشمی (اقبال و حشمت) اور یش یعنے اچھے گنوں کو اختیار کرنے اور سچائی کی پابندی سے ناموری اور شہرت حاصل کرنی چاہئے" (اتھروو ید کانڈ ۱۲ - انوواک ۵ - منتر ۲) +

ان منتروں میں شرم - تپ - رت - ستیہ شری اور یش - سب دھرم کے نشان (لکشن) بتائے گئے ہیں +

دھرم کے اصول

"ہر انسان کو ہمیشہ سودھا یعنے اپنی ہی چیز پر قناعت کرنے یا نیک گنوں کو اختیار کرنے سے سب کا خیر خواہ ہونا چاہئے - اور شردھا یعنے اعتبار کو بڑھانا چاہئے (اعتبار کی جڑ سچائی ہے - نہ کہ جھوٹ اس سے سچائی میں قائم رہنا چاہئے) اور راستی شعار سچے عالموں کی سچی نصیحت (اپدیش) سے اپنے آپ کو سدھارنا اور نیز سب لوگوں کا گیتا یعنے سدھارنے والا اور یگیہ یعنی محیط کل پرمیشور کی نظر میں سب کو فائدہ پہنچانے والے اشو میدھ وغیرہ یگیوں یا علم صنعت (شلپ ودیا) اور فن ہنر (کریا کشلتا) میں معزز و ممتاز ہونا چاہئے یہ دنیا (لوک)، دولت (دھن) ہے - اس لئے جب تک جئے سب کو برابر فائدہ پہنچانا - اور نیک کاموں کا پابند رہنا مناسب ہے" (اتھرو وید کانڈ ۱۲ - انوواک ۵ منتر ۳) +

یہ ایشور کا اپدیش (ہدایت) ہے جسے سب کو ماننا چاہئے +

"اوج یعنی عدل و انصاف کو نگاہ رکھنے میں سعی و کوشش اور تیج یعنی سچے کاموں میں دلیری بہادری - بے خوفی اور دل کی شیری رکھنی چاہئے - اور سہہ یعنی سُکھ دُکھ یا نفع نقصان پا کر رنج یا خوشی نہ ماننا - بلکہ اُن کو برداشت کرنا اور اُن کو مغلوب کرنے کے لئے بڑی تدبیر و کوشش

[illegible]

دماغ وغیرہ کی صحت قائم رکھنا - اور اعضا کی توانائی - عقل کا رسوخ - صفائی اور قوت وجلال سے رعب وداب حاصل کرنا چاہیئے - واک یعنی زبان کو علم وتربیت - راست گوئی وشیریں کلامی وغیرہ نیک اوصاف سے آراستہ کرنا چاہیئے - اور اندریہ یعنی واک (قوت گفتار) کے علاوہ من وغیرہ چھہ حواس باطنی (گیان اندری) اور (چونکہ قوت گفتار تمثیلاً آئی ہے اسلئے) پانچوں قوا احساس خارجی (کرم اندری) بھی سچے دھرم میں قائم اور پاپ سے ہمیشہ الگ رکھنی چاہئیں - شری یعنی کامل تدبیر ومحنت سے عالمگیر حکومت حاصل کرنا چاہیئے - اور ہر انسان کو دھرم یعنی ویدوں میں بتائے ہوئے دھرم پر جس سے پُر انصاف وبے تعصّب سچائی پر عمل کرنا - اور سب کی بھلائی کرنا مراد ہے - ہمیشہ عمل کرنا چاہیئے" (اتھرووید کانڈ ۱۲ - انوواک ۵ منتر ۷) +

واضح رہے کہ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے یا اب آگے کہتے ہیں وہ سب دھرم ہی کی تشریح ہے -

"برہم یعنی براہمن - اعلے درجہ کے عالم اور عمدہ گنوں اور اعمال والے - اور دوسروں میں اچھے گنوں کو پیدا کرنیوالے ہونے چاہئیں - یعنی براہمن کو ہمیشہ مذکورہ بالا گنوں میں ترقی کرنی چاہیئے - کشتر یعنی کشتری صاحب علم - کارواں - بہادر - مستقل مزاج - دلیر اور جفاکش ہونا چاہیئے - راشٹر یعنی راج ہمیشہ نیک آدمیوں کی سبھا اور عمدہ ومعقول قوانین کے ذریعہ سے ایسے نیک اصول پر ہونا چاہیئے کہ جس میں سب کو سکھ ملے - وش - یعنی بنج بیوپار کرنے والے ویش وغیرہ رعایا کے لئے تمام روئے زمین پر بے روک ٹوک آمد ورفت کا ذریعہ قائم کرکے بذریعہ تجارت دولت کی ترقی اور حفاظت کرنی چاہیئے - توشی یعنی علم کی روشنی اور نیک تربیت سے نیک گنوں اور پاک خواہشوں کو پیدا کرنا چاہیئے - یش یعنی دھرم کے ساتھ اعلےٰ ناموری قائم کرنی چاہیئے - ورچہ یعنی نیک علوم کی اشاعت اور پڑھنے پڑھانے کا معقول انتظام کرنا چاہیئے اور دروِل یعنی غیر حاصل چیز کو انصاف وحق کے ساتھ حاصل کرنے کی خواہش اور حاصل شدہ کی حفاظت اور حفاظت کی ہوئی چیز کی ترقی اور ترقی یافتہ دولت کو نیک کاموں میں لگانا چاہیئے - اور اس چار قسم کی تدبیر سے دولت وحشمت کی ترقی سکھ کیلئے ہمیشہ کرنی چاہیئے" (اتھرووید کانڈ ۱۲ - انوواک ۵ منتر ۸) +

"آپہ یعنی حفاظت منی اور کھانے پینے وغیرہ کے عمدہ اصول اور برہم چرج

پر بخوبی عمل کرنے سے عمر و طاقت کو بڑھانا چاہیے۔ رُوپ یعنی نفس پرستی سے کنارہ کش ہو کر اپنے جسم کو سڈول و خوش وضع رکھنا چاہیے۔ نام یعنی نیک کام کرنے سے اپنے نام کی شہرت حاصل کرنی چاہیے۔ تاکہ اوروں کو بھی نیک کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہو کیرتی یعنی نیک گُنوں کو حاصل کرنے کے لئے ایشور کے گُنوں بیان (کیرتن) کرنا یا سچی ناموری حاصل کرنی چاہیے۔ پران۔ پان یعنی پرانایام کے طریق سے پران اور اپان کی صفائی اور قوت افزائی کرنی چاہیے۔ جو ہوا جسم سے باہر نکلتی ہے۔ اس کو پران کہتے ہیں۔ اور جو باہر سے جسم کے اندر جاتی ہے۔ اُس کو اپان کہتے ہیں۔ صاف پاک جگہ میں رہنے اور ان دونوں سانسوں کو (قوت کے موافق) اندر اور باہر روکنے سے عقل اور دماغ اور جسم کی قوت بڑھتی ہے۔ چکشو و شرونز یعنی عین الیقین وغیرہ (پرتکیش) اور لفظوں سے پیدا ہونے والے علم سماعی یا ایمان (قیاس) وغیرہ دلائل (پرمان) کا بھی پورا پورا علم ہونا چاہیے۔ اور اُن کے ذریعہ سے سچا علم اور سچی معرفت حاصل کرنی چاہیے۔" (اتھروید کانڈ ۱۲۔ انوواک ۵ منتر ۹)

"پیہ یعنی پانی وغیرہ اور رس یعنی دودھ اور گھی وغیرہ سب چیزیں ویک (علم طب) کے مطابق صاف اور درست کرکے استعمال کرنی چاہیے۔ انّ یعنی اناج یا پکائی ہوئی غذا اور انّادیہ یعنی کھانے کے لائق صاف اور عمدہ بنایا ہوا کھانا بنا کر کھانا چاہیے۔ رت یعنی برہم کی ہمیشہ اپاسنا (عبادت) کرنی چاہیے۔ اور ستیہ یعنی علم الیقین (پرتکیش) وغیرہ دلائل (پرمان) سے ثابت کیا ہوا جیسا علم اپنی آتما میں ہو ویسا ہی ہمیشہ صحیح صحیح بیان کرنا چاہیے اور خود بھی اسی کو ماننا چاہیے۔ اشٹ یعنی برہم کی اپاسنا (عبادت) اور سب کو فائدہ پہنچانے والی یگیہ کرنی چاہئیں۔ پورت یعنی دل۔ زبان اور فعل سے کامل محنت و کوشش کے ساتھ یگیہ کی تکمیل اور برہم اپاسنا (عبادت الٰہی) کے لئے تمام سامان بہم پہنچانا چاہیے۔ پرجا یعنی اولاد وغیرہ یا رعیت کو عمدہ تعلیم و تربیت دے کر سکھی رکھنا چاہیے۔ اور پشو یعنی ہاتھی گھوڑے وغیرہ جانوروں کو بخوبی سدھانا اور تعلیم دینا چاہیے۔" (اتھروید کانڈ ۱۲۔ انوواک ۵ منتر ۱۰)

۶۔ چھٹی شرط بھی کہ الہامی کتاب میں متضاد باتیں نہیں ہونی چاہئیں۔ وید ہی میں پوری ہوتی ہے۔

۷۔ ساتویں شرط جو کہ زبان کے بارے میں ہے۔ وہ بھی وید میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ انسان کی کوئی زبان نہ تھی جس سمے کہ دنیا کے آغاز میں وید کا ظہور ہوا تھا۔ اور میں یہ بھی ثابت کر آیا ہوں۔ کہ علم اور زبان کا باہمی تعلق ایسا ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ یہ اعتراض کہ جب رشیوں کو جن کے آتما میں ویدوں کا پرکاش ہوا۔ وید کی زبان نہ آتی تھی۔ تو کیسے اُن کو پرماتما نے وید سکھایا۔ کچھ چنداں وزن دار نہیں ہے۔ کیونکہ پرماتما نے رشیوں کے ہردوں میں موجود ہونے سے اپنے انتریامی روپ سے اور سروشکتیمان ہونے کی وجہ سے وید کا علم اور زبان ایک ساتھ جتلا دئے۔ اگر آپ ذرا سا علم مسمرزم کی طرف دھیان دیں۔ اور (کروکس) Crookes جیسے بڑے بڑے عالم لوگوں کے تجربات کو مطالعہ کریں۔ تو اسباب کے سمجھنے میں بالکل دقت نہیں رہتی۔ کہ کس طرح سے پرماتما انسان کو علم اور زبان سکھا دیتا ہے۔ مسمریزم میں فاعل یعنے مسمرائیزر آسانی سے اپنے خیالات مفعول کے اندر داخل کر سکتا ہے۔ اور یہاں تک دیکھنے میں آیا ہے اور معتبر کتابوں میں درج ہے۔ اور میرا ذاتی تجربہ بھی ہے۔ کہ مفعول بعض دفعہ خیالات کو غیر زبان میں ظاہر کر سکتا ہے۔ دوسرے کے خیالات کے پڑھ لینے میں بھی Thought Reading میں بھی ایسا ہی عمل ہوتا ہے۔

کلیر وائینٹ Clairvoyant state حالت میں کوسوں دور بیٹھے ہوئے غیر ملک کے حالات مفعول بتا سکتا ہے اور غیر زبان میں بھی (جس کا اسکو عام حالت میں کوئی علم نہیں ہے) بتا سکتا ہے۔ جب اس کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اور بہت سے عالموں نے کیا ہے۔ تو کیا ایسے ہی طریقہ سے ایشور بھی رشیوں کے آتماؤں میں اپنے کلام کو اس کی زبان میں ڈال نہیں سکتا تھا؟ اس میں شک کرنے کے لئے کوئی معقول وجہ معلوم نہیں دیتی +

یہاں اسباب کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم آریہ لوگ وید کے شبدوں کے معنے اور شبدوں کے تعلق کو ازلی اور ابدی سمجھتے ہیں۔ چونکہ وید ایشور کا گیان ہے۔ اور زبان بھی ایشور کی طرف سے ہے۔ کیونکہ میں ثابت کر آیا ہوں کہ زبان انسان کی ایجاد نہیں ہو سکتی۔ نیز وید ایشور کا علم ہونے سے اور ایشور کے

غیر فانی اور ہمیشہ موجود ہونے سے اس کا گیان بھی ازلی و ابدی ہونا چاہیے۔ وید کی زبان سب انسانی زبانوں سے اسبات میں بھی اختلاف رکھتی ہے۔ کہ اس میں عروض کا کمال اور الفاظ مصدری معنوں میں استعمال کیے گئے ہیں۔ اور صنعت کثیر المعانی کے ذریعہ سے ایک ہی لفظ سے دس دس علمی باتوں کا بیان کیا گیا ہے۔ مصدری معنوں کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ اٹکل پچو معنوں میں استعمال نہیں ہوتے۔ بلکہ ہمیشہ مصدر سے اس کے معنے نکلتے ہیں۔ مثلاً گو لفظ ہے۔ جو کہ گ مصدر سے نکلا ہے۔ جس کے معنے چلنے کے ہیں۔ اس واسطے جو متحرک شئے ہے۔ اس کا نام گو ہو سکتا ہے۔ اس واسطے علاوہ گائے کے اور جانوروں کا نام گو ہے۔ اور زمین چونکہ چلتی ہے۔ اس کا نام بھی گو ہے۔ یہی حال اور سب وید کے معنوں کا ہی ہے۔ کوئی انسانی زبان نہیں ہے جس کی بناوٹ میں یہ خوبی پائی جاوے۔ وقت کے تنگ ہونے سے ویدوں کی زبان اور طرز بیان جتلانے سے معذور ہوں۔ ورنہ یہ خود اتنا بڑا وسیع مضمون ہے۔ کہ اس پر ہی ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے +

۹۔ نویں معیار کے مطابق بھی وید ہی ایشور کا کلام ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ وید میں کوئی قصہ وکہانی نہیں ہے۔ جو لوگ ویدوں میں دریاؤں پہاڑوں یا رشیوں کے نام بتاتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ اور اس غلطی کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ویدوں کے الفاظ کو مصدری معنوں میں نہیں لیتے۔ بلکہ اوڑھی یعنے اٹکل پچو۔ وید کی سب سے پرانی لغات یعنے نرکت وغیرہ صاف طور پر بتاتی ہیں۔ کہ وید کے الفاظ کے ہمیشہ مصدری معنے لینے چاہئیں۔ لغوی یا مصدری معنے لینے سے پہاڑوں یا دریاؤں یا انسانوں کا نام وید میں نہیں پایا جاتا +

۱۰۔ دسویں کسوٹی پر ویدوں کو پرکھنے سے بھی وید کلام الٰہی ثابت ہوتی ہے وید سب علموں کا چشمہ ہے۔ اور بیج روپ سے سب علوم وید میں ہیں۔ سوامی دیانند سرسوتی جی کی مشہور تصنیف رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا میں اس مضمون پر مفصل بحث کر کے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی گئی ہے۔ ایک اور ثبوت وید کے سب علوم کے چشمہ ہونے کا یہ بھی ہے۔ کہ آریہ ورت کے پرانے لوگوں نے سب علوم میں ترقی خود بخود بغیر باہر سے کسی قوم سے مدد لینے کے کی تھی۔ جس کی تواریخ شاہد ہے

کتاب موسومہ ہندو سپیریارٹی Hindu Superiority میں
اس کے لیئے بہت مصالحہ موجود ہے۔ دوسرے سنسکرت کے سب عالم فلاسفر
منطقی۔ علم موسیقی۔ علم نجوم۔ علم ریاضی کی کتابوں کے مصنف ویدوں کو اپنے علم
کا منبع بتاتے ہیں +

۱۱۔ گیارھویں شرط بھی ویدوں میں پوری طرح سے پائی جاتی ہے۔ کیونکہ وید
اپنے میں مکمل ہے۔ اور کسی کتاب کا محتاج نہیں ہے۔ دو مصدری معنوں میں الفاظ
کے مستعمل ہونے سے وید کے معنے جاننے کے لیئے اور کسی کتاب کی ضرورت
نہیں ہے +

۱۲۔ بارھویں معیار کے رو سے بھی وید ایشور کی کلام ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ
وید کے ملہم چار معمولی انسان نہ تھے۔ بلکہ وہ لوگ تھے۔ جن کو رشی کی پدوی ملی تھی اور
رشی وہ ہوتا ہے۔ جو کہ شدھ پوتر پاکیزہ زندگی بسر کرے۔ جس کا دل شیشہ کی طرح
شفاف ہو۔ اور روحانیت میں کمال حاصل کرے۔ اور جذبات پر پورا پورا تصرف ہو۔
اور عالی دماغ ہو۔ ویدوں کے چار ملہموں کو برہما سے لے کر سب لوگ رشی کے نام
سے پکارتے آئے ہیں۔ اور کسی شخص نے بھی آج تک اُن کے چلن وغیرہ پہ کوئی دھبہ
لگانے کی جرأت تک نہیں کی ہے +

۱۳۔ تیرھویں شرط بھی ویدوں میں پوری ہوتی ہے۔ کہ وید خود بھی پرماتما سے
ظہور میں آنے کا دعوے کرتا ہے :-

तस्मात् यज्ञात् सर्वहुत ऋचः सामानि जज्ञिरे छन्दांसि
जज्ञिरे तस्माद्यजु स्तस्मादजायत ॥ यजुर्वेद

ترجمہ۔ جذاناش رہت علیم کل سب سے پرستش کئے جانے کے لائق ہے۔ اسی سے
رگوید یجروید سام وید اور اتھروید ظہور میں آئے ہیں (یجر وید)

اعتراضات کا مختصر جواب

ویدوں کے الہام کی نسبت جو مخالف لوگ مختلف رائیں دیتے ہیں۔ وہ غلطی
پر ہیں۔ کیونکہ وہ [illegible] مستعمل ہونے سے دھوکہ کھاتے

ہیں مثلاً ایک بیان یہ ہے - (۱) کہ وید سوئمبھو سے مثل سانس پیدا ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے - کہ وید سوئمبھو یعنی قائم بالذات پرمیشور سے سانس کی طرح یعنی بغیر محنت کرنے کے ظہور میں آئے +

(۲) دوسرا بیان یہ ہے - کہ وید اگنی (آگ) وایو (ہوا) وغیرہ عناصر سے پیدا ہوئے - یہاں الفاظ اگنی وغیرہ کا ہوا وغیرہ ترجمہ کرنے سے مغالطہ ہوا - اگنی وایو وغیرہ انسانوں کے نام ہیں - نہ کہ عناصر +

(۳) تیسرا بیان - گایتری سے وید پرگٹ ہوئے - (۴) چوتھا بیان وید کال سے پیدا ہوئے - (۵) پانچواں بیان یہ ہے - کہ وید پرش سے نکلے - یہاں بھی کوئی اختلاف نہیں - گایتری - کال - پُرش ایک ہی پرمیشور کے نام ہیں - پرماتما کے مختلف صفت کی وجہ سے مختلف نام ہوتے ہیں +

پس جملہ کسوٹیاں پر پرکھنے سے وید کلام آلہی ثابت ہوتے ہیں - اور کوئی کتاب نہیں - اب ایک اور خیال ہے - جس کی تردید کرنا بھی مناسب ہے - کہا جاتا ہے - کہ وید انسان کی طفولیت کے زمانہ کے ہیں - اور کہ انسان نے دھیرے دھیرے ترقی کی اور کہ الہام بھی ترقی کرتا ہے - اس واسطے وید ژنداوستھا - بائبل قرآن وغیرہ سب الہامی ہیں - اور اُن میں بتدریج ترقی ہے - اس عقیدہ کے ماننے والوں کیلئے یہ ضروری ہے - کہ وہ کم سے کم ہم کو ایک خیال تو خدا کی ذات - روح کی صفات عبادت آلہی وغیرہ کے بارے میں بتائیں - جو قرآن بائبل وغیرہ سے عمدہ تر صورت میں وید میں موجود ہو - اور جب تک وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے - اُن کا یہ خیال قوت استدلال رکھنے والے اصحاب کے نزدیک قابل تسلیم نہیں ٹھہر سکتا - اعلےٰ سے اعلےٰ خیال خدا کی نسبت جو بائبل میں ہے - وہ لے لیجئے - اور ہم دکھا سکتے ہیں - کہ وید میں بہتر صورت میں موجود ہے - مثلاً پرماتما کے بارے میں پتا کا خیال - جس کا عیسائی لوگ فخر کرتے ہیں - وید میں موجود ہے +

सनोबन्धुर्जनिताय विधाता धामानि वेद भुवनानि
विश्वा: यजदेवा अमृतमानशानास्तृतीये धाम

وہ خدا ہم لوگوں کیلئے عیسائی کیطرح سکھ دینیوالا ہے اور سب سنسار کا پیدا کرنیوالا پتا۔ وہ ہمارے سب کاموں کو سرانجام دینے والا سب لوگوں اور اُن سب کی مخلوقات کو جانتا ہے۔ اور جس دنیاوی خوشی اور غمی سے مبرا ہمیشہ آنند میں رہنیوالے خدا میں نجات کو حاصل کر کے عالم اور نیک لوگ اپنی خواہش کے بموجب بغیر چاہنے پھرتے ہیں۔ وہی خدا ہمارا معلم روحانی استاد۔ بادشاہ اور منصف ہے۔ ہم سب لوگ ملکر ہمیشہ اُسکی بندگی کریں۔ عیسائی لوگ اسبات کا بڑا فخر کرتے ہیں۔ کہ جیسی تعلیم سب انسانوں کیساتھ محبت سے برتاؤ کرنیکی بائبل میں ہے۔ ویسی اور کسی کتاب میں نہیں۔ لیکن وید صرف انسانوں سے ہی نہیں بلکہ سب جانداروں کو محبت یا دوستی کی نگاہ سے دیکھنا سکھاتا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے :-

मित्रस्य चक्षुषा सर्वाणि भूतानि समीक्षामहे

ہے الشور! ہم سب جانداروں کو متر کی نظر سے دیکھیں۔ یجروید یہاں تک بھی ہم کو ہدایت دیتی ہے۔ کہ

आत्मवत् सर्वभूतेषु

ہم سب جانداروں کو اپنی آتما کے برابر سمجھیں

انجیل کے خدا نے رحم کرنا انسانوں تک ہی محدود رکھا لیکن جانوروں پر رحم کرنا نہیں سکھایا۔ کیونکہ اُنکی قربانی کرنیکی بائبل میں اُسنے جا بجا ہدایت کی ہے اور خود بھی بھینٹ جانوروں کی لیتا رہا ہے +

ہاں بائبل قرآن میں اگر ترقی یا نجات ہے۔ تو گناہ کی معافی یسوع سے ہستی ہے عیسی کا قبر سے زندہ ہونا اور پھر گوشت سمیت آسمان پر پہنچنا سب گناہ شیطان کے ذمہ ڈالدینا وغیرہ باتوں میں ہے جو کہ سب کی سب علم کے خلاف ہیں۔ ایک اور اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ وید کی تعلیم اسواسطے معیوب ہے کہ جب آریوں کا خدا معاف نہیں کرتا تو انسانوں کیلئے ایکدوسرے کو معاف کرنیکا اپدیش وید کے دھرم میں کیا نہیں ہو سکتا اصل بات یہ ہے کہ گناہ کا معاف ہونا تو قدرت کے قانون کے خلاف ہے جیسے کہ آگ میں ہاتھ ڈالنے سے ضرور جلتا ہے انسان بھی جب ایک دوسرے کو قصور معاف کر دیتے ہیں تو اس سے قصور کرنیوالے کا گناہ معاف نہیں ہو جاتا۔ مثلاً میرے برخلاف اگر کوئی جھوٹی تہمت لگا دے۔ اور میں اسکو معاف کر دوں تو اس کے صرف یہ معنے ہیں۔ کہ میں اس سے بدلہ نہ لوں لیکن جو اُسنے جھوٹ بولا خدا کے قانون سے اسکی آتما میں کدورت ہوئی۔ اور جو اس گناہ کا پھل قدرت کی طرف سے ملیگا۔ اس سے وہ بچ نہیں سکتا پرایشچت وغیرہ بھی ویدک دھرم کے رو سے جائز ہے لیکن اس سے ہرگز مقصود نہیں کہ اس کے کرنے سے پچھلے (یعنے کئے ہوئے) گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ آئندہ گناہ کرنے سے انسان بچ سکتا ہے

الغرض الہام کے ہر ایک پہلو پر چلنے سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وید کے سوائے اور کوئی کتاب کلام الٰہی نہیں ہو سکتی ہے

آخر میں میں آپ سب صاحبان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپنے میری ٹوٹی پھوٹی زبان کا خیال نہ کر کے توجہ سے میرے لیکچر کو سنا ہے +

عظیم الشان کتب خانہ

آریہ سماج لاہور واقعہ وچھووالی سماچک دنیا میں مختلف زبانوں کی کتب فروختنی کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے۔

ویدک دھرم کی لٹریچر کے پرچار میں اس نے اب تک جو خدمتگذاری کی ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس پستکالہ کا مدعا محض ویدک دھرم کے پرچار کا ہے۔ کیونکہ یہ کسی خاص شخص یا اشخاص کی ملکیت نہیں ہے۔ اس میں تجارت ورش کے تمام کتب فروشوں کی نسبت کتب ہمیشہ رعایت پر فروخت ہوتی ہیں۔ بایں ہمہ اس قدر رعایتوں کے بعد بھی جو کچھ منافع کتب خانہ کو ہوتا ہے۔ وہ آریہ سماج کے خزانہ میں جاتا ہے۔ جو کہ ویدک دھرم کے پرچار میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کتب خانہ سے کتب خرید کرنے میں جہاں آپ خود رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہاں آپ کی سہایتا سے وید پرچار میں بہت ترقی ہوتی ہے۔ اس لئے تمام ویدک دھرم کے ہتیشیوں سے پرارتھنا کیجاتی ہے کہ آپ کو جب کبھی ویدک دھرم کے متعلق یا دیگر پستکوں کی ضرورت ہو تو ہمیشہ لائبریرین آریہ سماج وچھووالی لاہور سے طلب فرمایا کریں:-

اردو کی مفید کتابوں کی فہرست

براہ آزمائش	۹ر	آریہ سماج کا پول بالا جسمیں مسلمانی	
مباحثہ دربارہ الہام مابین مسٹر آتمارام و مولوی ثناء اللہ	۸ر	مت پر بحث ہے قیمت فیصلہ	۱۰ س
آریہ گائن پستک جسمیں پنچ مہایگیہ ودھی بھی شامل ہے	۶ر	اساطیر الاولین۔ جسمیں مسلمانی مذہب پر	
اگنی واستھانی گولہ جسمیں دیوسماج کا پول کھولا گیا ہے قیمت	۸ر	بحث ہے مصنف مہاشہ دھرمپال جی بی اے	۱ر
تہذیب الاسلام چاروں حصہ مصنف مہاشہ دھرم		راد ہاسوامی مت درپن	۶ر
پال جی بی اے فی سٹ	۳۰	مکتی کا ستیہ گیان	۲۲
انسان کا باپ	۱۲ر	سورگ کی سیڑھی	۲۳

المشتہر

آپ کا شبھ چنتک بوسہ رام لائبریرین آریہ سماج وچھووالی لاہور

